500 سوال و جواب

برائے خواتین

لأصحاب الفضيلة

الإمام ابن باز

العلامة العثيمين

سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ

حافظ عبداللہ سلیم حفظہ اللہ

مکتبہ بیت السلام الریاض

500

سوال و جواب

برائے

خواتین

لأصحاب الفضيلة

الإمام ابن باز — العلامة العثيمين

العلامة الفوزان — سعودی فتوی کمیٹی

ترجمہ

حافظ عبداللہ سلیم حفظہ اللہ

کتاب کے جملہ حقوق نقل ونشر واشاعت بحق
مکتبہ بیت السلام الریاض
محفوظ ہیں

طبع

۱۴۳۲ھ ——————— ۲۰۱۱ء

مکتبہ بیت السلام الریاض
فون نمبر 4381122-4381155 فیکس 4385991
موبائل نمبر 0532666640 - 0542666646 - 0505440147
ص۔ب 16737 الریاض 11474 سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

500

سوال و جواب

برائے

خواتین

فہرس

⊙ عرض ناشر 39
⊙ عرض مرتب 41

پہلی قسم: عقیدہ

❀ توحید
⊙ 1- اہل توحید 45
⊙ 2- توحید کی اقسام 45
⊙ 3- توحید کی تحقیق کرنے کی کیفیت 63
❀ اسلام اور ایمان
⊙ 4- اسلام و ایمان اور ان دونوں کے درمیان فرق 66
⊙ 5- ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے 70
⊙ 6- ایمان میں اضافے کے اسباب 73
⊙ 7- ایمان میں کمی کے اُسباب 74
❀ قضاء وقدر
⊙ 8- قضا وقدر پر ایمان لانے کی حقیقت 76
⊙ 9-اسباب کے ساتھ تعلق 78

⊙ 10-قضاء وقدر پر ایمان بندے کے ایمان میں اضافے کا باعث ہے .. 79
❀ اُسماء وصفات
⊙ 11-اللہ کے اُسماء وصفات کے درمیان فرق 81
⊙ 12- اللہ کے نام کسی تعداد میں محصور ومحدود نہیں ہیں 82
❀ رسولوں پر ایمان
⊙ 13- رُسل عظام علیہم السلام کے فضائل کا تفاوت وفرق.................. 83
❀ شرک سے ڈرانا
⊙ 14- غیر اللہ کی قسم اٹھانا 88
⊙ 15-دین کو گالی دینے کا حکم 92
⊙ 16- دکھلاوا 97
⊙ 17- کسی دن یا مہینے یا مخصوص عدد سے نحوست پکڑنا 99
⊙ 18- تبرک کے طور پر دیواروں پر قرآنی آیات تحریر کرنا 103
⊙ 19- جنوں کے انسانوں پر اثرات اور ان سے بچنے کا طریقہ...... 104
⊙ 20- قرآن وغیرہ پر مشتمل تمیمہ (تعویذ وغیرہ) لٹکانا 106
⊙ 21- نفسیاتی بے چینیوں اور بیماریوں کا علاج تمیموں (تعویذوں)
سے نہ کیا جائے 108
⊙ 22- معاشقے کے علاج کی خاطر قرآنی سورتیں لکھ کر پہننا 109
⊙ 23- کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا 110
⊙ 24- ''ستارے کیا کہتے ہیں؟'' 112
⊙ 25- جادو اور جادوگر کا حکم 113
⊙ 26- جادو کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان موافقت وصلح کروانا... 115

⊙ 27- جادو کا جادو کے ذریعہ علاج کرنا 116
⊙ 28- جادو کے توڑ کا طریقہ 116
⊙ 29- ویلنٹائن ڈے منانا 120
❀ احوالِ قبر
⊙ 30- قبر کی نعمت اور اس کا عذاب 123
⊙ 31- دوام و انقطاع کے اعتبار سے عذاب قبر 124
⊙ 32- گناہ گار مومن سے عذاب قبر کی تخفیف 124
❀ قیامت کی نشانیاں
⊙ 33- مسیح دجال کا فتنہ 128
❀ احوالِ آخرت
⊙ 34- شفاعت اور اس کی قسمیں 133
⊙ 35- آخرت کا حساب 137
⊙ 36- آخرت میں اللہ کا دیدار 142
⊙ 37- میاں بیوی کا جنت میں ایک دفعہ پھر ملاپ ہوگا 145
⊙ 38- رزق اور شادی لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں 145
⊙ 39- یہ کیا اکثر عورتیں جہنمی ہیں؟ 148

دوسری قسم: عبادات

❀ طہارت کے احکام و مسائل
⊙ 40- حدث اور ناپاکی سے طہارت حاصل کرنے میں اصل قاعدہ .. 151
⊙ 41- لڑکے اور لڑکی کا پیشاب 152

⊙ 42- جب چھوٹے بچے کا پیشاب کپڑے کو لگ جائے 153
⊙ 43- عورت کے اس دامن کا حکم جس کو گندگی وغیرہ لگ جائے 154
⊙ 44- عورت سے نکلنے والے سیال مادے کا حکم 154

❀ سننِ فطرت

⊙ 45- لڑکیوں کا ختنہ کرنا سننِ فطرت میں سے ہے 157
⊙ 46- عورت کا آبروؤں کے وہ بال کاٹنا جو آنکھوں پر پڑتے ہوں. 159
⊙ 47- آبروؤں کے بال کاٹنا............................... 159
⊙ 48- عورت کا پیشانی کے اوپر سے بال کاٹنا...................... 160
⊙ 49- عورت کا اپنے بدن کے بال اتارنا 161
⊙ 50- عورت کا کالے رنگ کے علاوہ دیگر رنگوں سے بال رنگنا...... 162
⊙ 51- عورت کا اپنے سر کے بال کاٹنا 162
⊙ 52- بال اور ناخن کاٹنے کے بعد دفن کرنا 164
⊙ 53- عورت کا اپنے سر کے بالوں کو گھنگریالہ بنانا.................. 164
⊙ 54- عورت کا وگ استعمال کرنا............................... 165
⊙ 55- کافرہ عورتوں سے مشابہت اختیار کیے بغیر جدید عصری طریقوں
سے بالوں کو سنوارنا اور آراستہ کرنا 166
⊙ 56- بالوں میں ایسے پف استعمال کرنا جوان کے حجم کو بڑا کرتے ہوں ... 166
⊙ 57- عورتوں اور مردوں کا ناخن بڑھانا.......................... 167
⊙ 58- سونے کے دانت لگونا 169

❀ وضو کے احکام و مسائل

⊙ 59- وضو کا طریقہ.. 170

⊙ 60- سر کے مسح میں عورت کا حکم مرد ہی کی طرح ہے 172
⊙ 61- عورت کا لپیٹے ہوئے بالوں (جُوڑے) پر مسح کرنا 172
⊙ 62- عورت کا اپنے مہندی لگے بالوں پر مسح کرنا 173
⊙ 63- تیل والے بالوں پر مسح کا طریقہ 174
⊙ 64- نواقض وضو 175
⊙ 65- خون نکلنے سے وضوء کا ٹوٹنا 178
⊙ 66- نیند سے وضو کا ٹوٹنا 179
⊙ 67- جس نے اپنے ناخنوں پر نیل پالش لگا رکھی ہو 181
⊙ 68- غسل واجب کرنے والی اشیاء نواقض وضو ہیں 183
⊙ 69- کیا عورت کی اگلی شرمگاہ سے نکلنے والی ہوا وضو کو توڑ دیتی ہے؟ .. 184
⊙ 70- بچوں کی صفائی کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا 184

❀ غسل

⊙ 71- غسل واجب کرنے والی اشیاء 186
⊙ 72- عورت کو احتلام ہونا 189
⊙ 73- میاں بیوی کی آپس میں جنسی کھیل کود اور بوس و کنار کرنے سے غسل .. 190
⊙ 74- عورت سے اس کے خاوند نے کسی رکاوٹ کے ساتھ جماع
کیا تو اس کو انزال ہو گیا 191
⊙ 75- عورت کے غسل جنابت کی کیفیت 192
⊙ 76- دورانِ غسل شرمگاہ کو چھونا 193
⊙ 77- عورت کے غسل جنابت کے وقت بالوں کو دھونے کی کیفیت . 193
⊙ 78- ایک عورت نے اس حال میں غسل کیا کہ اس نے مصنوعی ناخن

لگا رکھے تھے اور وہ ان کو اتارنا بھول گئی تھی 194
⊙ 79- غسل جنابت کا جمعہ، حیض اور نفاس کے غسل سے کفایت کرنا 195

❀ تیمّم

⊙ 80- تیمّم ازالہ حدث کا ذریعہ 196
⊙ 81- دیوار پر لگے پتھر یا فرش پر ہاتھ مار کر تیمّم کرنا 198
⊙ 82- جس شخص پر ایسی نجاست ہو جس کے ازالے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو . 198
⊙ 83- ایک عورت نے تیمّم کیا پھر اسے طہارت کی حالت میں پانی مل گیا ... 199
⊙ 84- نفل نماز ادا کرنے کے لیے تیمّم کرنے والے کا اس تیمّم کے
ساتھ فرض نماز ادا کرنا 199
⊙ 85- جب تیمّم کرنے والے کو دوران نماز یا بعد از نماز پانی میسر آ جائے ... 200

❀ حیض

⊙ 86- حائضہ کا قرآنی آیات پر مشتمل کتابوں اور رسالوں کو چھونا ... 203
⊙ 87- ماہواری کے دوران پہنے ہوئے کپڑے نجس اور پلید نہیں ہوتے .. 203
⊙ 88- حائضہ کا مساجد میں منعقد ہونے والی ذکر کی مجالس میں شرکت کرنا .. 204
⊙ 89- دو ماہواریوں کے درمیان طہر کی مدت 205
⊙ 90- حائضہ بیوی سے دوران حیض بغیر جماع کیے لطف اندوز ہونا.. 206
⊙ 91- حائضہ اور نفاس والی بیوی سے جماع کرنا.................... 207
⊙ 92- حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت 207
⊙ 93- جب عورت نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد حائضہ ہو...... 208
⊙ 94- اس عورت پر کیا واجب ہوگا جو کسی بھی نماز کے ایک رکعت
پڑھنے کی مقدار کے وقت میں حائضہ ہو یا حیض سے پاک ہو؟ 209

⊙ 95- ہر حیض سے پاک ہونے پر زیر ناف بال مونڈھنا 210
⊙ 96- حیض ختم ہونے کی عمر میں اختلاف 211
⊙ 97- مسئلہ 212
⊙ 98- مانع حیض گولیوں کے استعمال کا حکم 213
⊙ 99- عورت اشراق کے بعد نماز فجر ادا کرنے کے لیے بیدار ہوئی
تو اس نے اپنے کپڑوں پر خون حیض دیکھا 215
⊙ 100- طہر کے بعد آنے والے زردی مائل مٹیالے رنگ کے خون کا حکم ... 215
⊙ 101- عورت کو خون حیض سے دو دن قبل آنے والے زرد رنگ کے
سیال مادے کا حکم 217
⊙ 102- ایک عورت مہینے کے آغاز میں حائضہ ہوا کرتی تھی پھر وہ
مہینے کے آخر پر حیض دیکھنے لگی 217
⊙ 103- ایک عورت کو مہینے کے آخر پر حیض آتا تھا پھر اس نے مہینے
کے آغاز میں خون حیض دیکھا 218
⊙ 104- جب عورت کو عادت کے مطابق ماہواری آئے تو وہ نماز ادا
کرنے سے رک جائے 218
⊙ 105- عورت کے غسل حیض کے متصل بعد اترنے والے خون کا حکم ... 219
⊙ 106- ایک عورت کو ہر ماہ کے آغاز میں چھ دن خون حیض آتا تھا
پھر اسے یہ خون مسلسل آنے لگا 219
⊙ 107- خونِ حیض کا معروف عادت سے بڑھ جانا 220
⊙ 108- عورت کے لیے دوران حیض یا نفاس ایسی ادویات کے استعمال
کا حکم جو خون کو بند کر دیں 221

⊙ 109- میں نے حیض آور ادویات کا استعمال کیا اور نماز ادا کرنا چھوڑ دی .. 222

⊙ 110- دوران حیض عورت کے لیے جائز اور ممنوع عبادات........ 222

⊙ 111- اس عورت کی نماز اور روزے کی کیفیت جس کو مسلسل تیز خون بہتا رہے.. 223

⊙ 112- جو عورت نماز عصر کے وقت میں حیض سے پاک ہو اس پر نماز ظہر وعصر ادا کرنا واجب ہوگا................................ 224

⊙ 113- مدت حیض کے دوران مصحف کو چھوئے بغیر اس کی تلاوت کرنا ... 225

⊙ 114- حیض ختم ہونے کے دس دن بعد آنے والا مٹیالے رنگ کا خون حیض شمار نہ ہوگا.. 225

❀ استحاضہ

⊙ 115- استحاضہ کا معنی.. 227

⊙ 116- استحاضہ والی عورت کے احوال 229

⊙ 117- اس عورت کا حال جو مستحاضہ سے مشابہت رکھتی ہے 234

⊙ 118- مستحاضہ اور پاک عورتوں کے درمیان فرق 235

❀ حمل اور نفاس کے احکام و مسائل

⊙ 119- نفاس کی تعریف 238

⊙ 120- خون نفاس کا چالیس دنوں سے پہلے بند ہو جانا............. 238

⊙ 121- جو عورت خون نفاس کے بند ہونے کے بعد دوبارہ خون دیکھے ... 239

⊙ 122- بوقت ضرورت مانع حمل گولیوں کا استعمال 239

⊙ 123- حاملہ کو آنے والا سرخ یا زردی مائل خون 240

⊙ 124- حمل ساقط کروانا اور اس کا کفارہ 240

❀ نماز، اذان اور اقامت
⊙ 125- عورتوں کے لیے اذان و اقامت کی مشروعیت 243
⊙ 126- عورت کے لیے نماز کی اقامت کہنے کا حکم 243
❀ نماز کا طریقہ
⊙ 127- نماز شروع کرنے سے قبل مخصوص الفاظ بول کر نیت کرنا 244
⊙ 128- نماز کا طریقہ 244
⊙ 129- کیفیتِ نماز میں مرد اور عورت کے درمیان فرق 253
⊙ 130- عورت کے دورانِ نماز اپنے بچے کو اٹھانے کا حکم.......... 254
⊙ 131- بیٹے کے اپنی ماں کی نماز خراب کرنے کی وجہ سے ماں کا دوران نماز اس کو مارنا 255
⊙ 132- عورت کا محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں جہری قراءت کے ساتھ نماز ادا کرنا 255
⊙ 133- جوڑوں کے درد میں مبتلا مریضہ، جو سجدہ نہیں کر سکتی، کی نماز کا طریقہ................................ 256
❀ اوقاتِ نماز
⊙ 134- پانچ نمازوں کے اوقات 258
⊙ 135- نماز کے ممنوعہ اوقات اور ان میں ادائیگی نماز کی ناپسندیدگی کا سبب 264
⊙ سترہ اور قبلہ رو ہونے کے احکام 267
⊙ 136- نماز میں سترہ اور اس کی مقدار کا بیان 267
⊙ 137- آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا 267

⊙ 138- بحری جہاز یا ہوائی جہاز میں نماز ادا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی کیفیت 268

❀ ادائیگی نماز کے لیے عورت کا لباس

⊙ 139- نماز ادا کرنے کے لیے عورت کے لباس کا حکم 271
⊙ 140- عورت کا نقاب اور دستانے پہن کر نماز ادا کرنا 271
⊙ 141- ایک حدیث کی وضاحت 272
⊙ 142- عورت کا مرد کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا 273
⊙ 143- عورت کا پتلون پہن کر نماز ادا کرنا 275
⊙ 144- تنگ لباس میں نماز ادا کرنا 277
⊙ 145- نماز میں ستر کا ننگا ہونا 278

❀ باجماعت نماز

⊙ 146- عورتوں کے حق میں باجماعت نماز کی مشروعیت 279
⊙ 147- عورت کے لیے ادائیگی نماز کی خاطر مساجد کی طرف جانے کی شرائط 279
⊙ 148- اس حدیث کا مفہوم: ''خیر صفوف النساء آخرھا'' (عورتوں کی صفوں سے بہتر صف سب سے آخری صف ہے) 280
⊙ 149- بیوی کا اپنے شوہر کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا 280
⊙ 150- مسجد میں مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ لٹکانا 281
⊙ 151- عورت کے لیے نماز جمعہ کی ادائیگی 281
⊙ 152- عورتوں کا ریڈیو کے ذریعہ نماز جمعہ ادا کرنا 283

❀ عورت کی امامت

⊙ 153- عورت کا عورتوں کی امامت کرانا 284

⊙ 154- عورت کا مردوں کی امامت کرانا 284

⊙ 155- عورت کا بچوں کی امامت کرانا 285

❀ عیدین کی نماز

⊙ 156- نماز عیدین کا حکم 286

⊙ 157- عورتوں کا نماز عید کی ادائیگی کے لیے نکلنا 286

⊙ 158- نماز عید میں عورت کا عورتوں کی امامت کرانے کا حکم 288

❀ نماز کسوف اور نماز استسقاء

⊙ 159- نماز کسوف کی ادائیگی کا طریقہ 289

⊙ 160- عورتیں نماز کسوف کہاں ادا کریں 290

⊙ 161- نماز استسقاء کا طریقہ 291

⊙ 162- نماز استسقاء میں عورت کا چادر پلٹنا 292

❀ نفل نماز

⊙ 163- نفل نماز اور نفل و فرض نماز میں فرق 294

⊙ 164- عورتوں کے نماز تراویح میں شرکت کرنے کی مشروعیت 298

⊙ 165- جب عورت گھر کے بعض کاموں کا حرج کر کے نماز تراویح
کی ادائیگی کے لیے مسجد میں جائے 301

❀ متفرق مسائل

⊙ 166- وہ عورت جس نے مارے شرم کے حالتِ حیض میں نماز ادا کی ... 302

⊙ 167- طالبہ کا ظہر کا وقت ہوتے ہی تعلیمی پیریڈ میں حاضر ہونا اور

اس پیریڈ کا دو گھنٹے تک جاری رہنا 302
⊙ 168- بعض عورتوں کا مسجد میں آ کر عبادت کے علاوہ خارجی امور پر گفتگو کرنا 305
❀ جنازہ کے احکام
⊙ 169- قریب المرگ شخص کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنے کا حکم ... 306
⊙ 170- قریب المرگ عورت کے ہاتھ پر مہندی لگانے کا حکم 307
❀ میت کو غسل دینا
⊙ 171- میاں بیوی میں سے ایک کا دوسرے کو غسل دینا 308
⊙ 172- خاوند کا اپنی فوت شدہ اور رجعی طلاق یافتہ بیوی کو غسل دینا. 308
⊙ 173- غسل میت کا طریقہ 308
❀ میت کو کفن دینا
⊙ 174- میت کو کفن دینے کی کیفیت 311
⊙ 175- دوران احرام فوت ہونے والی عورت کے کفن کی کیفیت.... 311
❀ میت پر نماز جنازہ کی ادائیگی
⊙ 176- عورت کے نماز جنازہ پڑھنے کی مشروعیت................ 313
⊙ 177- "ليس للنساء نصيب في الجنازة" (عورتوں کا نماز جنازہ کی ادائیگی میں کوئی حصہ نہیں) یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے؟......... 313
⊙ 178- عورت کا گھر میں میت پر نمازِ جنازہ ادا کرنا 314
⊙ 179- نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت امام کہاں کھڑا ہو؟ 315
⊙ 180- نماز جنازہ کا طریقہ 315
⊙ 181- ساقط شدہ جنین (حمل کا بچہ) کی نمازِ جنازہ کی کیفیت 316

❀ میت کو اٹھانا اور اس کو دفن کرنا

⊙ 182- ایک حدیث کا مفہوم 317

⊙ 183- تدفین کے وقت عورت کی قبر کو (کپڑے وغیرہ سے) ڈھانپنا اور چھپانا 318

⊙ 184- مرد اور عورت کو ایک قبر میں دفن کرنا 318

⊙ 185- قبرستان کے بعض حصوں کو عورتوں کی تدفین کے لیے خاص کرنے کا حکم 318

❀ قبرستان کی زیارت

⊙ 186- عورت کے لیے قبرستان کی زیارت کا حکم 320

⊙ 187- نبی ﷺ کے عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیارتِ قبور کی دعا سکھانے والی حدیث کا جواب 320

⊙ 188- عورتوں کا نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا 321

⊙ 189- جب عورت قبرستان کے قریب سے گزرے اور قبروں والوں کو سلام کہے 321

❀ تعزیت کے احکام

⊙ 190- تعزیت کا طریقہ 323

⊙ 191- عورتوں کا تعزیتی اجتماع 324

⊙ 192- مصیبت کے وقت صبر کرنا 326

⊙ 193- میت پر نوحہ کرنے کا حکم 326

⊙ 194- ایک حدیث کی شرح 328

⊙ 195- تعزیت کرنے والی عورت کا رونا دھونا اور چیخ و پکار کرنا 329

⊙ 196- آنکھ سے آنسو گرانے اور دل سے غمگین ہونے میں کوئی حرج نہیں.. 329
⊙ 197- عورتوں کا تعزیت کے لیے خاص لباس مثلاً سیاہ لباس پہننا... 330

❀ زکوۃ کے احکام

⊙ 198- سونے چاندی کی زکوۃ کا نصاب 331
⊙ 199- عورت کے زیورات پر زکوۃ 331
⊙ 200- زیورات کی زکوۃ قیمتِ خرید پر یا ہر سال ادائیگی زکوۃ کے وقت کی قیمت پر ادا کرنا ہوگی؟ 332
⊙ 201- صدقہ فطر 332
⊙ 202- میرے خاوند کا میرے مال کی زکوۃ ادا کرنا 333
⊙ 203- بیوی کا اپنے سونے کی زکوۃ سے اپنے خاوند کے قرضہ جات اتارنا.. 334
⊙ 204- عورت کا اپنی فقیر بہن کو زکوۃ دینا 334

❀ روزے کے احکام

⊙ 205- فرضیتِ روزہ کی حکمت 336
⊙ 206- حائضہ اور نفاس والی عورت کا روزہ 337
⊙ 207- جس عورت نے عدم واقفیت کی بنا پر حالتِ حیض میں روزہ رکھا ... 338
⊙ 208- ایک عورت بالغ ہوئی اور اس حال میں ماہ رمضان شروع ہو گیا مگر اس نے شرمساری کی بنا پر روزے نہ رکھے 339
⊙ 209- وہ عورت جس نے ماہواری خون کے دوران اپنے گھر والوں سے شرماتے ہوئے روزے رکھے 340
⊙ 210- رمضان میں مانع حیض ادویات کا استعمال........................ 340
⊙ 211- ایک عورت نے روزہ رکھا لیکن غروب آفتاب کے وقت اذان

سے تھوڑی دیر پہلے اس کو حیض شروع ہو گیا۔ 341
⊙ 212- مسئلہ 341
⊙ 213- جب حائضہ حیض سے پاک تو فجر سے پہلے ہو جائے مگر غسل فجر کے بعد کرے 341
⊙ 214- جب حائضہ یا نفاس والی عورت ماہ رمضان میں دن کے وقت پاک ہو جائے 342
⊙ 215- نفاس والی عورت جب چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے.. 343
⊙ 216- نفاس والی عورت چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے پھر چالیس دن کے اندر اس کو دوبارہ خون جاری ہو جائے 344
⊙ 217- حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت 345
⊙ 218- ایک لڑکی جس نے امتحانات کی وجہ سے روزے چھوڑے... 346
❀ روزہ توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزیں
⊙ 219- روزہ دار عورت کے لیے سرمہ، عطر اور بناؤ سنگھار کی دوسری چیزیں استعمال کرنے کا حکم 347
⊙ 220- رمضان کے دنوں میں کھانا چکھنے کا حکم 347
⊙ 221- جس شخص نے رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کیا... 348
⊙ 222- جس عورت کو خاوند نے روزے کی حالت میں جماع پر مجبور کیا... 348
⊙ 223- ماہ رمضان میں دن کے وقت مسافر کا اپنی بیوی سے جماع کرنا ... 349
⊙ 224- جس شخص نے قضا کا روزہ رکھنے والی بیوی سے جماع کیا... 350

❀ روزے کی حالت میں مکروہ چیزیں
⊙ 225- روزہ دار کا اپنی تھوک نگلنا 352
⊙ 226- رمضان کے دنوں میں غیبت کرنا اور چغلی کھانا 352
❀ روزے کی قضاء کے احکام
⊙ 227- ایک عورت ماہ رمضان شروع ہوتے ہی بیمار پڑ گئی اور روزے
نہ رکھ سکی 354
⊙ 228- عورت پر دوسرا رمضان آ گیا اور وہ گزشتہ رمضان روزے
بھی نہ رکھ سکی.. 354
❀ نفلی روزے
⊙ 229- بیوی کا نفل روزہ رکھنے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لینا ... 356
⊙ 230- ایک حدیث کی وضاحت 356
❀ حج کے احکام
⊙ 231- خاوند پر اپنی بیوی کے حج کے اخراجات شرعاً لازم نہیں ہیں ... 358
⊙ 232- بیوی کا اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر فرض حج ادا کرنے کے
لیے جانے کا حکم.. 358
⊙ 233- وہ عورت جو ساٹھ سال سے آگے گزر چکی اور اس نے غیر
محرم کے ساتھ حج کیا 358
⊙ 234- عورت کا ہوائی جہاز کے ذریعہ محرم کے بغیر سفر کرنا 359
⊙ 235- عورت کا اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرنا ... 360
⊙ 236- عورت عورت کی محرم نہیں ہے 360
⊙ 237- ماں کا اپنے فوت شدہ بیٹے کی طرف سے فریضۂ حج ادا کرنا ... 361

⊙ 238- بقید حیات بیوی کی طرف سے حج ادا کرنا 361
⊙ 239- مرد کا عورت کی طرف سے یا عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا . 362
⊙ 240- حائضہ اور نفاس والی عورت کا احرام 363
⊙ 241- جب حائضہ اور نفاس والی میقات پر آئیں تو ان پر کیا
واجب ہے؟.. 363
⊙ 242- اس عورت کا حکم جس نے عمرے کا احرام باندھا تو اس کو حیض
آ گیا وہ سفر پر روانہ ہوگئی اور عمرہ نہ کیا 365
⊙ 243- عورت کا حج میں لباس 366
⊙ 244- دوران احرام خوشبو والا صابن استعمال کرنے کا حکم 366
⊙ 245- عورت کے حج میں بال کاٹنے کی کیفیت اور طریقہ 367
⊙ 246- عورتوں کا مزدلفہ سے لوٹنا.................................. 367
⊙ 247- عورت کا حجر اسود کو بوسہ دینا.............................. 367
⊙ 248- جو عورت طواف افاضہ سے پہلے حائضہ ہو جائے 368
⊙ 249- حائضہ اور نفاس والی عورت کے حق میں طوافِ وداع کا حکم . 368
⊙ 250- دورانِ حج اپنی بیوی سے مباشرت کرنا 369
⊙ 251- جس شخص نے پہلے تحلل کے بعد دوسرے تحلل سے قبل اپنی
بیوی سے جماع کیا... 370
⊙ 252- مسئلہ 370

تیسری قسم: معاملات

❀ منگنی اور حق مہر
⊙ 253- وہ امور جن کی بنیاد پر لڑکی اپنے خاوند کا انتخاب کرے 373

⊙ 254- لڑکے اور لڑکی کے درمیان محبت کے تبادلے کا شرعی طریقہ. 374
⊙ 255- پیغام نکاح بھیجنے والے کا اپنی منگیتر کو دیکھنا 375
⊙ 256- مخطوبہ (منگیتر) کا نکاح کا پیغام دینے والے کے والد سے
مصافحہ کرنا 376
⊙ 257- منگیتر کے ساتھ گھومنا پھرنا 376
⊙ 258- منگیتر کا اپنی منگیتر کے ساتھ بذریعہ ٹیلی فون ہمکلام ہونا.... 377
⊙ 259- عورت مکمل مہر کی حقدار ہے 378
⊙ 260- مہروں کی حد بندی 379
⊙ 261- کچھ حق مہر کو مقدم یا مؤخر کرنا 381
⊙ 262- ایک شخص نے دوسرے کو اپنی بیٹی صدقہ کی اور صدقہ کرنے کو
ہی حق مہر تصور کیا 382
⊙ 263- بیوی کا عقد نکاح کے کچھ عرصہ بعد اپنے خاوند سے مہر کا
مطالبہ کرنا 348
⊙ 264- بیوی کا اپنے حق مہر میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا ... 348
⊙ 265- باپ کا اپنی بیٹی کی رضا کے بغیر اس کے حق مہر پر قبضہ جما لینا ... 385
❀ نکاح میں ولی کی حیثیت
⊙ 266- عورت کا ولی کے بغیر شادی کرنا 387
⊙ 267- مطلقہ عورت کا ولی یا گواہوں کے بغیر ایجاب وقبول کے ساتھ
اپنا نکاح کرنا 388
⊙ 268- عورت کے اپنی شادی خود نہ کر سکنے کی حکمت 389
⊙ 269- کنواری لڑکی کا اپنے والد کی اجازت کے بغیر شادی کرنا.... 390

⊙ 270- والد کا اپنی بیٹی کو شادی پر مجبور کرنا 391

❀ عقدِ نکاح کے احکام

⊙ 271- عقدِ نکاح کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ 392

⊙ 272- عقد نکاح کے وقت سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنا 392

⊙ 273- عقدِ نکاح کو صرف تحریری طور پر منعقد کرنا 393

⊙ 274- حائضہ سے عقدِ نکاح کرنا 393

⊙ 275- خوشیوں کے مواقع پر ڈھول اور دف بجانا................. 393

⊙ 276- عقد نکاح کرنے والے خاوند کا اپنی بیوی سے دخول اور رخصتی سے پہلے خلوت اختیار کرنا 395

❀ ازدواجی حقوق

⊙ 277- میاں بیوی کے باہمی حقوق 396

⊙ 278- طلب علم اور گھر کے اور خاوند کے کام کاج کے درمیان موازنہ ... 399

⊙ 279- عورت کا خاوند کی بدسلوکی کی وجہ سے اس کی خدمت سے دست کش ہونا 400

⊙ 280- بیوی کا اپنے خاوند کے لیے کھانا تیار کرنے کی اجرت و مزدوری لینا.. 401

⊙ 281- میاں بیوی کے درمیان واقع ہونے والے ہجران (بغیر طلاق کے وقتی علیحدگی) کا حکم 402

⊙ 282- عورت کا اپنے خاوند کو بستر سے الگ کرنا 402

⊙ 283- آدمی کا اپنی بیوی کو کسی ازدواجی مصلحت کے تحت اپنے گھر والوں کو ملنے سے روکنے کا حکم 404

⊙ 284- اس بیوی کا حکم جو اپنے ازدواجی معاملات میں اپنی آواز خاوند کی آواز سے بلند کرتی ہے 405
⊙ 285- جب بیوی غصے کی حالت میں اپنے خاوند اور اس کے اُقرباء کو گالیاں دیتی ہو 406
⊙ 286- وہ عورت جو اپنے خاوند کی بات نہیں سنتی اور بعض اوقات اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جاتی ہے 409
⊙ 287- بیوی کا خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے باپ یا ماں سے (گھر سے باہر جانے) اجازت لینا 410
⊙ 288- خاوند کی طرف سے اجازت کی امید پر بیوی کا گھر سے باہر نکلنا ... 411
❀ میاں بیوی کا رہن سہن
⊙ 289- میاں بیوی کا شکرانے کے طور پر سہاگ رات میں دو رکعت باجماعت نماز ادا کرنا 412
⊙ 290- دوران جماع (میاں بیوی کا) تمام لباس اتار کر ننگا ہونا 412
⊙ 291- بیوی سے جنسی کھیل کود یا جماع کے دوران اس کے پستان چوسنا ... 413
⊙ 292- مرد کا اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنا 414
⊙ 293- عورت کا بغیر کسی (شرعی) عذر کے اپنے خاوند کے بلاوے پر اس کے بستر پر نہ آنا 416
⊙ 294- نوجوان شادی شدہ لڑکی کا یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے تک بچہ پیدا کرنے کے عمل کو مؤخر کرنا 417
⊙ 295- عورت کا بغیر کسی عذر کے دو سال کی مدت تک کے لیے مانع حمل ادویات استعمال کرنا 418

❀ حرام نکاح

⊙ 296- نکاح متعہ کی تعریف 420
⊙ 297- اسلام میں نکاح متعہ کا حکم 420
⊙ 298- نکاح متعہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کا حکم 422
⊙ 299- طلاق دینے کی نیت سے کی گئی شادی کا حکم 422

❀ نکاحِ شغار

⊙ 300- نکاحِ شغار کی صورت 425
⊙ 301- نکاح شغار کے حرام ہونے کی حکمت 426
⊙ 302- نکاحِ بدل 427
⊙ 303- نکاح شغار اور نکاح بدل کے درمیان فرق 427
⊙ 304- نکاح شغار کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کس کو ملے گی؟ .. 428

❀ نکاح مسیار کی تعریف

⊙ 305- نکاح مسیار اور شرعی نکاح میں فرق اور وہ شرط جس کا نکاح مسیار میں پایا جانا واجب ہے 430

❀ نکاح حلالہ

⊙ 306- نکاح تحلیل حلالہ کی تعریف 431
⊙ 307- نکاح تحلیل (حلالہ) کی صورتیں 433
⊙ 308- نکاح تحلیل (حلالہ) کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے کا حکم... 434

❀ متفرق مسائل

⊙ 309- بیوی کا خاوند پر خرچ کرنا 435
⊙ 310- بیوی کی شرط 435

⊙ 311- ایک بری عادت 436
⊙ 312- بڑی بیٹی (یا بہن وغیرہ) کی شادی تک چھوٹی کی شادی کو روکنا... 437
⊙ 313- حمل کے ابتدائی ایام میں ہی اس کو گرا دینا................ 437
⊙ 314- بچے کے بدنما اور بدشکل ہونے کی وجہ سے اسقاط حمل...... 437

❀ طلاق کے احکام

⊙ 315- آدمی کا اپنی بیوی کو ادب سکھانے کا مسئلہ 439
⊙ 316- طلاق کے مشروع ہونے کی حکمت 439
⊙ 317- قرآن وسنت کی روشنی میں طلاق دینے کا مشروع طریقہ ... 440
⊙ 318- بدعی طلاق 441
⊙ 319- طلاق دینے کا اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہے نہ کہ عورتوں کے ہاتھ میں 442
⊙ 320- طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں دینے کی حکمت 443
⊙ 321- خاوند کا اپنا حقِ طلاق اپنی بیوی کو سونپ دینا............... 445
⊙ 322- عورت کے اپنے خاوند کو طلاق دینے کا حکم................ 447
⊙ 323- حاملہ کو طلاق دینے کا حکم 447
⊙ 324- مجبور اور یادداشت گم کیے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم 450
⊙ 325- غیر مدخولہ کی طلاق کا حکم 450
⊙ 326- قبل از دخول طلاق کے مسئلہ میں حق مہر کا حکم 450
⊙ 327- قبل از نکاح طلاق واقع نہیں ہوتی 451
⊙ 328- خاوند کا طلاق اور بیوی کا خاوند کو بھائی کہنا 452
⊙ 329- ایک شخص نے اپنی بیوی کو کوئی چیز لینے سے روکنے کے لیے

طلاق دینے کی قسم اٹھائی، پھر اس کی بیوی نے وہ چیز لے لی....... 454
⊙ 330- مسئلہ 455
⊙ 331- جس شخص نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی کام کے کرنے پر معلق کیا پھر اس کو وہ کام کرنے کی اجازت دے دی 456
⊙ 332- اس اجتماعی برے رجحان (بلاوجہ طلاقیں دینا) کا علاج 456
⊙ 333- ایک شخص نے طلاق دینے کی نیت تو کی مگر طلاق دی نہیں.. 457
⊙ 334- ایک شخص نے زبان سے بول کر طلاق دینے کی بجائے دل میں اپنی بیوی کو طلاق دی 457
⊙ 335- آدمی کے اپنی مطلقہ عورت کے ساتھ بیٹھنے کا حکم 458
⊙ 336- آدمی کا اپنی اس بیوی کو ملنا جس کو اس نے رجعی طلاق دے رکھی ہو 459
⊙ 337- طلاق بائن کا بیان 460
❀ خلع کے احکام
⊙ 338- عورت کا بغیر کسی شرعی سبب کے طلاق کا مطالبہ کرنا......... 462
⊙ 339- ایک عورت کو اپنے خاوند کے خلق اور دینداری پر اعتراض نہ ہوتے ہوئے بھی وہ ناپسند ہے اور اس نے خاوند کو سارا حق مہر واپس کر دیا ہے ... 463
⊙ 340- ایک عورت نے اپنے خاوند سے خلع لے لیا اور اب وہ اپنے خاوند سے اور اس کا خاوند اس سے رجوع کی رغبت رکھتا ہے 464
⊙ 341- عورت کا خاوند سے لیے ہوئے حق مہر سے زیادہ دے کر خلع لینا... 465
⊙ 342- حائضہ عورت کا خلع لینا................................ 465
⊙ 343- خلع لینے والی کی عدت 467

❀ ظہار کے احکام

⊙ 344- ظہار اور اس کا کفارہ 468
⊙ 345- عورت کا اپنے خاوند کو بھائی کہنا 470
⊙ 346- مذکورہ صورت حال میں آدمی کا اپنی بیوی کی طرف سے اپنے مال میں سے مسکینوں کو کھانا کھلانا 471
⊙ 347- بیوی ہمیشہ اپنے شوہر کو کہا کرتی ہے: تم میرے خاوند ہو، تم میرے باپ ہو، تم میرے بھائی ہو اور تم دنیا میں میرا سب کچھ ہو..... 472
⊙ 348- عورت کا اپنے خاوند کو از روئے مذاق کہنا: اے میرے بیٹے!... 473
⊙ 349- ظہار کو معلق کرنا 473
⊙ 350- جب خاوند کفارہ ظہار کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو عورت کے حقوق کس کے ذمہ ہوں گے؟ 474

❀ ایلاء اور لعان

⊙ 351- بیوی سے جنسی تعلقات قائم نہ کرنے کی قسم اٹھانا 475
⊙ 352- بیوی سے تین ماہ سے زیادہ مدت تک کے لیے قطع تعلقی کرنا .. 476
⊙ 353- لعان کرنے والوں کے بچے کا حکم 477

❀ نسب ملانا اور متبنّیٰ بنانا

⊙ 354- عورت کا چھ ماہ میں بچہ پیدا کرنا 478
⊙ 355- بچے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنا 478
⊙ 356- عورت کو اس کے خاوند کے نام کے ساتھ پکارنا 479
⊙ 357- ولدِ زنا کا حکم جب اس کا باپ (زانی) اعتراف کرے اور اس کی ماں شادی شدہ نہ ہو 479

⊙ 358- لڑکی کا اپنے اس والد سے خلوت وتنہائی اختیار کرنا جس نے اس کو منہ بولی بیٹی بنا رکھا ہے 480

❀ عدت اور سوگ کرنا

⊙ 359- عورتوں پر ان کے خاوندوں کی وفات پر عدت فرض کرنے کی حکمت 481
⊙ 360- جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کی عدت نہیں ہے 482
⊙ 361- اس عورت کی عدت جس کا خاوند دخول سے پہلے ہی فوت ہو گیا ... 483
⊙ 362- ایسی عورت کی عدت جس کو اس کے غائب رہنے والے خاوند نے طلاق دی 485
⊙ 363- گم شدہ خاوند والی عورت کتنا عرصہ انتظار کرے؟ 485
⊙ 364- وہ عورت جس کا خاوند گم ہو گیا پھر مردہ حالت میں ملا 486
⊙ 365- حاملہ کے اِحداد (سوگ) کی مدت اس کے وضع حمل سے ختم ہو جاتی ہے 487
⊙ 366- خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور طلاق نامہ ایک سال کے بعد بھیجا.. 487
⊙ 367- کیا خاوند اپنی بیوی کو سوگ چھوڑنے کی اجازت دے سکتا ہے؟ ... 488
⊙ 368- عدتِ وفات گزارنے والی عورت پر کیا واجب ہے؟ 489
⊙ 369- نوکری کرنے والی ملازمہ کی عدت کا طریقہ.............. 490
⊙ 370- اپنے خاوند پر سوگ کرنے والی عورت پر لاگو ہونے والے احکام کا بیان 491

371- سوگ منانے والی عورت کو کون سے لباس پہننا جائز ہے؟ 493
372- سوگ منانے والی عورت کا خوشبو استعمال کرنا 493
373- سوگ منانے والی عورت کا اپنا سر دھو کر تیل اور خوشبودار کریمیں لگانے کا حکم 493
374- عدت والی عورت کو پیغام نکاح دینا اور اس سے منگنی کرنا ... 494
375- فوت شدہ خاوند کی عدت گزارنے والی عورت نے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سفر کیا 494
376- عدت والی عورت کا ضرورتاً کسی اور گھر میں منتقل ہونا 495
377- عدت والی عورت کا اپنی عمر رسیدہ والدہ کی زیارت کے لیے جانا
378- سوگ والی عورت کا پڑھنے کے لیے جانے کا حکم 496
379- سوگ منانے والی عورت کا نماز تراویح ادا کرنے کے لیے جانا... 497
380- عورت کا خاوند کے علاوہ کسی (میت) پر احداد (سوگ) کرنا .. 497
381- وہ عورت جس نے اپنی جہالت و ناواقفیت کی بنا پر اپنے خاوند کی وفات کے بعد احداد (سوگ) نہ کیا 498
382- عورت کا عدتِ وفات کے پورا ہونے پر غسل کرنا.......... 499
383- عورت کا عدتِ وفات ختم ہونے پر سورۃ الفاتحہ پڑھنا 499
384- وہ عورت جو اپنی جہالت کی وجہ سے احداد (سوگ) کے دوران ممنوعہ کاموں کی مرتکب ہوئی.................................. 499

نان ونفقہ کے احکام

385- بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے 501
386- عورت کو ماہانہ خرچہ دینے کا حکم 502

⊙ 387- بیوی کا اپنے خاوند کے مال سے کچھ لینا 502
⊙ 388- بیوی کا اپنے خاوند کے مال سے صدقہ کرنا 503
⊙ 389- عورت کا اپنے خاوند کی لاعلمی میں اس کے مال سے اپنے گھر (میکے) والوں کے لیے کچھ خریدنا 503
⊙ 390- خاوند کا مال لینا اور پوچھنے پر انکار کرنا 503
⊙ 391- بیوی کا اپنے خاوند کے مال سے علاج معالجہ 506
⊙ 392- تین طلاق یافتہ حاملہ عورت کا خرچہ 507
⊙ 393- وہ عورت جو جانتی ہو کہ اس کے خاوند کا مال حرام ہے 508
❀ رضاعت کے احکام
⊙ 394- جو عورت اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی کیا وہ گناہ گار ہوتی ہے؟... 509
⊙ 395- بچے کا دودھ چھڑانے میں دو سال سے تاخیر کرنا 509
⊙ 396- حرمت ثابت کرنے والی رضعات کی تعداد 509
⊙ 397- جب دو دودھ پینے والے ایک ہی عورت کے پستان سے مختلف اوقات میں دودھ پییں 511
⊙ 398- مصنوعی دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی ... 512
⊙ 399- ایک عورت جس نے کسی کو اپنے دودھ کے ساتھ مصنوعی دودھ ملا کر پلایا 512
⊙ 400- مسلمانوں اور نصرانیوں کے درمیان رضاعت کا اثر 513
⊙ 401- جس عورت کا خاوند بڑے زور سے اس کا دودھ پیتا ہے.... 514
⊙ 402- ایک عورت جس نے اس غرض سے اپنا دودھ پیا تا کہ اس کا خاوند اسے طلاق دے دے 515

⊙ 403- رضاعی بہنوں سے ہاتھ ملانے اوران کو بوسہ دینے کا حکم ... 515
⊙ 404- اس شخص کا حکم جس نے ایسی عورت سے شادی کی جو اس کے ساتھ ایک مرتبہ دودھ پی چکی ہو 516
⊙ 405- جب کسی شخص پر واضح ہوجائے کہ اس کی بیوی اس کی رضاعی بہن ہے 516
⊙ 406- عورت کا اپنے بھائی کو دودھ پلانا 518
⊙ 407- والدہ (نانی) کا اپنے نواسے کو دودھ پلانا 518
❀ پرورش کے احکام
⊙ 408- پرورش کرنے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ 519
⊙ 409- طلاق ہوجانے کی صورت میں والدین میں سے کوئی بھی اپنے بچے کو دوسرے کو ملنے سے نہ روکے 520
❀ قسموں اور نذروں کا بیان
⊙ 410- کفارۂ قسم کا بیان 522
⊙ 411- ایک ہی مسکین یا فقیر کو قسم کا کفارہ ادا کردینا 523
⊙ 412- کفارۂ قسم کے (تین) روزے پے در پے رکھنا واجب نہیں 523
⊙ 413- قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا 524
⊙ 414- لغو قسم اور اس کی تعریف 524
⊙ 415- وہ قسم جس پر قسم اٹھانے والے کو مجبور کیا گیا ہو 525
⊙ 416- یمین غموس (گناہ وغیرہ میں ڈبو دینے والی قسم) 525
⊙ 417- تکرار سے قسم اٹھانا 526
⊙ 418- ظن غالب کی بنا پر قسم اٹھانا 527

⊙ 419- جس شخص نے اپنے دل میں قسم اٹھائی مگر زبان سے اس کا
تلفظ نہ کیا 527
⊙ 420- دو جھگڑنے والوں کے درمیان صلح کی غرض سے اللہ تعالیٰ کی
جھوٹی قسم کھانا 528
⊙ 421- مشیتِ الٰہی کے ساتھ (ان شاء اللہ کہہ کر) قسم اٹھانا 528
⊙ 422- امانت کی قسم اٹھانا 531
⊙ 423- انجیل پڑھنا اور اس کی قسم اٹھانا 531
⊙ 424- دینِ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی قسم اٹھانا 531
⊙ 425- ایک عورت نے قسم اٹھائی کہ وہ موت تک اسی گھر میں رہے
گی پھر اس کے گھر والے اس گھر سے منتقل ہو گئے 533
⊙ 426- وہ عورت جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا 533
⊙ 427- عورت نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنے بیٹے کے گھر میں داخل نہ ہو گی
پھر اس نے وہ مکان خرید لیا 534
⊙ 428- عورت کا اپنے خاوند کو کہنا: مجھ پر ہمارا رب حرام ہے یا یہ کہنا:
میرے اور تیرے درمیان اللہ کی حد ہے 535
⊙ 429- اس ماں کا حکم جو اپنی اولاد پر قسم اٹھاتی ہے مگر وہ اس کی مخالفت
کرتے ہیں 537
⊙ 430- نذر کی حقیقت 538
⊙ 431- معلق نذر 541
⊙ 432- مباح نذر کا حکم 541
⊙ 433- حرام نذر پوری کرنے کا حکم 542

⊙ 434- نذر کو مشیت الٰہی (ان شاء اللہ) کے ساتھ مقید کرنا 542
⊙ 435- عورت نے حالتِ غضب میں نذر مانی کہ وہ اپنے بیٹے کو اتنا مارے گی کہ اسے خون نکلنے لگے گا مگر اس نے ایسا نہ کیا............ 543
⊙ 436- وہ عورت جس نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی نذر مانی ... 543
⊙ 437- نذر کے روزے کی نیت سے عرفے کے دن، عاشورے کے دن اور ان کے علاوہ نفلی روزوں کے ایام میں روزہ رکھنا 544
⊙ 438- تلاوتِ قرآن کی نذر 545
⊙ 439- ایسی جگہ کچھ ذبح کرنے کی نذر ماننا جہاں غیر اللہ کے لیے (جانور وغیرہ) ذبح کیے جاتے ہیں 545
⊙ 440- نذر کی سمت اور جگہ کو تبدیل کرنا 546

❀ لباس اور زیب وزینت

⊙ 441- عورت کا آراستہ کپڑوں میں باہر نکلنا 548
⊙ 442- عورت کا کپڑوں کے نیچے جالی دار بنیان وغیرہ پہننا 548
⊙ 443- عورت کا باریک ملبوسات پہننا 549
⊙ 444- اَنگیا (Brassiers) پہننے کا حکم 549
⊙ 445- عورت کے لیے تنگ آستینوں والا لباس پہننے کا حکم......... 549
⊙ 446- عورتوں کا ایسا لباس پہننا جو زمین کو لگ رہا ہو 550
⊙ 447- زیب وزینت کے لیے عورت کا اونچی ٹوپی (Hat) پہننا..... 551
⊙ 448- عورت کے لیے ہائی ہیل (اونچی ایڑھی والا جوتا) پہننا 551
⊙ 449- عورت کا مرد کے جوتے کے مشابہ جوتا پہننا 552
⊙ 450- چہرے اور ہاتھوں پر وشمہ کرنا (گودنا گودوانا، یعنی کھال کو سوئی

وغیرہ سے گود کر سرمہ اور نیل وغیرہ چھڑکنا) 553
⊙ 451- زیورات پہنانے کے لیے بچی کے کان چھیدنا 554
⊙ 452- زینت کی غرض سے رنگین شیشوں والے چشمے پہننا.......... 555
⊙ 453- میک اپ (سامان تزیین و آرائش) استعمال کرنے کا حکم... 555
⊙ 454- حسن نکھارنے والے آپریشنز (سرجری وغیرہ) کروانے کا حکم... 555
⊙ 455- مصنوعی پلکیں لگانے کا حکم 556
⊙ 456- سونے کے کڑے اور چھلے پہننے کا حکم 557
⊙ 457- سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے کا حکم 557
❀ عورت (ستر) اور پردہ
⊙ 458- شرعی حجاب کا طریقہ 560
⊙ 459- نقاب کے بارے میں دین اسلام کا حکم.................. 560
⊙ 460- مفقود العقل اور پاگل آدمی سے پردہ کرنا.................. 561
⊙ 461- عورت کا ایسے شخص سے پردہ کرنا جس پر وہ فی الوقت حرام ہے ... 562
⊙ 462- مسلمان عورت کا کافر عورت کے سامنے حجاب و پردہ 562

چوتھی قسم: متفرق احکام

❀ طب کے احکام ومسائل
⊙ 463- ان ادویات (کریموں وغیرہ) کا استعمال جو گندمی رنگ کی
عورت کو گوری چٹی بنا دیں 565
⊙ 464- طبیب (ڈاکٹر) کا معائنہ گاہ میں مریضہ (اور نرس) کے ساتھ
خلوت و تنہائی اختیار کرنے کا حکم 566

⊙ 465- ڈاکٹر کے لیے عورتوں کا علاج کرنے کا حکم 566
⊙ 466- عورت کا اپنے خاوند کے والد (سسر) کی تیمار داری و دیکھ بھال
کرنے اور اس کی شرمگاہ کو دیکھنے کا حکم 567
⊙ 467- غیر مسلم ڈاکٹر کے مسلمان عورتوں کا ڈیلوری کیس کرنے کا حکم ... 567
⊙ 468- ایک عورت کے جراثیم لے کر دوسری عورت میں داخل کرنا..... 568
⊙ 469- عورت کا اپنا رحم اپنی بیٹی کو عطیہ کرنا 568
❀ اختلاط (مرد وزن)
⊙ 470- نوجوان لڑکیوں کا لڑکوں کو بذریعہ انٹرنیٹ (اور موبائل وغیرہ)
پیغام (SMS) بھیجنے کا حکم 569
⊙ 471- عورت کا شادی یا ماتم یا عقیقہ وغیرہ کی ایسی محفلوں میں شرکت
کرنا جہاں بدعات کا ارتکاب ہوتا ہو 569
❀ عورت اور طلب علم
⊙ 472- عورتوں کا ریاضی اور علم کیمیا (وغیرہ) پڑھنا 570
⊙ 473- تعلیم دینے کی غرض سے طالبات کی پٹائی کرنا............ 570
❀ عورت کا دائرہ عمل
⊙ 474- عورت کے عمل کے سلسلہ میں اسلام کا حکم 572
⊙ 475- عورت کا ہوائی جہازوں اور ہوٹلوں میں میزبان کی حیثیت
سے کام کرنا 572
⊙ 476- بیوٹی پارلرز میں ملازمت کرنا اور اس کی کمائی کھانا.......... 573
❀ بچوں کی تربیت
⊙ 477- بچوں کے ساتھ سلوک اور معاملہ کرنے میں نبی اکرم ﷺ

کا طریقہ.. 574
⊙ 478- ماں کا اپنے یتیم بیٹے کی تربیت کی غرض سے پٹائی کرنا...... 576
⊙ 479- بچے کی پٹائی اور اس کی نفسیات پر اس کا اثر................ 577
❀ نیکی اور صلہ رحمی
⊙ 480- مسلمان کی اپنے زندہ والدین کے ساتھ سب سے افضل نیکی
اور سلوک 578
⊙ 481- میں اپنے والدین کی وفات کے بعد کن اعمال کے ذریعہ ان
سے نیکی کروں؟ 579
⊙ 482- اپنے والدین اور اپنی اولاد کے والدین پر لعن طعن کرنے والی
عورت کا حکم 579
⊙ 483- رشتہ داری کی حدود جن سے صلہ رحمی کرنا واجب ہے 582
⊙ 484- رشتہ داروں کے ترک نماز پر ان سے قطع رحمی کرنا 583
⊙ 485- کسی شخص کا اپنے سسرالیوں کے ازدواجی زندگی میں بگاڑ و
فساد پیدا کرنے کی وجہ سے قطع تعلقی کرنا........................ 584
⊙ 486- عورت اور ساس کا جھگڑا 585
❀ خوابوں کا بیان
⊙ 487- ''حلم'' (خواب) اور ''رؤیا'' (سپنا) میں فرق 587
⊙ 488- کسی خواب کا بار بار آنا اس کے سچا ہونے کی دلیل نہیں ہے.... 588
⊙ 489- میں بے چین اور خوفزدہ کر دینے والے خواب دیکھتی ہوں..... 589
⊙ 490- نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا 591
⊙ 491- ایک عورت کا خواب 592

❀ حیوانات کے ساتھ نرمی کا برتاؤ

⊙ 492- پرندے پالنے کا حکم 594
⊙ 493- ایک عورت جو ایک حیوان کے قتل کا سبب بنی 595
⊙ 494- کیڑے مکوڑوں کو الیکٹرانک کیڑے مار مشین (Insect
Killer) کے ذریعہ ہلاک کرنا 595
⊙ 495- موذی جانوروں کو قتل کرنے والے پر کوئی کفارہ نہیں ہے... 596

❀ تفریح نفس کے احکام

⊙ 496- دینی نعتیں سننے کا حکم 597
⊙ 497- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ گانے سننا.................... 597
⊙ 498- آلات لہو ولعب (موسیقی) رکھنا 597
⊙ 499- عورت کا موسیقی پر رقص و ڈانس کرنا 598
⊙ 500- سینما گھروں میں جانے کا حکم 598

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

دین اسلام کی کمال و جامعیت کی علامت ہے کہ اس میں شعبہ ہائے حیات سے منسلک افراد کی رشد و ہدایت کے لیے واضح اور مفصل تعلیمات موجود ہیں جن سے ہر شخص اپنے مسائل وضروریات کی بابت بآسانی آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔

خواتین کے متعلقہ احکام و مسائل کو جس تفصیل و وضاحت اور جامعیت کے ساتھ قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ بھی ہمارے دین کی ایسی امتیازی خوبی ہے جس میں کوئی دوسرا مذہب اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اور یہ تعلیمات ایسی کامل و اکمل ہیں کہ تاقیامت پیدا ہونے والے پیچیدہ اور دشوار مسائل کا حل بھی انھیں تعلیمات میں موجود ہے۔

اس امر کا بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے، جن میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں، بنا بریں جس طرح سیرت نبوی میں مردوں کے لیے بہترین نمونہ ہے ایسے ہی عورتوں کے لیے بھی سیرت و سنت نبوی میں بہترین اسوہ اور رشد و ہدایت کا کامل سامان موجود ہے۔

زیر نظر کتاب میں خواتین کو پیش آمدہ مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں حل پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عالم اسلام

کے نامور علماء کے فتاویٰ کو یکجا کیا گیا ہے جو کسی امتی کے اقوال پر مبنی نہیں بلکہ خالصتاً کتاب وسنت کی بنیاد پر تحریر کیے گئے ہیں۔

اس لیے یہ مجموعہ ہر مسلمان کے لیے تسلی بخش اور مفید ہیں، چاہے وہ دنیا کے کسی خطے اور کسی مسلک سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ اور اس مجموعے کی ایک امتیازی صفت یہ بھی ہے کہ اس میں صرف صحیح اور ثابت احادیث پر اعتماد کیا گیا ہے، اس ضمن میں عالم اسلام کے نامور محدث جلیل علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے افادات وتحقیقات سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے۔ رحمه الله رحمة واسعة.

زیر نظر کتاب کو ہمارے فاضل بھائی حافظ عبداللہ سلیم حفظہ اللہ نے اردو زبان میں منتقل کیا ہے جس پر ہم ان کے ممنون ہیں۔ اور آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس کتاب کو دینوی اور اخروی فوز وفلاح کا ضامن اور جنت میں بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین یا رب العالمین.

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الٰہی

مدیر

مکتبہ بیت السلام ریاض

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرض مرتب

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الخلق والمرسلين، وعلى آله وصحبه، وسلم تسليما كثيرا. وبعد:

میں نے اس کتابی سلسلہ میں کبار علماءِ امت کے مختلف احکام و مسائل پر مشتمل پانچ صد فتاویٰ جات جمع کیے ہیں جو عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق و آداب کے مختلف پہلوؤں پر راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ان جوابات کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فتاویٰ جات جدید پیش آمدہ مسائل پر ہر ملک اور اسلامی معاشرے کے لیے یکساں مفید ہیں، کیونکہ ان میں قرآن و سنت کی نصوص پر اعتماد کرتے ہوئے مختلف لوگوں کے سوالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

شرعی احکام کا یہ مجموعہ عالم اسلام کے نامور اور سربر آوردہ علماء کے جوابات پر مشتمل ہے، جس میں مسلمانانِ عالم کے متنوع سوالات کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کیا گیا ہے، چنانچہ اس مجموعہ میں خواتین کے احکام و مسائل پر فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں، جو اس موضوع کی تمام جزئیات اور نواحی کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جو مسلمان عورت بھی اس موضوع سے متعلق کوئی مسئلہ اور فتویٰ چاہے گی وہ ضرور اس مجموعہ میں پائے گی۔ وللہ الحمد

اسلوبِ کتاب:

(1) اس کتاب میں خواتین کے متعلقہ پانچ صد جدید عصری مسائل کے جوابات

جمع کیے گئے ہیں۔

2. جواب سے پہلے سوال کو عنوان اور سرخی کی شکل میں درج کیا گیا ہے۔
3. ہم نے جواب کو جوں کا توں مکمل تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے، البتہ بعض مقامات پر ضرورت کے پیش نظر اختصار سے کام لیا ہے۔
4. ہم نے تمام مسائل کو موضوع کے لحاظ سے ترتیب وار جمع کیا ہے، تاکہ کتاب سے استفادہ میں سہولت رہے۔
5. قرآنی آیات کا نمبر اور سورت کا نام بھی ذکر کیا ہے۔
6. احادیث کی تخریج و تحقیق کا مکمل اہتمام کیا گیا ہے۔ جو احادیث صحیح بخاری و مسلم میں ہیں ان میں صرف حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے، کیونکہ جو حدیث صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے اس کی صحت و ثقاہت مسلّمہ امر ہے، البتہ جو احادیث دیگر کتب احادیث کے حوالے سے لکھی گئی ہیں ان میں سے ہر حدیث کے شروع میں صحت و ضعف کا حکم لگایا گیا ہے، جس میں زیادہ تر اعتماد محدث العصر ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیقات پر کیا گیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کو قبول فرمائے اور ہمارے لیے اس کتاب کو توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین.

پہلی قسم

عقیدہ

1. توحید
2. اسلام اور دین
3. قضاو قدر
4. اسماء وصفات
5. رسولوں پر ایمان
6. شرک سے ڈرانا
7. احوالِ قبر
8. قیامت کی نشانیاں
9. احوالِ آخرت

توحید

1- اہل توحید

اہل توحید وہ ہیں جو اللہ اکیلے کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یعنی عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے قائم کرنے والے اور اس عبادت میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنے والے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اہل توحید کہا جاتا ہے۔ اور وہ کسی ایک جماعت کے ساتھ دوسری کو چھوڑ کر خاص نہیں ہیں، بلکہ انسان کسی بھی ملک سے ہو، کسی بھی قبیلے اور خاندان سے ہو اور کسی بھی جنس سے ہو جب وہ اللہ اکیلے کی عبادت کو قائم کرنے والا ہو اور اس عبادت میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنے والا ہو تو وہ اہل توحید اور اہل جنت میں سے ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/1)

2- توحید کی اقسام

پہلی قسم: توحید ربوبیت ہے۔ توحید ربوبیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو پیدا کرنے، مالک ہونے اور تدبیر کرنے میں یکتا ماننا، یہ عقیدہ رکھنا کہ خالق اللہ ہی ہے، مالک بھی اللہ ہی ہے اور مدبر بھی اللہ ہی ہے، اللہ رب العالمین کے سوا کوئی بھی یہ کام قطعاً نہیں کرسکتا۔ پس وہ پیدا کرنے میں بھی منفرد ہے، ملکیت میں بھی تنہا ہے اور تدبیر میں بھی یکتا ہے، چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ﴾ [الأعراف: 54]

''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔''

اس مذکورہ آیت میں پیدا کرنے اور حکم چلانے کو صرف اللہ اکیلے کے لیے محصور کیا گیا ہے اور یہ بات مذکورہ آیت میں ﴿لَهُ﴾ خبر کے ﴿الْخَلْقُ﴾ مبتدا پر مقدم ہونے سے معلوم ہوتی ہے، اور ایسے لفظ کو مقدم کرنا جس کا حق مؤخر ہونا ہوتا ہے، حصر کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ علماءِ بلاغت نے اس اصول کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ پس تمام مخلوق اللہ کی ہے لہٰذا حکم بھی اسی کا چلے گا اور اس میں کوئی شریک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ﴾ [الفاطر: 14,13]

''اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمھاری درخواست قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تجھے ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ

شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ
اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ [السبأ: 23,22]

''کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مدد گار ہے۔ اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔''

پس اللہ عزوجل نے واضح کر دیا کہ وہ بے وقوف لوگ جو شریک ٹھہراتے ہیں ایسے لوگوں کو جن کو ان کے عبادت گزاروں نے اللہ کے ہاں سفارشی اور اس کے شریک بنا رکھا ہے وہ (معبودان باطلہ) آسمانوں و زمین میں اللہ کو چھوڑ کر مستقل طور پر ذرہ برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ ﴿وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ﴾ یعنی ان کی اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی شراکت نہیں ہے، پس وہ کسی چیز میں مستقل حیثیت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ کسی چیز میں اللہ کے شریک ہیں، ﴿وَ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾ یعنی ان بناوٹی شریکوں میں سے کوئی بھی اللہ عزوجل کی مدد کرنے والا اور اس سے تعاون کرنے والا نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوق سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔

﴿وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ یعنی اللہ کی کمال سلطنت اور عظیم بادشاہی کی وجہ سے کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں سفارش نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ اور بندے کے درمیان ثالث بنتے ہوئے کسی کو خیر و بھلائی سے نوازے اور کسی سے ضرر کو دور کرے۔ اس آیت میں مشرکوں کے تمام دلائل اور دعووں کا رد ہے، جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ بلاشبہ وہ ان بتوں کو اللہ

کے ہاں سفارشی بنانے کے لیے ان کی عبادت کرتے ہیں، مگر اللہ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾

اور یہ بات معلوم ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان بتوں کو سفارش کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دے گا اور نہ ہی وہ کسی کو اجازت دے گا کہ وہ ان بتوں کے پجاریوں کی سفارش کرے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ [النجم: 26]

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ [الأنبياء: 28]

''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جسے وہ پسند کرے۔''

ان آیات کے پیش نظر ان مشرکوں کے تمام سہارے ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کرتے ہیں اور اس سے جلب منفعت اور دفع مضرت کی امید وابستہ کیے ہوئے ہیں یقیناً ان کو یہ مطلوبہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾

[الأحقاف: 6,5]

''اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔''

لہٰذا توحید ربوبیت کا مطلب ہوا اللہ کو تین امور یعنی خلق، ملک اور تدبیر میں یک وتنہا ماننا، پس اس کے سوا کوئی خالق نہیں، اس کے سوا کوئی مالک نہیں اور اس کے علاوہ کوئی مدبر نہیں ہے۔ مخلوق سے اشیاء کی تخلیق کا کام نہیں پایا جاتا، نہ مخلوق سے ملک پایا جاتا ہے اور نہ ہی مخلوق کے پاس تدبیر کی طاقت ہے، پس مخلوق کی تدبیر ناقص ہے اور وہ اس کے ساتھ استقلال اختیار کرنے والی نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اللہ کی خلق اور اس کے پیدا کرنے سے ہے، اس خلق میں مستقل یک وتنہا صرف اللہ تعالیٰ ہے، پس مخلوق نے جو بھی کچھ بنایا اور ایجاد کیا ہے لیکن اس کا بنانا اللہ کے بنانے کی طرح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اشیاء کو عدم سے وجود میں لانے والے ہیں جبکہ مخلوق کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے کی طاقت نہیں رکھتی وہ تو صرف ایک چیز کو دوسری چیز سے جوڑ سکتی ہے یا ایک چیز کی صورت کو کسی دوسری چیز میں بدل سکتی ہے جس طرح بڑھئی لکڑی سے دروازہ اور لوہار لوہے کی چادروں سے دروازے وغیرہ بنایا کرتا ہے لیکن ان اشیاء کے مادے کو ہرگز نہیں بنا سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِاجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴾

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ [الحج: 74,73]

''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

ایسے ہی انسان کی بھی ملکیت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ﴾ [المؤمنون: 6]

''مگر اپنی بیویوں یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ ﴾ [النور: 61]

''یا (اس گھر سے) جس کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو۔''

لیکن انسان کی یہ ملکیت مقید اور محدود ملکیت ہے جو ہر چیز پر حاوی ہے اور نہ ہی انسان کو ان اشیاء پر مطلق طور پر تصرف کرنے کا حق ہے بلکہ اس کا تصرف محدود ہے، چنانچہ میرے ہاتھ میں جو ملکیت ہے وہ تمھارے ہاتھ میں نہیں اور جو تمھارے ہاتھ میں ہے وہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے، کیونکہ وہ ایسی محدود ملکیت ہے کہ تم اس میں صرف شریعت کے حسب منشا ہی تصرف کر سکتے ہو۔ ایسے ہی انسان تدبیر بھی کرتا ہے: وہ اپنے مملوک غلام، اپنی بیوی اور گھر والوں

کے متعلق تدبیر کرتا ہے لیکن وہ تدبیر ناقص ہوتی ہے، ہر چیز پر حاوی و طاری نہیں ہوتی، اور نہ ہی انسان کو اس تدبیر میں مطلق آزادی حاصل ہے۔

لہٰذا مذکورہ بحث سے ہمیں معلوم ہوا کہ خلق، ملک اور تدبیر میں منفرد، یک وتنہا صرف اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ چنانچہ توحید کی اقسام میں سے ایک قسم یہ ہے۔ توحید کی اس قسم کا وہ مشرک بھی انکار نہیں کرتے تھے جن میں رسول اللہ ﷺ بطور نبی اور رسول کے مبعوث ہوئے تھے بلکہ وہ اس توحید کا انتہائی زیادہ اقرار کرتے تھے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾

[الزخرف: 87]

''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو بلاشبہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾

[لقمان: 25]

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔''

اسی مضمون کی کئی آیات ہیں جو تمام کی تمام اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بلاشبہ جو مشرکوں سے نبی ﷺ نے قتال کیا اور ان کے خونوں، مالوں، عورتوں اور بچوں کو گرانا اور پکڑنا مباح اور جائز قرار دیا وہ اس توحید یعنی توحید ربوبیت کے اقراری تھے لیکن توحید ربوبیت کے اس اقرار نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ وہ توحید الوہیت یعنی توحید عبادت میں شرک کرتے تھے۔ عبادت، جو

خالص اللہ کا حق ہے، یہ توحید کی دوسری قسم ہے۔ توحید الوہیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھ آ رہی ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبياء: 25]

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔''

اور الوہیت دو چیزوں پر مبنی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ عبادت دو چیزوں پر مبنی ہے اور وہ ہیں: محبت اور تعظیم۔ پس محبت کے ذریعہ امید حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی محبت اور اس سے ثواب حاصل کرنے کے لیے اس کے احکام پر عمل ہوتا ہے، اور تعظیم کے ساتھ، جو کہ عبادت کی دوسری اساس اور بنیاد ہے، انسان ان نواہی کو چھوڑ دیتا ہے جن سے اللہ نے منع کر رکھا ہو، کیونکہ وہ اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی نواہی کو ترک کر دیتا ہے۔ پھر عبادت کی بھی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط ہے اللہ کے لیے اخلاص، اور دوسری ہے رسول اللہ ﷺ کا اتباع، لہٰذا ثابت ہوا کہ عبادت کے دو رکن اور دو ہی شرطیں ہیں، جہاں تک اس کے رکنوں کا تعلق ہے وہ محبت اور تعظیم ہیں اور وہی عبادت کی اساس اور جڑ ہیں، رہی عبادت کی شرطیں تو وہ اللہ کے لیے اخلاص اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ [البينة: 5]

''اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہوں۔''

نیز قدسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

«أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك فيه معي غيري تركته وشركه»❶

''میں شرکاء میں سے سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں، جس شخص نے کوئی کام کیا اور اس میں میرے ساتھ شریک ٹھہرایا تو میں اس شرک کرنے والے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔''

اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع عبادت کی دوسری شرط ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران: 31]

''کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اسی سلسلہ میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد»❷

''جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر وحکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

---

❶ صحيح مسلم [2985/46]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [60] صحيح مسلم [1718/18]

اور آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

«من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد»[1]

''جس شخص نے ہمارے اس امر دین میں کوئی نیا عمل ایجاد کیا جو دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

حدیث میں لفظ ''رد'' کا مطلب ہے کہ وہ عمل کرنے والے پر مردود ہوگا کیونکہ اس شخص نے اس عمل میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہیں کیا ہے۔

اور آج جب ہم بہت سے مسلمانوں کی حالت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ الوہیت اور عبودیت کے باب میں توحید خالص پر گامزن نہیں ہیں، ان میں سے کوئی تو قبروں کو پوج رہا ہے اور کوئی اولیاء کی عبادت کر رہا ہے اور ان میں سے کوئی نفع کی امید اور ضرر کے دور کرنے کے لیے قبروں کا طواف کر رہا ہے اور ان میں سے کوئی حکام کو الٰہ بنائے ہوئے ان کو الوہیت کا مقام دے رہا ہے، اللہ نے جس چیز کو حرام کیا ہے وہ ان حکام کی اطاعت کرتے ہوئے اس کو حلال کر رہا ہے اور جس کو اللہ نے حلال کیا ہے وہ اس کو ان کے کہنے پر حرام ٹھہرا رہا ہے حالانکہ ایسا کرنا ان حکام کو رب اور الٰہ بنانے کے مترادف ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [التوبة: 31]

''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2697] صحيح مسلم [1718/17]

کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے
پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أليس يحرمون ما أحل الله فتحرمونه، ويحلون ما حرم الله فتحلونه؟»

''کیا ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ اللہ کی حلال کردہ (أشیاء) کو حرام کرتے تھے تو تم ان کو حرام سمجھتے تھے، اور وہ اللہ کی حرام کردہ کو حلال ٹھہراتے تو تم بھی ان کو حلال شمار کرتے تھے؟''

انھوں نے کہا: کیوں نہیں (ہم ایسے ہی کرتے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فتلك عبادتهم»[1] ''تو ایسا کرنا ہی ان کی عبادت ہے۔''

توحید کی یہ قسم وہ ہے جس میں مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور اس کی دعوت دینے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر انکار کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا:

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ [صٓ: 5]

''کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔''

اور اللہ پاک ہے اس سے کہ اس کی توحید عجاب (عجیب بات) ہو اور اس سے شرک کرنا صواب (درست) ہو، پس بہت زیادہ حیرت انگیز بات جس کی حیرت ختم نہیں ہوتی وہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کا شریک اس کو ٹھہراتے ہیں جو

[1] حسن. سنن الترمذي، رقم الحديث [3095]

ان کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ضرر اور نہ ہی قیامت تک ان کی دعا و پکار ہی سن سکتا ہے۔ اور نبی ﷺ نے ان مشرکوں کا خون گرانا ان کی عورتوں، بچوں اور مالوں پر قبضہ کرنا جائز و مباح قرار دیا اور اس شرک پر ان سے سخت قتال کرنے کا حکم دیا حتی کہ وہ ایک اللہ عزوجل کی عبادت کرنے لگیں یا وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں۔

رہی توحید کی تیسری قسم تو وہ توحید اُسماء و صفات ہے، یعنی اللہ عزوجل اپنے اُسماء اور اپنی صفات میں منفرد ہے، اور یہ اس طرح کہ اللہ نے جو اپنے لیے ثابت کیا ہے اس کا بغیر تمثیل کے اثبات کرنا اور جس کی اپنے سے نفی کی ہے اس کی بغیر تعطیل کے نفی کرنا اور جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خاموش ہیں ان سے خاموشی اختیار کرنا۔ توحید کی اس قسم میں امت مسلمہ کئی گروہوں میں بَٹ گئی، پس ان میں سے بعض سلف ہیں، اور وہ صرف اور صرف اہل السنہ والجماعۃ ہیں جنھوں نے ان اُسماء و صفات کا بلا تمثیل اثبات کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اپنی کتاب قرآن مجید میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبانی ثابت کیا ہے اور انھوں نے ہر اس چیز کی بلا تعطیل نفی کی جس کی نفی خود اللہ نے اپنی ذات سے کی ہے اور انھوں نے ہر اس چیز سے خاموشی اختیار کر لی جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خاموشی اختیار کی ہے۔

مزید یہ کہ انھوں نے اللہ کے لیے ہر اس چیز کا اثبات کیا جس کے ساتھ اس نے اپنی ذات کو متصف کیا، انھوں نے اللہ کے لیے حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ، کلام، عزت، حکمت، رحمت، خوش ہونا اور ہنسنا جیسی صفات کا اثبات کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے لیے ان صفات کا اثبات کیا ہے، نیز انھوں نے اللہ کے لیے چہرے، ہاتھ اور آنکھوں کا اثبات کیا ہے، مزید

انھوں نے اللہ کے لیے قدم اور پنڈلی کا اثبات کیا ہے، اور ایسے ہی ہر وہ چیز جس کے ساتھ اللہ نے اپنی ذات کو متصف کیا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ نے اللہ عزوجل کے لیے بلاتمثیل اس وصف کا اثبات کیا ہے۔ وہ ان صفات کا اللہ کے لیے اثبات کر کے کہتے ہیں:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

پس وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے لیکن ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہے، اس کا چہرہ ہے لیکن ہمارے چہروں کی طرح نہیں ہے، اس کی دو آنکھیں ہیں لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہیں اور اسی طرح باقی صفات کو اپنی صفات کی مثل نہیں سمجھتے، نیز وہ یہ تو کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، وہ عرش پر یوں بلند ہے جیسے اس کی شان و جلال کے لائق ہے، لیکن اس کا عرش پر مستوی ہونا ہمارے بستر یا سواری یا کشتی پر بیٹھنے کی طرح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔''

یہ ہے سلف صالحین کا مذہب یعنی اللہ کے لیے ان اُسماء و صفات کا اثبات کرنا جو اس نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیے ہیں، اور ان اسماء و صفات کی نفی کرنا جن کی اس نے اپنی ذات سے نفی کی ہے اور وہاں خاموشی اختیار کرنا جہاں اس نے خاموشی اختیار کی ہے۔

سلف صالحین کے بعد لوگوں نے اس مسئلہ میں بہت لمبے چوڑے جھگڑے کھڑے کر دیے جن کی کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔ پس ایک قوم نے اللہ کے لیے اُسماء کا تو اثبات کیا مگر اس کی صفات کا اثبات کرتے وقت ان میں کمی کردی اور ان اسماء وصفات کا اثبات اس طریقے سے نہیں کیا جو اہل السنۃ والجماعۃ کا منہج وطریقہ تھا بلکہ وہ اس اثبات کی کیفیت میں اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور ایک قوم نے اللہ کے ناموں کے اثبات کے ساتھ اس کی تمام صفات کی نفی کر دی یا اس کی صفت حیات، علم اور قدرت کے علاوہ باقی تمام صفات کی نفی کر دی۔

اور ایک قوم نے اللہ کے اُسماء و صفات کی نفی کر دی اور ایک قوم نے اثبات اور نفی کی نفی کر دی اور اس مسئلہ میں بہت سے اضطراب کا شکار ہوئے حتی کہ اُسماء و صفات کے متعلق ان میں سے کسی کی بدعت اتنی سخت ہے کہ وہ کفر کی حد تک پہنچی ہوئی اور اس بدعتی کو ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والی ہے، اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو بدعت کے درجے میں پہلے سے نیچے ہے، لیکن حق وہی ہے جس کی طرف سلف صالحین یعنی اہل السنۃ والجماعۃ گئے ہیں اور وہ حق یہ ہے: بغیر تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے اللہ کے لیے ہر اس صفت کا اثبات جو اس نے اپنی ذات کے لیے ثابت کی ہے، اور نفی کرنا ہر اس صفت کی جس کی اس نے اپنی ذات سے نفی کی ہے اور خاموشی اختیار کرنا اس پر جس پر اللہ نے خاموشی اختیار کی ہے، اور یہی وہ طریقہ ہے جو افراط وتفریط سے محفوظ اور سمعاً، عقلاً اور فطرتاً صحیح ثابت ہے، اس مسئلہ پر لوگوں نے بہت سی کتابیں اور رسالے تحریر کیے ہیں جو معروف اور مشہور ہیں، ان کتب میں سب سے اُحسن اور مذکورہ ٹھوس موقف کے قریب ترین کتابیں وہ ہیں جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان

کے شاگرد رشید ابن القیم رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی ہیں، چنانچہ ان دونوں نے اس موضوع پر بڑی شاندار اور مفید کتابیں لکھی ہیں اور میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا جس نے ان جیسی کتابیں ضبط تحریر میں لائی ہوں، اور اس موضوع کے جتنے بھی لکھاری ہیں تم ان کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے کی تقلید کرتے دکھائی دیتے ہیں اور پھر ان کے بھی آگے مقلد ہیں جو ان کی تقلید اور کلام سے باہر نہیں جاتے خواہ ان کے سامنے حق واضح ہو جائے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ انسان پر واجب اور لازم یہ ہے کہ وہ اس کا اتباع کرے جو اللہ کی کتاب قرآن مجید اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے، اور جب وہ فلاں اور فلاں کے قول کی وجہ سے کتاب و سنت کی مخالفت کرے گا تو وہ اس میں معذور نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ متبوعین میں سے کوئی فلاں اور فلاں کبھی ایسی غلطی کا مرتکب ہو جس میں اس کو معذور سمجھا جائے لیکن حق واضح ہو جانے کے بعد ان غلطی کرنے والوں کا اتباع کرنے والا اپنے اس اتباع میں معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

میں اس منبر اور اسٹیج سے اپنے ان تمام بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں جنھوں نے اس علم یعنی علم توحید اور علم عقائد کو پڑھا اور اس کا مطالعہ کیا ہے میں ان کو اللہ عزوجل کے تقویٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں، نیز ان کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس عظیم اور خطیر مسئلہ میں اس راہ پر چلیں، جس راہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلتے رہے ہیں کیونکہ اس مسئلہ کی بنیاد محض خبر پر ہے، اس میں عقلوں کا کوئی دخل نہیں ہے، اور اگر ہے بھی تو وہ صرف اجمالی طور پر، پس عقلیں اجمالی طور پر یہ معلوم کر پاتی ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ صفات کمال

کے ساتھ متصف ہے، ہر نقص اور عیب سے پاک ہے لیکن اس کا ادراک تفصیلی طور پر نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کو تو صرف کتاب وسنت سے اخذ کیا جاتا ہے۔

جب امر واقع یہ ہے کہ جس علم کا تعلق اللہ کی صفات اور اس کے اسماء کے ساتھ ہے اس کے حصول کا ذریعہ محض خبر ہے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس مسئلہ میں ان حقائق سے سر مو بھی انحراف کرنے کی کوشش نہ کریں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں، بلکہ ہم پر واجب ہے کہ اس سلسلہ میں کتاب وسنت سے جو کچھ ثابت ہے اس کو بغیر تحریف و تعطیل اور بغیر تکییف و تمثیل قبول کر لیں کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو اس راستے سے دور ہٹ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء وصفات میں بھٹک جاتے ہیں وہ اکثر گمراہ ہو جاتے ہیں اور ان کی یہ گمراہی ان کو حیرانگی اور شرک تک پہنچا دیتی ہے، جیسا کہ ان لوگوں کے اکثر زعماء اور قائدین سے منقول ہے، حتیٰ کہ فخر الدین الرازی، جو کہ ان کے رؤساء میں سے ہیں، سے جو شعری یا نظمی کلام منقول ہے اس میں وہ فرماتے ہیں:

نَهَايَةُ إِقْدَامِ الْعُقُوْلِ عِقَالٌ
وَأَكْثَر سَعِي الْعَالِمين ضَلاَلٌ

''عقلوں کی پیش قدمی کی انتہاء سکوت و خاموشی ہے اور عالموں کی کوشش اکثر گمراہی پر منتج ہوتی ہے۔''

وَأَرواحُنا فِي وَحشَة مِن جُسُومِنَا
وغَايةُ دُنيانَا أَذىً وَ وَبَالٌ

''اور ہماری روحیں ہمارے جسموں سے وحشت میں مبتلا ہیں اور ہماری دنیا کی انتہاء تکلیف اور وبال ہے۔''

وَلَم نَستَفِدْ مِن بَحْثِنا طُولَ
سِوى أن جَمعنَا فِيه قِيلَ

''اور ہم نے اپنی لمبی چوڑی بحث سے سوائے قیل و قال جمع کرنے کے کچھ حاصل نہیں کیا۔''

اور مزید کہا: میں نے علم کلام کے ماہرین کے طریقوں اور فلسفیوں کے مناہج پر غور وفکر کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ پیاسے کی پیاس بجھاتے ہیں اور نہ بیمار کو شفا دیتے ہیں لیکن میں نے قرآن مجید کے طریقہ ہدایت کو تمام طریقوں سے حقیقت کے قریب پایا۔ میں صفات الٰہیہ کے اثبات میں یہ آیات پڑھتا ہوں:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [طٰہٰ: 5]

''وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔''

﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ [الفاطر: 10]

''اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے نقص اور عیب سے پاک ہونے کے متعلق میں درج ذیل آیات پاتا ہوں:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ: 11]

''اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔''

﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا﴾ [طٰہٰ: 110]

''وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔''

اور جس نے میرے جیسا انداز اختیار کر کے تجربہ کیا اسے میرے جیسی معرفت حاصل ہوگئی۔

نیز اس سلسلے کا ایک اور قائد کہتا ہے:[1]

لَقَد طُفتُ فِي تِلكَ المَعاهِد كُلِها
وَسَيَّرتُ طَرفِي بين تِلكَ المَعالِمِ

''میں ان تمام تعلیمی و تحقیقی اداروں میں گھوما اور میں اس کے وجود کی جگہوں کے دونوں کناروں کے درمیان چلا۔''

فَلَم أَرَ إِلا وَاضِعاً كَفَّ حَائِر
عَلى ذَقَن أَو قَارِعَا سِن نَادِمِ

''پس مجھے سوائے ٹھوڑی کے نیچے حیرانگی کا ہاتھ رکھے یا ندامت سے دانت پیسنے والے کے سوا کوئی نظر نہ آیا۔''

یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ متکلمین اللہ تعالیٰ کو جن صفات سے متصف کرتے تھے اور ان صفات کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنی عقلوں سے فیصلہ کرنے چلے تھے وہ سخت حیرت میں مبتلا تھے، اور ان میں سے جو علم کلام کی انتہا تک پہنچا آخرکار وہ اس حق کی طرف لوٹ کر رہا جس پر اس امت کے سلف صالحین گامزن تھے۔ یعنی ان صفات کا اثبات جو اللہ نے اپنی ذات کے لیے ثابت کی ہیں اور ان کی نفی جن کی اللہ نے اپنی ذات سے نفی کی ہے یا رسول اللہ ﷺ نے اس سے نفی کی ہے اور سکوت اختیار کرنا ان صفات کے متعلق جن کے بارے نہ اثبات مروی ہے اور نہ نفی، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ یہی ادب روا رکھنا چاہیے، لہٰذا ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اللہ عزوجل کی طرف رجوع کریں اور اس عظیم اور خطیر مسئلہ میں اپنے سلف صالحین کے منہج کی طرف پلٹ آئیں، اور ہم اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے

[1] یہ بات کہنے والا ابوعبداللہ محمد بن عبدالکریم الشہرستانی (المتوفی ۵۴۸ھ) ہے۔

لیے اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور سلف صالحین کے منہج کی طرف پلٹ آنے کی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ نیز ہم اس سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس عقیدے پر فوت کرے جسے وہ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1204/1)

3- توحید کی تحقیق کرنے کی کیفیت

مسلمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اختیار کر کے توحید کا ثبوت دیتا ہے، یعنی اس کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، نہ وہ اس میں دکھلاوا کرتا ہے اور نہ شہرت کا خواہش مند بنتا ہے، وہ تو صرف اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہے یہ تو توحید فی العبادت کا ثبوت ہے۔

اسی طرح اللہ کی ربوبیت کی نسبت وہ توحید کا یوں ثبوت فراہم کرتا ہے کہ وہ صرف اللہ پر اعتماد و بھروسا کرتا ہے اور صرف اللہ سے مدد طلب کرتا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا:

« يا غلام! إني أعلمك كلمات: احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك، إذا سألت فاسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله، واعلم أن الأمة لو اجتمعوا على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك »[1]

''اے لڑکے! بلاشبہ میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں: اللہ کی

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [2516]

(اس کے احکام میں) حفاظت کر وہ تیری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد رکھ اسے ہمیشہ اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر اور جان لے کہ بلاشبہ اگر ساری امت تجھے کسی چیز کا فائدہ پہنچانے کے لیے جمع ہوجائے تو وہ سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھا ہوا ہے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور اگر سارے لوگ تجھے کسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچانے کا ارادہ کریں تو وہ سوائے اس چیز کے جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دی ہے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے حق پر اور توحید پر ثابت قدمی کی دعا کرتا رہے کیونکہ کتنے ہی وہ لوگ ہیں جو اگرچہ توحید پرست ہوتے ہیں مگر ان میں کئی ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جو ان کی توحید میں نقص پیدا کرتی ہیں۔ میں آپ کے سامنے اس کی ایک ایسی مثال بیان کرتا ہوں جو لوگوں میں عام ہے جس میں وہ سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ ہے ان کا اسباب پر اعتماد و بھروسا کرنا۔

تو معلوم ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہی اَشیاء کے اسباب پیدا کیے ہیں، پس بیماری ہے تو اللہ نے اس سے شفایابی کے اسباب بنائے ہیں، جہالت ہے تو اللہ نے اس سے بچنے کے اسباب پیدا کیے ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حصول اولاد کے اسباب و ذرائع بنائے ہیں اور اسی طرح دیگر اَشیاء ہیں۔ پس ہوتا یہ ہے کہ لوگوں میں سے کوئی سبب پر اعتماد و بھروسا کر لیتا ہے، آپ اس کو دیکھیں گے کہ جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اس کا دل مکمل طور پر ہسپتال اور اس کے ڈاکٹروں کے ساتھ وابستہ رہتا ہے وہ ڈاکٹروں کے پاس یوں جاتا ہے جیسے (معاذ اللہ) شفاء ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس بات کو یکسر بھول ہی جاتا ہے

کہ بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان علاج معالجوں کو تو صرف شفاء کے اسباب بنایا ہے جو کبھی مفید ثابت ہوتے ہیں اور کبھی مفید ثابت نہیں ہوتے، پس اگر وہ اسباب نفع مند ثابت ہوں تو وہ اللہ کے فضل اور تقدیر کی وجہ سے ہے اور اگر وہ مفید ثابت نہ ہوں تو وہ اللہ کے ان اسباب کو پھیر دینے اور اس کی تقدیر کی وجہ سے ہے، لہٰذا یہ لائق نہیں ہے بلکہ یہ جائز ہی نہیں ہے کہ انسان اسباب پیدا کرنے والے کو بھول کر صرف سبب کی طرف ہی متوجہ رہے۔ جی ہاں، ہم اس حقیقت کا انکار نہیں کرتے کہ بلاشبہ سبب کا مسبب میں اثر ہوتا ہے لیکن یہ اثر صرف اللہ عزوجل کے حکم سے پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جادوگروں کے متعلق فرمایا:

﴿ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ﴾
[البقرة: 102]

''پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے۔''

فرمایا:

﴿ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [البقرة: 102]

''اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔''

پس اس مسئلہ میں اہم بات یہ ہے کہ بلاشبہ توحید کا ثبوت دل کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خوف وطمع کی حالت میں معلق رہنے اور عبادت کو صرف اسی کے ساتھ خاص کرنے میں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 16،15/1)

اسلام اور ایمان

4- اسلام و ایمان اور ان دونوں کے درمیان فرق

اسلام کا عمومی معنی ہے:

''اللہ تعالیٰ کی ان مشروع عبادات کے ساتھ عبادت کرنا جن کو لے کر اس کے رسول دنیا میں آئے اور یہ سلسلہ اللہ کے رسول بھیجنے سے لے کر تا قیام قیامت جاری رہے گا۔''

پس وہ عبادت اس ہدایت اور حق کو بھی اپنے اندر شامل کیے ہوئے ہے جس کے ساتھ نوح علیہ الصلاۃ والسلام مبعوث ہوئے، جو موسیٰ علیہ السلام لائے، جو عیسیٰ علیہ السلام لائے، اور اس کو بھی شامل ہے جو امام الحنفاء ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام لے کر آئے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کئی آیات میں ذکر کیا ہے جو آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام سابقہ شریعتیں اللہ عزوجل کے دین اسلام پر ہی مشتمل تھیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اسلام کا خاص معنی یہ ہے کہ اسلام خاص ہے ہر اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین و شریعت دے کر مبعوث کیے گئے ہیں اس نے گزشتہ تمام ادیان کو منسوخ کر دیا ہے تو اس طرح جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوگا وہ مسلم کہلائے گا، اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار نہیں کی بلکہ اپنی خواہش کی اطاعت کی

ہے، پس یہودی موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان پر ایمان لاکر مسلمان تھے اور نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مسلمان تھے لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان یہود ونصاریٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا پس وہ اب مسلمان نہیں ہیں۔ لہٰذا اب کسی کے لیے یہ اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے کہ یہود ونصاریٰ کا وہ دین جس پر وہ اب قائم ہیں وہ صحیح دین ہے اور اللہ کے ہاں مقبول ہے اور دین اسلام کے برابر ہے، بلکہ جس نے یہ اعتقاد رکھا پس وہ کافر اور دین اسلام سے خارج ہے کیونکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [آل عمران: 19]

"بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔"

نیز فرماتے ہیں:

﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ﴾

[آل عمران: 85]

"اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔"

اور یہ دین اسلام جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں اشارہ کیا ہے یہ وہی دین اسلام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر احسان جتلایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ [المائدة: 3]

"آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔"

یہ اس مسئلہ میں صریح نص ہے کہ بلاشبہ محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد اس امت کے سوا کوئی امت بھی اسلام پر گامزن نہیں ہے لہٰذا اب جو وہ مذہب بنائے ہوئے ہیں وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی قیامت کے دن نجات کے لیے ان کو فائدہ دے گا اور نہ ہی ہمارے لیے یہ حلال ہے کہ ہم ان کے دین کے سچا اور حق ہونے کا اعتبار کریں۔ لہٰذا وہ شخص سخت غلطی پر ہے جو یہود و نصاریٰ کو اپنے بھائی کہہ کر پکارتا ہے یا یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ان کے دین اسی طرح حق پر قائم ہیں جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا۔

جب ہم نے یہ کہا کہ اسلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مشروع طریقے سے عبادت کرنے کا نام ہے تو اس عبادت میں ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے فرمانبرداری اختیار کرنا بھی شامل ہے، نیز اس عبادت میں عقیدتاً، عملاً اور قولاً مکمل دین شامل ہے۔ لیکن جب اسلام کو ایمان کے ساتھ ملایا جائے تو بلاشبہ اسلام سے مراد وہ ظاہری اعمال ہوں گے جو زبان سے بول کر اور اعضاءِ جسم سے عمل میں لائے جاتے ہیں، اور ایمان سے مراد باطنی اعمال ہوں گے یعنی عقیدہ اور وہ اعمال جو دلوں سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس فرق کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ [الحجرات: 14]

''بدویوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے۔ کہہ دے تم ایمان نہیں لائے اور لیکن یہ کہو کہ ہم مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

اور لوط علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [الذاریات: 36,35]

''سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔
تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔''

ان مذکورہ آیات میں مومنوں اور مسلمانوں کے درمیان فرق کیا گیا ہے کیونکہ اس بستی میں جس گھر کا ذکر ہے وہ بظاہر اسلامی گھرانہ تھا کیونکہ اس میں لوط علیہ السلام کی بیوی بھی شامل ہے جس نے لوط علیہ السلام کی کفر کے ساتھ خیانت کی اور وہ کافرہ تھی مگر جو افراد اس گھر سے نکالے گئے اور انھوں نے عذاب سے نجات پائی وہ سچے مومن تھے جن کے دلوں میں ایمان داخل ہو چکا تھا۔

نیز اسلام و ایمان کے اجتماع کے وقت اس فرق پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"أن جبريل سأل النبي ﷺ عن الإسلام والإيمان؟ فقال له النبي ﷺ « الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت » وقال في الإيمان « أن تؤمن بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم الأخر، وبالقدر خيره وشره »[1]

بلاشبہ جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے اسلام وایمان کے متعلق دریافت فرمایا تو نبی ﷺ نے ان کو جواب دیا: ''اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یقیناً محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو

[1] صحیح. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [63]

اور بیت اللہ کا حج کرو۔'' اور ایمان کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور اچھی بُری تقدیر پر ایمان لاؤ۔''

خلاصہ: جب مطلق طور پر اسلام کا ذکر کیا جائے تو اس میں سارا دین حتیٰ کہ ایمان بھی اس میں داخل ہوتا ہے، اور جب اس کو ایمان کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جائے تو پھر اسلام سے ظاہری اعمال یعنی زبانی اقوال اور جوارح کے اعمال مراد ہوں گے، اور ایمان سے باطنی اعمال یعنی دلوں کے اعتقادات اور اعمال مراد ہوں گے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 11)

5- ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے

اہل السنہ والجماعۃ کے نزدیک ایمان دل سے اقرار، زبان سے اظہار اور اُعضاء سے اعمال کا نام ہے۔ بنا بریں ایمان تین امور کو متضمن ہے:

① دل سے اقرار۔

② زبان سے اظہار۔

③ اُعضاء وجوارح سے عمل۔

اور جب ایمان اس طرح ہوگا تو وہ زیادہ بھی ہوگا اور کم بھی، کیونکہ دل کیساتھ اقرار کے کئی درجے ہیں، پس وہ اقرار جو سنی ہوئی خبر کی بنیاد پر ہوتا ہے وہ اس اقرار کی طرح نہیں ہوتا جو مشاہدہ اور معائنہ کی بنیاد پر ہوتا ہے، اور ایک آدمی کی دی ہوئی خبر کے ساتھ اقرار دو آدمیوں کی دی ہوئی خبر پر اقرار کی طرح نہیں ہے، اسی طرح دو آدمیوں کی خبر پر اقرار تین آدمیوں کی خبر پر اقرار کی طرح نہیں ہے، اسی لیے ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

﴿ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَ لٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ﴾ [البقرہ: 260]

''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔''

پس دل کے اقرار، طمانیت اور سکون کی وجہ سے ایمان بڑھ جاتا ہے اور انسان اس کی بڑھوتری کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا جب وہ ذکر کی کسی ایسی مجلس میں شرکت کرتا ہے جس میں وعظ و نصیحت ہوتی ہے اور جنت و جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور ایمان کے اس اضافے کو یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہا ہے۔ اور جب انسان غفلت کا شکار ہوتا ہے اور ذکر کی اس مجلس سے اٹھ جاتا ہے تو اس کے دل میں یقین و ایمان کم ہو جاتا ہے۔

صرف دل کے اقرار کے مختلف درجات کی وجہ ہی سے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ زبان سے بولنے کے ساتھ بھی ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، مثلاً جس شخص نے دس مرتبہ اللہ کا ذکر کیا اس کا ایمان اس شخص کی طرح نہیں ہے جس نے سو مرتبہ اللہ کا ذکر کیا، لامحالہ دوسرا شخص جس نے سو مرتبہ اللہ کا ذکر کیا ہے اس کا ایمان زیادہ بڑھے گا۔

اور ایسے ہی جس نے مکمل طور پر درست طریقے سے اللہ کی عبادت کی اس کا ایمان اس شخص سے کہیں زیادہ ہو گا جس نے ناقص عبادت کی۔

اور یہی صورت حال اُعضاء کے ساتھ عمل کرنے کی ہے، پس جب ایک

انسان اپنے اعضاء کے ساتھ کسی دوسرے انسان کے مقابلے میں زیادہ اعمال بجا لائے تو زیادہ اعمال کرنے والے کا ایمان کم اعمال کرنے والے کی نسبت زیادہ ہو گا۔ قرآن و سنت میں ایمان کی کمی بیشی کے ثبوت کے دلائل موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا ﴾ [المدثر: 31]

''اور ہم نے جہنم کے محافظ فرشتوں کے سوانہیں بنائے اور ان کی تعداد ان لوگوں کی آزمائش ہی کے لیے بنائی ہے جنھوں نے کفر کیا، تا کہ وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے اچھی طرح یقین کر لیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں زیادہ ہو جائیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة: 125,124]

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور رہے وہ لوگ جن کے

دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔"

اور صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«ما رأيت من ناقصات عقل ودين أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن»[1]

"(اے عورتو!) میں نے تمھارے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم میں سے کسی عورت سے بڑھ کر عقل مند آدمی کی مت مارنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔"

6- ایمان میں اضافے کے اسباب

ایمان میں زیادتی کے کئی ایک اسباب ہیں:

پہلا سبب: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ساتھ اس کی معرفت کا حاصل ہونا، جیسے جیسے انسان کو اللہ کے اسماء وصفات کے ساتھ اس کی معرفت زیادہ حاصل ہوتی ہے تو ویسے ویسے اس کا ایمان بڑھتا جاتا ہے، اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ وہ اہل علم جو اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اس کی معرفت کا علم رکھتے ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں تو آپ ان کو اس لحاظ سے دوسروں کی نسبت زیادہ قوی ایمان والا پائیں گے۔

دوسرا سبب: اللہ تعالیٰ کی کونی اور شرعی نشانیوں اور آیات میں غور وفکر کرنا۔ جب انسان کونی نشانیوں یعنی اللہ کی مخلوقات پر غور وفکر کرے گا تو اس کا ایمان بڑھ جائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [304]

﴿ وَفِي الْأَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾ [الذاریات: 21,20]

''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔ اور تمھارے نفسوں میں بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟''

اس مضمون پر دلالت کرنے والی آیات بہت زیادہ ہیں، میری مراد ان آیات سے ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بلاشبہ انسان اس کائنات پر تدبر اور غور و فکر کر کے اپنے ایمان میں اضافہ کر سکتا ہے۔

تیسرا سبب: کثرت اطاعات ہے کیونکہ انسان جتنے اطاعت والے کام زیادہ کرے گا اتنا ہی اس کا ایمان بڑھتا جائے گا خواہ یہ اطاعتوں والے کام قولی ہوں یا فعلی، لہٰذا اللہ کا ذکر ایمان کی کمیت اور کیفیت میں اضافہ کرتا ہے اسی طرح نماز، روزہ اور حج بھی ایمان کی کمیت اور کیفیت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 12)

7- ایمان میں کمی کے اُسباب

جہاں تک ایمان کی کمی کے اسباب کا تعلق ہے تو وہ ان اسباب کے برعکس ہیں جو ایمان میں اضافے کا باعث بنتے ہیں:

پہلا سبب: اللہ تعالیٰ کے اُسماء وصفات سے جاہل اور ناواقف ہونا ایمان کی کمی کا باعث بنتا ہے کیونکہ جب انسان کی اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں معرفت ناقص ہو تو اس کا ایمان بھی ناقص ہو جاتا ہے۔

دوسرا سبب: اللہ کی کونی اور شرعی آیات میں غور و فکر سے اعراض کرنا، کیونکہ ایسا کرنا ایمان میں کمی کا سبب بنتا ہے یا کم از کم ایمان کے جمود اور عدم

نشوونما کا باعث بنتا ہے۔

تیسرا سبب: نافرمانی کا مرتکب ہونا، کیونکہ نافرمانی دل وایمان پر بہت گہرے اثرات چھوڑتی ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

«لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن »[1]

''زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں رہتا۔''

چوتھا سبب: اطاعت کا ترک کرنا کیونکہ اطاعت کا ترک کرنا ایمان کی کمی کا سبب بنتا ہے، لیکن اگر اطاعت کرنا واجب ہو اور کوئی شخص اس کو بلا عذر چھوڑے تو یہ اس کے ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے، اس کو اس پر ملامت کی جائے گی اور سزا دی جائے گی، اور اگر اطاعت غیر واجب ہو یا واجب تو ہو لیکن وہ اس کو کسی عذر کی وجہ سے ترک کرے تو یقیناً اس سے ایمان میں نقص تو واقع ہوگا لیکن اس کو اطاعت کے ترک پر ملامت نہیں کی جائے گی، اسی لیے نبی ﷺ نے عوتوں کو ناقص عقل و دین والی قرار دیا ہے اور ان کے دین کے نقص کی علت وسبب یہ بیان کیا ہے کہ بلاشبہ جب عورت کو حیض آجاتا ہے تو وہ نماز پڑھتی ہے اور نہ ہی روزہ رکھتی ہے مگر اس پر حالتِ حیض میں نماز اور روزہ ترک کرنے کی وجہ سے ملامت نہیں کی جاتی بلکہ اس کو نماز و روزہ ترک کرنے کا ہی حکم دیا گیا ہے، لیکن جب اس عورت سے وہ عمل ترک ہو رہا ہے جس پر مرد عمل کر رہا ہے تو اس لحاظ سے وہ ناقصہ یعنی اس کے ایمان میں کمی واقع ہوگی۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 12)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث[3810] صحيح مسلم [57/104]

قضا وقدر

8- قضا وقدر پر ایمان لانے کی حقیقت

قضا وقدر پر ایمان لانا ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الإيمان: أن تؤمن بالله، و ملائكته، و كتبه، ورسله، واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره و شره»[1]

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔''

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے اور یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«احرص على ما ينفعك، ولا تعجزن، فان إصابك شيء فلا تقل: لو أني فعلت كذا لكان كذا و كذا، ولكن قل: قدر الله وما شاء فعل، فإنّ "لو" تفتح عمل الشيطان»[2]

''اس چیز کا طمع رکھ جو تجھے فائدہ پہنچائے اور کبھی بھی عاجز آ کر نہ بیٹھ، پس اگر تجھے کوئی آفت و مصیبت وغیرہ پہنچے تو مت کہہ: اگر میں

---

[1] **صحيح**. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [63]

[2] صحيح مسلم [2664/34]

ایسے کرتا تو ایسے ایسے ہوتا بلکہ اس کی بجائے کہہ: "قدر الله وما شاء فعل" (اللہ نے اس چیز کو میرے مقدر میں کیا اور جو اس نے چاہا کیا) کیونکہ کلمہ ''لَوْ'' (اگر) شیطان کے عمل کو کھول دیتا ہے (اسباب پر توکل اور اللہ سے غافل کروا کر انسان کا عقیدہ خراب کر دیتا ہے)۔''

پس قضا وقدر پر ایمان لانا ایمان کے بنیادی چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور جو شخص قضا وقدر پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ یقیناً ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن کو چھوڑنے والا ہو گا لہٰذا قضا و قدر پر ایمان لانا مکمل ایمان دار ہونے کے لیے ضروری ہے۔

قضا وقدر پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم کہیں: انسان تقدیر کے سامنے مجبور ہے! اور ہم اعمال و اَسباب کو نذر انداز کرتے ہوئے ان کو ترک کر دیں جیسا کہ فرقہ جبریہ کا عقیدہ ہے۔ لیکن اس کی بجائے ہم تقدیر پر ایمان لائیں اور اسباب کو بھی علم میں لائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسباب اختیار کرنے اور ضرر رساں اشیاء سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے، پس وہ اللہ جس نے ہمیں آگاہ کیا ہے کہ ہر چیز اس کے قضا و قدر کے ساتھ وقوع پذیر ہوتی ہے اسی اللہ نے ہمیں اعمال بجا لانے اور اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس لیے کہ اعمال و اسباب بھی اللہ کے قضا و تقدیر میں شامل ہیں، پس قضا وقدر کا قضا و قدر کے ساتھ ہی علاج کیا جاتا ہے۔ اسی لیے جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف رخت سفر باندھا تو ان کو خبر پہنچی کہ شام میں تو (طاعون) کی وبا پھوٹی ہوئی ہے، لہٰذا انھوں نے راستے ہی سے واپسی کا ارادہ کر لیا، ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا:

ہاں، ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

اور مومن ہمیشہ اللہ عزوجل کی تقدیر میں ہی ہوتا ہے لہٰذا وہ جو بھی عمل کرتا ہے، جو کچھ کماتا اور اسباب اختیار کرتا ہے وہ سب کچھ اللہ عزوجل کی تقدیر کا حصہ ہے۔رہا یہ کہنا: بلاشبہ بندہ مجبور ہے، اگر کوئی چیز اس کے مقدر میں ہے تو وہ عنقریب اسے حاصل ہو جائے گی اور اگر وہ چیز اس کو حاصل نہیں ہوتی تو ہم اسباب کو ترک کر دیں گے۔ یاد رہے یہ گمراہ فرقے جبریہ کا موقف ہے۔

9-اسباب کے ساتھ تعلق

اسباب کے ساتھ تعلق کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جو سرے سے توحید کے منافی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کا کسی چیز سے ایسا تعلق رکھنا جس سے مطلوبہ تاثیر کا پایا جانا ممکن نہ ہو لیکن یہ انسان اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر اسی چیز پر مکمل اعتماد و بھروسا کر لے جیسے لوگوں کا مصائب کے نازل ہونے پر قبروں والوں کے ساتھ تعلق۔ خبردار! یہ شرک اُکبر ہے اور انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ ایسا کرنے والے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [المائدة: 72]

’’بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘

دوسری قسم: انسان کا مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر صحیح

شرعی سبب پر اعتماد و بھروسا کر لینا، یہ بھی شرک ہی کی ایک قسم ہے لیکن یہ انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتی کیونکہ اس نے سبب پر بھروسا کیا ہے اور مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہے۔

تیسری قسم: یہ ہے کہ انسان سبب کے ساتھ اس کے محض سبب ہونے کی بنا پر تعلق رکھے مگر اس کا اصل اعتماد و بھروسا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو اور وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ بلاشبہ میرا یہ اختیار کردہ سبب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سبب کو کاٹ ڈالے اور چاہے تو اسے باقی رکھے، اور یقیناً سبب اللہ عزوجل کی مشیت پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے لہٰذا سبب کی یہ قسم نہ اصلاً اور نہ کمالاً توحید کے منافی ہے۔

اور صحیح شرعی اسباب کی موجودگی میں انسان کو لائق یہ ہے کہ وہ اپنا دل سبب کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ وابستہ کرے، پس وہ ملازم جو مسبب الاسباب اللہ سے غافل ہو کر اپنی تنخواہ پر پورا بھروسا کر لیتا ہے تو یہ بھی شرک کی ہی ایک قسم ہے، لیکن جب وہ یہ عقیدہ رکھے کہ بلاشبہ تنخواہ ایک سبب ہے اور اس کا مسبب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے تو یہ چیز توکل کے منافی نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ مسبب الاسباب اللہ عزوجل پر پورا اعتماد ہونے کے باوجود اسباب کو اختیار کرتے تھے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 105,104/1)

10- قضا وقدر پر ایمان بندے کے ایمان میں اضافے کا باعث ہے

قضا وقدر پر ایمان لانا مسلمان کے لیے دینی اور دنیاوی امور میں معاون ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ ایمان رکھتا ہے کہ بلاشبہ اللہ عزوجل کی قدرت و

طاقت ہر طاقت پر فائق ہے اور یقیناً جب اللہ عزوجل کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی چیز اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی، پس جب وہ اس پر ایمان رکھتا ہے تو وہ ان اسباب کو اختیار کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ اپنے مقصود کو پالیتا ہے، اور تاریخ کی ورق گردانی سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ کتنے ہی وہ عظیم معرکے تھے جن میں کم تعداد اور معمولی تیاری کے باوجود مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، یہ سب کچھ اس وجہ سے تھا کہ مسلمانوں کا اللہ عزوجل کے وعدے، اس کی قضا و قدر اور اس بات پر ایمان تھا کہ تمام امور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 212)

أسماء وصفات

11-اللہ کے أسماء وصفات کے درمیان فرق

اللہ کے اُسماء سے مراد ہر وہ نام ہے جو اللہ کی ذات پر ان صفات کمال کے ساتھ، جو اس کے ساتھ قائم ہیں، دلالت کرے، جیسا قادر، علیم، حکیم، سمیع اور بصیر۔ پس بلاشبہ یہ أسماء اللہ کی ذات پر اور اس قدرت، علم، حکمت، سمع اور بصر پر دلالت کرتے ہیں جو ان أسماء کے ساتھ قائم ہے۔

رہیں صفات تو وہ اوصافِ کمال ہیں جو بالذات قائم ہوں جیسا کہ علم، حکمت، سمع اور بصر ہے، پس اسم دو امور پر دلالت کرتا ہے اور صفت صرف ایک امر پر دلالت کرتی ہے اور کہا جاتا ہے اسم صفات کو متضمن ہے اور صفت اسم کو مستلزم ہے۔

بہر حال اسماء و صفات میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ سے یا نبی ﷺ سے ثابت ہیں ان پر اس طرح ایمان لانا واجب ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی صفات میں اپنی مخلوق سے کسی طرح بھی مشابہہ نہیں ہے جیسے کہ وہ اپنی ذات میں مخلوق سے مشابہہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ [الإخلاص: 1 تا 4]

’’کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو

جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اس کے برابر کا ہے۔“

نیز اس کا فرمان ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: 11]

”اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔“ (اللجنة الدائمة: 11109)

12- اللہ کے نام کسی تعداد میں محصور ومحدود نہیں ہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تمام نام افضل اور بہتر ہیں، اور نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے:

«إن للّٰه تسعة وتسعين اسما من أحصاها دخل الجنة»[1]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔“

اور اللہ کے ناموں کو یاد کرنے کا مطلب ہے: ان اسماء اور ان کے معانی کی معرفت حاصل کرنا اور ان پر ایمان لانا اور ان ناموں کے تقاضا کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالانا لیکن ان کی تعیین پر کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

اس بنا پر وہ أسماء قرآن کریم سے اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت صحیح احادیث سے لیے جائیں گے کیونکہ وہ توقیفی ہیں ان میں کوئی نام بھی کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ (اللجنة الدائمة: 19110)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [7392] صحيح مسلم [2677/6]

رسولوں پر ایمان

13- رسل عظام علیہم السلام کے فضائل کا تفاوت وفرق

اللہ کے رسولوں علیہم السلام کی فضیلت یکساں و برابر نہیں ہے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ﴾ [البقرة: 253]

''یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ [الإسراء: 55]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی۔''

اور ہم پر واجب ہے کہ ہم تمام رسولوں پر ایمان لائیں کہ بلاشبہ وہ برحق ہیں اور جو دین و شریعت وہ لے کر آئے ہیں اس میں سچے ہیں اور جو وحی ان کی طرف نازل کی گئی اس میں ان کی تصدیق کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ

عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ [البقرة: 136]

''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

نیز اس لیے کہ یہ ایمان نبی ﷺ اور مومنوں کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ [البقرة: 285]

''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''

لہٰذا ہم رسولوں پر ایمان لانے میں کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ وہ صادق و مصدوق ہے اور اس کی نبوت و رسالت برحق ہے لیکن ہم دو امور میں فرق کرتے ہیں:

(1) پہلا: افضیلت میں، یعنی ہم ان کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں جیسے اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور بعض کے درجات کو

بلند کیا ہے لیکن ہم فخر کے طور پر یا جس پر فضیلت دی ہے اس کی تحقیر کے طور پر ایسا نہیں کہتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

« إن يهوديا أقسم فقال: لا والذي اصطفٰى موسىٰ على البشر، فلطم وجهه رجل من الأنصار حين سمعه وقال: تقول هذا ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين أظهرنا، فذهب اليهودي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال: إن لي ذمة و عهدا فما بال فلان لطم وجهي؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم للأنصاري: لم لطمت وجهه؟ فذكره، فغضب النبي صلى الله عليه وسلم حتى رئي في وجهه، ثم قال: لا تفضلوا بين أنبياء الله »[1]

''ایک یہودی نے قسم اٹھائی جس میں اس نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر برتری عطا کی، ایک انصاری صحابی نے اس کا یہ کلام سن کر اس کے چہرے پر تھپڑ جڑ دیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود تو یہ کہہ رہا ہے (کہ اللہ نے انسانوں پر موسیٰ علیہ السلام کو برتری دی ہے) پس وہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یقیناً مجھے (اسلامی حکومت کی) ذمہ داری اور معاہدہ (کے تحت جان و مال کا تحفظ) حاصل ہے تو پھر فلاں شخص (انصاری صحابی) نے میرے چہرے پر تھپڑ کیوں مارا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری سے سوال

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3414] صحيح مسلم [2373/159]

کیا: ''تو نے اس کے چہرے پر تھپڑ کیوں مارا؟'' صحابی نے سارا واقعہ کہہ سنایا، تو نبی ﷺ کو غصہ آ گیا جس کے آثار آپ ﷺ کے چہرے پر نمودار ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کے نبیوں میں (یوں) فضیلت کی درجہ بندی نہ کرو (کہ ایک کی فضیلت بیان کرتے وقت دوسرے کی تنقیص والا انداز بنے)۔''

اور جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا ینبغي لعبد أن یقول: أنا خیر من یونس بن متیٰ»[1]

''کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔''

(2) دوسرا: اتباع کرنا، یعنی ہم اتباع نہ کریں گے مگر انھی کی جو ہماری طرف رسول بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی شریعت نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾ [المائدۃ: 48]

''اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے

(1) صحیح البخاري، رقم الحدیث [3395]

ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر
جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے
ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔تم میں سے ہر ایک کے
لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے"

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 123)

شرک سے ڈرانا

14- غیر اللہ کی قسم اٹھانا

جمہور اہل علم کے قول کے مطابق مخلوقات میں سے کسی چیز کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے حتی کہ نبی ﷺ کی، نہ کعبہ کی، نہ امانت کی اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی چیز کی قسم اٹھانا جائز ہے، بلکہ بعض اہل علم نے اس موقف پر اجماع کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے جواز میں نبی ﷺ سے ایک شاذ روایت مروی ہے، لیکن وہ خلاف اصل بلکہ باطل ہے، اور مذکورہ اہل علم کے اجماع اور اس مسئلہ پر وارد صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔

ان صحیح روایات میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کو بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم، فمن كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت»[1]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے آباء و اجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع کرتے ہیں، پس جس شخص کو قسم اٹھانا ہی ہے تو وہ اللہ کی قسم اٹھائے یا پھر وہ (غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے) خاموش رہے۔"

اور بخاری و مسلم ہی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2108] صحيح مسلم [1646/3]

«من حلف فقال في حلفه: باللات والعزى. فليقل: لا إلٰه إلا اللّٰه»[1]

''جس شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے کہا: لات وعزیٰ کی قسم تو وہ (اس کے کفارہ کے طور پر) "لا إلٰه إلا اللّٰه" پڑھے۔''

مذکورہ حدیث میں لات وعزیٰ کی قسم اٹھانے والے کو "لا إلٰه إلا اللّٰه" پڑھنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانے والے نے ایک طرح کے شرک کا ارتکاب کیا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صدق دل سے اخلاص کے ساتھ کلمہ توحید "لا إلٰه إلا اللّٰه" پڑھے تاکہ یہ کلمہ اس سے سرزد ہونے والے شرک کا کفارہ بن جائے۔

امام ترمذی اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«من حلف بغير اللّٰه فقد كفر أو أشرك»[2]

''جس شخص نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی تو اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔''

اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«من حلف بالأمانة فليس منا»[3]

''جس شخص نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6107] صحيح مسلم [1646/3]

[2] **صحيح**. سنن الترمذي، رقم الحديث [1535]

[3] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [3253]

«لا تحلفوا بآبائكم ولا بأمهاتكم ولا بالأنداد، ولا تحلفوا بالله إلا وأنتم صادقون»[1]

''اپنے باپوں، اپنی ماؤں اور بتوں کی قسم نہ اٹھاؤ اور اللہ کی قسم بھی تب ہی اٹھاؤ جب تم اپنی قسم میں سچے ہو۔''

اور جن اہل علم نے غیر اللہ کی قسم اٹھانے کی حرمت پر اجماع کا ہونا بیان کیا ہے ان میں سے ایک امام ابوعمر بن عبدالبر النمری رحمہ اللہ بھی ہیں۔

بعض اہل علم نے غیر اللہ کی قسم پر کراہت کا اطلاق کیا ہے لہٰذا واجب ہے کہ نصوص پر عمل کرتے ہوئے اور اہل علم کے متعلق حسن ظن رکھتے ہوئے اس کی کراہت کو کراہت تحریمی پر ہی محمول کیا جائے۔

جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھانے کے متعلق نرمی کی ہے اور اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا ہے تو اس نے اپنے اس موقف کو اس روایت کا سہارا دیا ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرائع اسلام کے متعلق سوال کیا تھا، فرمایا:

«أفلح وأبيه إن صدق»[2]

''اس کے باپ کی قسم اگر اس نے سچ بولا تو وہ کامیاب ہوگیا۔''

تو اس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت شاذ ہے اور صحیح احادیث کے خلاف ہے لہٰذا اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اہل علم کے ہاں شاذ روایت کا یہی حکم ہے، اور شاذ روایت وہ ہوتی ہے جس میں ایک راوی ثقہ راویوں کی مخالفت کرے۔ اس روایت میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں تصحیف

---

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [3248] سنن النسائي، برقم [3769]

[2] صحيح مسلم [11/9]

ہوگئی ہو جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، اور اس کے اصل الفاظ اس طرح تھے:« أفلح واللّٰه» ''اللہ کی قسم وہ کامیاب ہوگیا'' پس کسی کاتب یا راوی سے اس میں تصحیف ہوگئی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے ممانعت سے پہلے یہ قسم اٹھائی ہو۔

بہر حال مذکورہ روایت شاذ ہے۔ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس روایت کو پلے باندھ کر ان صحیح اور صریح احادیث کی مخالفت کرے جو غیر اللہ کی قسم اٹھانے کی حرمت پر صاف دلالت کرتی ہیں اور یقیناً غیر اللہ کی قسم اٹھانا محرمات شرکیہ میں سے ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے ایک دفعہ لات وعزیٰ کی قسم اٹھائی اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«قل: لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، وانفث عن يسارك ثلاثا، وتعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم ولا تعد»[1]

''پڑھو: « لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير» ''اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی بادشاہی، سب تعریف اسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے'' اور اپنی بائیں جانب تین دفعہ تھوکو، اور تین مرتبہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو (یعنی ''أعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم'' پڑھو) اور پھر دوبارہ اس قسم کی قسم نہ اٹھانا۔''

[1] ضعيف. سنن النسائي، رقم الحديث [3777]

مذکورہ روایت کے الفاظ شدت سے تاکید کرتے ہیں کہ غیر اللہ کی قسم اٹھانا حرام ہے اور بلاشبہ ایسا کرنا شرک ہے اور شیطانی وسواس میں سے ہے۔ نیز یہ روایت اس مفہوم پر اس طرح بھی دلالت کرتی ہے کہ اس میں دوبارہ ایسی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہم کو اور آپ سب لوگوں کو اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ارادہ وعمل کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو خواہشات کا اتباع کرنے اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ فرمائے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 143,142/3)

15-دین کو گالی دینے کا حکم

دین اسلام کو گالی دینے والے کا حکم یہ ہے کہ بلاشبہ وہ کافر ہے، کیونکہ دین کو گالی دینا اور اس کا مذاق اڑانا اسلام سے مرتد ہونے کے مترادف ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے دین سے کفر ہے جو اللہ تعالیٰ نے جب اس قوم کے متعلق بیان کیا جنھوں نے دین اسلام کا مذاق اڑایا، تو ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہتے تھے: ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے، تو اللہ عزوجل نے بیان فرمایا: بلاشبہ ان کا یہ شغل کرنا اور دل لگی کرنا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق ہے اور وہ ایسا کر کے کفر کے مرتکب ہوئے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُولِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾ [التوبة: 66,65]

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔''

لہٰذا اللہ کے دین کا مذاق اڑانا یا اللہ کے دین کو گالی دینا یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا یا ان دونوں کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا ہے لیکن اس سب کے باوجود توبہ کی گنجائش موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر: 53]

''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

لہٰذا جب انسان کسی بھی قسم کے ارتداد سے توبہ کرے بشرطیکہ وہ سچی توبہ ہو اور اس میں قبولیت توبہ کی پانچ شرائط موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ توبہ کی پانچ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

☆ اپنی توبہ میں اللہ کے لیے اخلاص، جس کی نشانی یہ ہے کہ اس کو توبہ پر برانگیخت کرنے والی شہرت یا دکھلاوا یا مخلوق کا ڈر نہ ہو اور نہ ہی توبہ سے اس کی غرض دنیا کی کسی چیز کا حصول ہو، پس جب وہ اپنی توبہ اللہ کے لیے خالص کرے گا اور اس کو توبہ پر ابھارنے والا اللہ عزوجل کا تقوی، اس

کے عذاب کا خوف اور اس کے ثواب کی امید ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے توبہ میں اللہ کے لیے اخلاص اختیار کیا ہے۔

☆ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے گناہ پر اس طرح نادم ہو کہ وہ اپنے نفس میں اپنے کردہ گناہ پر حسرت اور افسوس کا اظہار کرے اور وہ گناہ کو بہت بڑا عمل سمجھے جو اس پر واجب کرتا ہو کہ وہ اس سے باز آجائے۔

☆ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ گناہ سے رک جائے اور اس پر اصرار سے باز آجائے۔ اگر اس کا گناہ کسی واجب کا ترک تھا تو وہ اس واجب پر عمل کرنے لگے اور حتی الامکان اس کا تدارک کرے اور اگر اس کا گناہ کسی حرام فعل کا ارتکاب تھا تو وہ اس سے رک جائے اور اس سے دور ہو جائے، اور اسی شرط میں یہ بھی شامل ہے کہ جب گناہ کا تعلق مخلوقات کی حق تلفی سے ہو تو توبہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ان کے حقوق ادا کرے یا ان سے معاف کروالے۔

☆ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ عزم کرے کہ مستقبل میں اس گناہ کا مرتکب نہ ہوگا، وہ اس طرح کہ اس کے دل میں پختہ عزم ہو کہ وہ اس نافرمانی کی طرف نہیں لوٹے گا جس سے اس نے توبہ کی ہے۔

☆ پانچویں شرط یہ ہے کہ توبہ قبولیت کے وقت میں ہو، پس اگر توبہ قبولیت کا وقت ختم ہو جانے کے بعد ہوگی تو وہ قبول نہ کی جائے گی۔ وقتِ قبولیت کا ختم ہونا عام بھی ہے اور خاص بھی، جہاں تک عام کا تعلق ہے تو وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے، لہٰذا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ [الأنعام: 158]

''جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔''

رہا توبہ کے ختم ہونے کا خاص وقت تو وہ موت کے حاضر ہونے کا وقت ہے لہٰذا جب موت کا وقت آجائے گا تو توبہ نفع مند نہیں ہوگی کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ﴾ [النساء: 18]

''اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ جب انسان کسی بھی گناہ سے توبہ کر لے اگرچہ وہ گناہ دین کو گالی دینا ہی ہو تو یقیناً اس کی توبہ قبول ہوگی بشرطیکہ توبہ کی ان شرائط کے ساتھ توبہ کی جائے جو ہم نے ذکر کی ہیں۔

معلوم رہے کہ بعض اوقات ایک کلمہ انسان کے کفر اور ارتداد کا سبب بن جاتا ہے لیکن وہ کلمہ کہنے والے پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا کیونکہ کوئی ایک مانع اور رکاوٹ موجود ہوتی ہے جو اس پر کفر کا حکم لگانے سے روکتی ہے۔

پس یہ مذکورہ آدمی جس نے اپنے متعلق بیان کیا ہے کہ اس نے حالت غضب میں دین کو گالی دی ہے، ہم اس کو کہتے ہیں: اگر تو تمھارا غصہ اس قدر شدید تھا کہ تمھیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور تم غصے میں اتنے مغلوب تھے کہ تم پر یہ کیفیت طاری ہوگئی تھی کہ تمھیں یہ معلوم تک نہیں ہو رہا تھا کہ تم آسمان میں ہو یا زمین میں اور تم نے ایسا کلام کیا جس کو تو نے ارادتاً ذہن میں حاضر نہیں کیا اور نہ ہی تو اس کو پہچانتا ہے تو ایسے کلام پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا اور نہ ہی تجھ پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ تم نے بغیر قصد و ارادہ کے یہ کلام کیا ہے لہٰذا ہر وہ کلام جو بغیر قصد و ارادہ کے ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر مؤاخذہ نہیں فرماتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قسموں کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ﴾ [البقرة: 225]

''اللہ تمھیں تمھاری قسموں میں لغو پر نہیں پکڑتا، بلکہ تمھیں اس پر پکڑتا ہے جو تمھارے دلوں نے کمایا۔''

اور اللہ تعالیٰ ایک دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَ لٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ﴾ [المائدة: 89]

''اللہ تم سے تمھاری قسموں میں لغو پر مؤاخذہ نہیں کرتا اور لیکن تم سے اس پر مؤاخذہ کرتا ہے جو تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں۔''

پس جب ایسے شدید غضب کی حالت میں کلمہ کفر بولنے والا نہیں جانتا

کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کو یہ خبر تک نہیں کہ اس کی زبان سے کیا نکلا ہے تو اس کی اس کلام پر کوئی حکم نہیں لگے گا اور نہ ہی تب اس پر ارتداد کا حکم ثابت ہوگا، جب اس پر ارتداد کا حکم نہ لگا تو یقیناً اس کی بیوی کا اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کی زوجیت میں باقی رہے گی، لیکن انسان کو لائق یہ ہے کہ جب اس کو غصہ آئے تو وہ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس غصے کا توڑ کرنے کی کوشش کرے۔ تدارک غصہ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی وصیت کیجیے: تو آپ ﷺ نے فرمایا:« لَا تَغْضَبْ » ''غصہ نہ کر۔'' پھر آپ ﷺ نے اس نصیحت کو کئی بار دہرایا اور اس صحابی کو یہی کہا:« لَا تَغْضَبْ »[1] ''غصہ نہ کر۔''

لہٰذا غصے میں آیا ہوا شخص اپنے نفس پر کنٹرول کرے اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے یعنی ''أعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم'' پڑھے اور اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور جب وہ شدید غصے میں ہو تو وضو کرے، یقیناً ان چیزوں پر عمل کرنے سے اس کا غصہ دور ہو جائے گا اور کتنے ہی وہ لوگ ہیں جو اپنے غصے کا تقاضا پورا کرنے کے بعد سخت نادم ہوئے لیکن وقت گزر جانے کے بعد۔ (اب پچھتائے کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئی کھیت [مترجم])۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 23/14)

16- دکھلاوا

دکھلاوا کرنا شرک اصغر ہے کیونکہ انسان دکھلاوا کرتے ہوئے اپنی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کر لیتا ہے اور بعض اوقات یہ دکھلاوا شرک اکبر کی طرف لے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6116]

جاتا ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے شرک اصغر کی مثال ''تھوڑے سے دکھلاوے'' سے دی ہے جس سے یہ ثابت ہوا کہ بڑے پیمانے پر دکھلاوا انسان کو شرک اکبر تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ [الكهف: 110]

''کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

اور عمل صالح وہ ہے جو صواب اور خالص ہو، خالص کا مطلب ہے کہ جس عمل کے ساتھ اللہ کے چہرے اور اس کی رضا و خوشنودی کا قصد و ارادہ کیا گیا ہو، اور صواب کا مطلب ہے: جو عمل اللہ کی شریعت کے مطابق ہو۔ پس جونسا عمل غیر اللہ کی خوشنودی و رضا کے لیے کیا جائے وہ بھی صالح نہیں ہے اور جو عمل شریعت کے مطابق نہ ہو وہ بھی صالح نہیں ہے بلکہ وہ کرنے والے کے منہ پر دے مارا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد»[1]

''جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس عمل کے بارے میں ہمارا امر و حکم نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [60] صحيح مسلم [1718/18]

نیز آپ ﷺ نے خلوص کے متعلق فرمایا:

«إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوىٰ»[1]

''اعمال نیتوں کے ساتھ معتبر ہیں اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے نیت کی ہوگی۔''

بعض علما نے کہا ہے کہ مذکورہ دو حدیثیں اعمال کے لیے میزان اور کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہیں، پس نیت والی حدیث باطنی اور مخفی اعمال کے لیے میزان ہے اور دوسری حدیث ظاہری اعمال کے لیے میزان اور معیار ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 274)

17- کسی دن یا مہینے یا مخصوص عدد سے نحوست پکڑنا

یہ جائز نہیں ہے، بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی شرکیہ عادات میں سے ہے جس کی دین اسلام نے نفی کی اور اس کو باطل قرار دیا ہے۔ اس کی حرمت کے متعلق واضح دلائل موجود ہیں۔ اور بلاشبہ وہ شرکیہ اَعمال میں سے ہے، اور اس کا جلب منفعت اور دفع ضرر میں کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ دینے والا، روک لینے والا، نفع پہنچانے والا اور نقصان پہنچانے والا صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ [يونس: 107]

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1] صحيح مسلم [1907/155]

کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں۔"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لو اجتمعت الأمة على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك وإن اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك رفعت الأقلام وجفت الصحف» ❶

"اگر پوری امت تمھیں کوئی فائدہ پہنچانے پر جمع ہوجائے تو وہ تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ما سوائے اس کے جو اللہ نے تمھارے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب مل کر تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ ما سوائے اس نقصان کے جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، قلمیں اٹھا لی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں (یعنی جو کچھ لکھا جانا تھا لکھ دیا گیا ہے)۔"

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر» ❷

"کوئی بیماری متعدی نہیں ہے، نہ بدفالی کی کوئی حیثیت ہے، نہ الو کا بولنا کوئی اثر رکھتا ہے اور نہ ماہِ صفر کچھ ہے۔"

اور ایک روایت میں ہے:

«ولا نوء ولا غول» ❸

"(اچھے برے حالات کو) ستاروں کی طرف منسوب کرنا اور بھوت

---

❶ **صحيح**. سنن الترمذي، رقم الحديث [2516]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5707] صحيح مسلم [2220/102]

❸ صحيح مسلم [2222/109]

پریت کا عقیدہ بھی کچھ نہیں ہے۔''

پس شارع ﷺ نے نحوست پکڑنے اور مذکورہ حدیث میں ذکر کردہ دیگر اشیاء کی نفی کی ہے، اور امت کو اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ نحوست کا کوئی وجود اور اس کا کوئی اثر نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف دل میں پیدا ہونے والے توہمات اور خیالات فاسدہ ہیں۔ آپ ﷺ کے فرمان: ((وَلَا صَفَرَ)) میں آپ ﷺ نے نفی کی ہے اس نحوست کی جو زمانہ جاہلیت کے لوگ ماہ صفر سے پکڑا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آفات و مصائب کا مہینہ ہے، پس آپ ﷺ نے اس نحوست کی نفی کی اور اس کو باطل قرار دیا، اور فرمایا کہ یقیناً صفر کا مہینہ دوسرے مہینوں کی طرح ہے، فائدے کے حصول اور نقصان سے بچاؤ میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور ایسے ہی دیگر ایام اور راتیں اور ان کی گھڑیاں ہیں ان میں دوسرے اوقات کی نسبت کوئی فرق نہیں ہے۔

زمانہ جاہلیت کے لوگ بدھ کے دن کی نحوست پکڑتے تھے اور خاص شوال میں شادی کے انعقاد کو منحوس سمجھتے تھے جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے: رسول اللہ ﷺ نے شوال کے مہینہ میں مجھ سے شادی کی اور آپ ﷺ کے نزدیک ساری بیویوں میں سے مجھ سے زیادہ نصیبے والی کون تھی۔ اور یہ نحوست بالکل اسی طرح کی ہے جس طرح رافضی لوگ دس کے عدد سے نحوست پکڑتے ہیں اور وہ دس کے عدد کو اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کے ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم کا بغض اور دشمنی ہے جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی اور وہ عشرہ مبشرہ کے وصف سے معروف ہیں، یہ ان کی جہالت اور کم عقلی کی وجہ سے ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''المنہاج'' میں رافضیوں کا رد کرتے

ہوئے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ انھوں نے کہا ہے شیعہ لوگ دس ستونوں اور دس تنوں وغیرہ پر عمارت نہیں بناتے۔

اور ایسے ہی نجومی لوگ اوقات کو منحوس اور سعادت والی گھڑیوں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں، جبکہ علم نجوم کا حکم اور اس کی حرمت کسی سے مخفی نہیں۔ یہ علم نجوم جادو کی اقسام سے ہے، علم نجوم پر مکمل بحث اپنے مقام پر آئے گی۔ (دیکھیے نمبر: 23) بہر حال نحوست وغیرہ کے مذکورہ تمام امور زمانہ جاہلیت کی عادات سے ہیں جن کی شریعت نے نفی کرتے ہوئے ان کو باطل قرار دیا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

"تَطَیُّر" کا مطلب ہے دکھائی دینے والی حسی چیز سے یا سنی ہوئی غیر محسوس چیز سے نحوست پکڑنا، پس جب انسان نحوست کے تحت عمل کرتا ہے اور کسی چیز سے نحوست پکڑ کر سفر شروع کرنے سے رک جاتا ہے اور نحوست ہی کی وجہ سے اس کام کے کرنے سے باز رہتا ہے جس کا وہ عزم کیے ہوئے تھا تو تحقیق اس نے ایسا کر کے شرک کا دروازہ کھٹکھٹایا بلکہ شرک کے دروازے میں داخل ہوگیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل و بھروسا کرنے سے بَری ہوگیا، اور اس نے اپنے اوپر خوف کا اور غیر اللہ سے وابستہ ہونے اور اس چیز سے، جو اس نے دیکھی یا سنی، نحوست پکڑنے کا دروازہ کھول لیا، اور وہ اس مقام و مرتبہ سے کٹ گیا:

﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ [الفاتحه: 5]

"ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ﴾ [هود: 123]

"سو اس کی عبادت کر اور اس پر بھروسا کر۔"

اور فرمایا:

﴿ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ﴾ [الشوریٰ: 10]

''اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

پس نحوست پکڑنے والے کا دل عبادت میں اور توکل و بھروسا میں غیر اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے گا، لہٰذا اس کا دل، ایمان اور حالت بگاڑ کا شکار ہوجائیں گے اور نحوست کے تیروں کا نشانہ اور ہدف بن جائے گا جس پر وہ ہر سمت سے برسنے لگیں گے، اور اس پر ایسا شیطان مسلط ہوجائے گا جو اس کے دین و دنیا کو بگاڑ کر رکھ دے گا، کتنے ہی لوگ ہیں جو اس نحوست کے چکر میں پڑ کر ہلاک ہوئے اور دنیا و آخرت کے خسارے میں مبتلا ہوئے۔ بہر حال نحوست اور بدفالی پر دلائل معروف ہیں اور کتاب وسنت میں موجود ہیں مگر ہم مذکورہ دلائل پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ (محمد بن ابراہیم آل الشیخ: الفتاویٰ والرسائل: 1/146-148)

18- تبرک کے طور پر دیواروں پر قرآنی آیات تحریر کرنا

قرآن مجید کو دیواروں پر لٹکانا یا اس کی آیات تحریر کرنا سلف رضی اللہ عنہم کے طریقے سے نہیں ہے۔ جس شخص نے یہ آیات دیوار پر لکھی ہیں اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو نے یہ آیات کیوں لکھی ہیں؟ کیا تو یہ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کو پڑھا جائے؟ تو یہ بات معلوم ہے کہ یقیناً وہاں بیٹھنے والا ان کو صرف (رزق وغیرہ میں) کشادگی کی غرض سے پڑھے گا وہ ان کو عبادت کی غرض سے نہیں پڑھے گا۔

اگر اس نے تبرک کی غرض سے دیوار پر آیات قرآنیہ تحریر کی ہیں تو اس طریقہ سے تبرک حاصل کرنا بدعت ہے اور اگر اس نے بچاؤ اور دفاع کی غرض سے ایسا کیا ہے تو قرآن مجید کے ذریعے یوں بچاؤ اور دفاع حاصل کرنا بھی

ثابت نہیں ہے۔ اگراس نے نصیحت کی غرض سے دیوار پر آیات قرآنیہ لکھی ہیں تو غالبًا ایسا ہوگا کہ لوگ اس کا اہتمام نہیں کریں گے۔ ہم اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں اگراس نے بالفرض دیوار پر یہ آیت لکھی ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [الحجرات: 12]

''تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے۔''

اس جگہ بیٹھنے والا جب یہ آیت پڑھے گا تو کیا وہ غیبت کرنے سے خوف زدہ ہوکر اس کو ترک کر دے گا؟ پھر کیا ہر مجلس میں غیبت ہوتی ہے؟ جب بعض مجلسوں میں غیبت نہیں ہوتی تو یہ آیت لکھنے کا فائدہ کیا ہے جبکہ اہل مجلس غیبت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تو یہ دیوار پر لکھی ہوئی یا لٹکائی ہوئی آیت بہر حال کوئی فائدہ نہ دے گی، لہٰذا ہمیں اس مسئلہ میں یہی کہنا کافی ہے کہ قرآن مجید کو دیواروں پر لٹکانا یا اس کو دیواروں پر لکھنا سلف صالحین کا طریقہ نہیں ہے اور اس امت کے آخری لوگ اسی چیز سے اصلاح یافتہ ہوں گے جس سے اس امت کے اول لوگ اصلاح یافتہ ہوئے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 15/30)

19- جنوں کے انسانوں پر اثرات اوران سے بچنے کا طریقہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ جن تکلیف دینے میں انسانوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وہ تکلیف کبھی قتل تک بھی پہنچ جاتی ہے، بعض اوقات وہ انسانوں کو پتھر مار کر تکلیف دیتے ہیں اور بعض اوقات وہ دیگر اشیاء کے ذریعہ انسانوں کو خوفزدہ کرتے ہیں جو سنت سے ثابت ہے اور امر واقع بھی اس پر دلالت و راہنمائی کرتا ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ غزوات میں سے ایک غزوہ یعنی غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی

اجازت دی، وہ صحابی نوجوان تھا اور اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، جب وہ اپنے گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے پر کھڑی ہے، صحابی نے اس کی اس حرکت پر سخت ناگواری کا اظہار کیا اور قریب تھا کہ وہ جذبات میں آ کر اس کو کوئی سزا دے ڈالتا، اس عورت نے کہا: ذرا گھر میں داخل ہو کر دیکھو تو وہ صحابی گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ ایک سانپ بستر پر لپٹا بیٹھا ہے، اس صحابی کے پاس ایک نیزہ تھا اس نے نیزے کے ساتھ اس سانپ کو قتل کر دیا حتی کہ وہ مر گیا اور اسی لمحے وہ صحابی بھی فوت ہوگیا۔ اس کا علم نہ ہوسکا کہ وہ سانپ پہلے مرا ہے یا یہ صحابی پہلے فوت ہوا ہے۔ جب نبی ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے گھروں میں موجود سانپوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا، سوائے "الأبتر" (دم کٹا خطرناک سانپ) اور "ذُو الطُّفْیَتَین" (چھوٹی دم کا خطرناک سانپ) کے۔[1]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جن کبھی انسانوں پر سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں جیسا کہ مذکورہ واقعہ اس پر شاہد ہے۔ بلاشبہ متواتر اور مشہور خبروں کے ذریعہ سے یہ ثابت ہے کہ کوئی شخص کسی ویرانے میں جاتا اور اس کو وہاں پتھر لگتے حالانکہ اس ویرانے میں اسے کوئی انسان بھی دکھائی نہ دیتا، اور کبھی ایسا ہوتا کہ اسے مختلف قسم کی آوازیں سنائی دیتیں اور کبھی درختوں کی سرسراہٹ کی طرح اور اس سے ملتی جلتی آوازیں سنائی دیتیں جس سے وہ وحشت اور تکلیف محسوس کرتا۔ اور اسی طرح کبھی جن آدمی کے جسم میں داخل ہوجاتا ہے یا تو متأثرہ انسان سے عشق کی وجہ سے یا اس کو ایذاء و تکلیف و دینے کو ارادے سے یا دیگر اسباب کی بنیاد پر۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مندرجہ ذیل

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [5235]

فرمان اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ [البقرة: 275]

''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔''

اور مذکورہ شکل میں کبھی جن انسان کے اندر سے خود بھی باتیں کرتا ہے اور اس سے ہمکلام ہوتا ہے جو اس متأثرہ انسان پر قرآن کریم کی آیات پڑھ کر دم اور علاج کر رہا ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ عامل اس جن سے عہد بھی لیتا ہے کہ وہ دوبارہ اس شخص میں حاضر ہو کر اس کو تنگ نہیں کرے گا۔

اس کے علاوہ بھی جنوں کے لوگوں پر اثر انداز ہوتے ہوئے ان کو تنگ کرنے کی کئی شکلیں ہیں جن کے تذکرے لوگوں میں زبان زد عام ہیں، سو اس بنا پر انسان کے لیے جنوں کے شر سے بچاؤ اختیار کرتے ہوئے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان وہ اوراد و وظائف پڑھے جو سنت سے ثابت ہیں جن کے ذریعہ ان شرارتی جنوں سے بچا جا سکتا ہے، مثلاً آیت الکرسی۔ جب رات کے وقت انسان آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے تو اس پر اللہ کی طرف سے ایک نگران مقرر ہو جاتا ہے جو صبح تک اس کی حفاظت کرتا ہے۔ واللہ اعلم

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ و الرسائل: 110)

20- قرآن وغیرہ پر مشتمل تمیمہ (تعویذ وغیرہ) لٹکانا

غیر قرآن کا تمیمہ جیسے ہڈیاں، لکیریں کھینچنا، کوڑیاں، بھیڑیے کے بال اور اس جیسی دیگر اشیاء تو یہ منکر ہیں اور نص سے ان کی حرمت ثابت ہے، بچے

اور بڑے پر اس قسم کے تمیمے لٹکانا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«من تعلق تميمة فلا أتم الله له، ومن تعلق ودعة فلا ودع الله له»[1]

''جس شخص نے تمیمہ (تعویذ) لٹکایا اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جو شخص سیپی وغیرہ لٹکائے اللہ اس کو آرام نہ دے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

«من تعلق تميمة فقد أشرك»[2]

''جس شخص نے تمیمہ لٹکایا یقیناً اس نے شرک کیا۔''

لیکن جب وہ تعویذ (تمیمہ) قرآن مجید اور معروف اور پاکیزہ دعاؤں پر مشتمل ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا: ان کا لٹکانا جائز ہے اور سلف کی ایک جماعت سے یہ موقف مروی ہے، چنانچہ وہ تعویذ لٹکانے کو مریض پر قرآن یا دعا پڑھ کر دم کرنے پر قیاس کرتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تعویذ قرآنی لٹکانا جائز نہیں ہے یہ موقف عبداللہ بن مسعود، حذیفہ رضی اللہ عنہما اور سلف و خلف کی ایک جماعت سے مشہور اور مروی ہے، ان کا کہنا ہے کہ قرآنی تعویذ بھی لٹکانا جائز نہیں ہے تاکہ شرک کا مادہ اور جڑ کاٹ دی جائے اور اس کا دروازہ بند کر دیا جائے اور اس سلسلہ میں مروی عمومی احادیث پر عمل کیا جائے کیونکہ تمائم کے لٹکانے سے منع کرنے والی احادیث عمومی احادیث ہیں، جنھوں نے اس کی کسی شکل کو مستثنیٰ نہیں کیا، لہٰذا اس عموم پر کاربند ہونا واجب و لازم ہے۔ پس تمائم کا لٹکانا سرے سے جائز ہی نہیں ہے

---

[1] ضعيف. للحاكم [240/4]

[2] صحيح. مسند أحمد [156/4]

کیونکہ ان تعویذات کا لٹکانا دیگر اشیاء کے لٹکانے کی طرف لے جائے گا اور یہ معاملہ مشتبہ ہو جائے گا اور ایمان کی سلامتی کے لیے شبہات سے بچنا لازم ہے، لہٰذا ہر قسم کے تعویذ اور تمیمہ سے باز آنا واجب ہے، دلیل کے واضح ہونے کی بنا پر یہی موقف درست بھی ہے۔

پس اگر ہم قرآن اور پاکیزہ دعاؤں پر مشتمل تعویذ کو جائز قرار دیں تو پھر ایک دروازہ کھل جائے گا اور ہر شخص جو چاہے گا لٹکائے پھرے گا اور ہمہ قسم کے تمیمے اور تعویذ پہنے جانے لگیں گے۔

ان تعویذات سے بچنے کی ایک تیسری علت بھی ہے اور وہ کچھ یوں ہے: ہوتا یہ ہے کہ قرآنی تعویذ پہننے والا شخص کبھی بیت الخلاء اور گندگی والی جگہوں میں جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ کلام اللہ کو اس سے بچانا چاہیے، اور یہ لائق نہیں ہے کہ اس کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہوا جائے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 51/1)

21- نفسیاتی بے چینیوں اور بیماریوں کا علاج تمیموں (تعویذوں) سے نہ کیا جائے

تمیمے (تعویذ) لٹکانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان سے منع کیا گیا ہے البتہ قرآن مجید، دعاؤں اور مسنون اوراد کے ذریعہ دم کرنا جائز ہے، نیز اس کے علاوہ کثرت ذکر، اعمال صالحہ، شیطان سے پناہ پکڑنا اور نافرمانیوں اور نافرمانوں سے دور رہنے سے بھی راحت محسوس ہوتی ہے اور متأثرہ شخص پر سکون اور نیک بخت زندگی سے نوازا جاتا ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 11/64)

22- معاشقے کے علاج کی خاطر قرآنی سورتیں لکھ کر پہننا

آگاہ رہو! بلاشبہ دوائی کا استعمال شفایابی کا ایک سبب ہے اور مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لہٰذا وہی سبب جائز اور درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جائز سبب قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن اسباب کا اختیار کرنا جائز قرار دیا ہے وہ دوطرح کے ہیں:

پہلی قسم: شرعی اسباب مثلاً قرآن مجید اور دعا جیسے کہ نبی ﷺ نے سورۂ فاتحہ کے متعلق (جب ایک صحابی نے اس کے ساتھ دم کیا اور متأثرہ شخص شفایاب ہوا) فرمایا:

«وما يدريك أنها رقية؟»[1]

''تمھیں کیسے معلوم ہو کہ یہ (سورۃ فاتحہ) دم ہے؟۔''

اسی طرح نبی ﷺ بیماروں کو دعا کے ساتھ دم کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا کی وجہ سے اس مریض کو شفا دے دیتا تھا جس کی شفایابی کا آپ ﷺ نے ارادہ کیا ہوتا تھا۔

دوسری قسم: حسی اور ظاہری اسباب مثلاً مادی ادویات جن کے شفایابی کا سبب ہونا شریعت کی طرف سے معلوم ہو جیسے شہد ہے۔ یا تجربات سے معلوم ہو جیسے اکثر ادویات ہیں، اور اسباب کی اس قسم کا اثر براہ راست ہونا چاہیے نہ کہ وہم اور خیال کے ذریعے، پس جب اس کا اثر حسی اور براہ راست ہو تو اس کو بطور دوائی اور علاج اختیار کرنا صحیح اور درست ہے جس کے ذریعہ اللہ کے اذن و حکم سے شفا حاصل ہوجاتی ہے، لیکن جب اس سبب کا اثر محض ان اوہام و

[1] **صحيح.** سنن الترمذي، رقم الحديث [2064]

خیالات کے ذریعہ سے ہو جن کو مریض گمان کر لیتا ہے اور اس وہم اور خیال کی بنا پر اس کو نفسیاتی طور پر راحت اور سکون ہو جاتا اور اس کو مرض ہلکا محسوس ہوتا ہے اور بعض اوقات نفسیاتی سرور مرض پر اس طرح چھا جاتا ہے کہ مرض کا ازالہ ہی ہو جاتا ہے تو اس وہمی اور خیالی سبب پر اعتماد کرنا اور اس کو دوائی اور علاج ثابت کرنا جائز نہیں ہے تاکہ انسان کہیں اندھا دھند اوہام و خیالات کے پیچھے نہ پڑ جائے۔ اسی لیے مرض کو رفع کرنے کے لیے چھلہ پہننے، دھاگا باندھنے اور ان سے ملتی جلتی اشیاء استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ایسا کرنا شرعی سبب ہے اور نہ حسی اور مادی، اور جس چیز کا شرعی اور حسی سبب ہونا ثابت نہ ہو اس کو بطور سبب کے اختیار کرنا جائز نہیں ہے، پس ایسی اشیاء کو بطور سبب کے اختیار کرنا اللہ تعالیٰ سے اس کی ملکیت میں جھگڑا کرتے ہوئے اس ملکیت کو چھیننے کے مترادف ہے اور اس کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے، وہ اس طرح کہ اس نے اسباب کو ان کے مسببات کی جگہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنی کتاب ''کتاب التوحید'' میں یوں عنوان قائم کیا ہے۔

"باب من الشرك لبس الحلقة والخيط ونحوهما لدفع البلاء أو رفعه."

یعنی مصیبت دور کرنے کی غرض سے چھلہ پہننا اور دھاگا باندھنا وغیرہ شرک ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 49)

23- کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانا

حدیث میں ہے:

« من أتى عرافا فصدقه ... »

''جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی...''

پس جب کاہن و نجومی تمھیں بتائے کہ فلاں مہینے میں یہ ہونے والا ہے پھر تو اس کی دی ہوئی اس خبر کو سچا مان لے تو تمھارا اس کی خبر کو سچ ماننا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تکذیب کرتا ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾

[النمل: 65]

''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''

کیونکہ تم اس پر ایمان لے آئے کہ یقیناً اس کاہن یا نجومی کا کلام حق اور سچ ہے اور یوں یہ کفر اکبر بن جائے گا کیونکہ ہر وہ چیز جس سے اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کی تکذیب ہوتی ہو، وہ کفر ہے۔ اسی لیے اس حدیث میں ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« من أتى عرافا فسأله لم تقبل له صلاة أربعين يوماً »[1]

''جو شخص کسی کاہن و نجومی کے پاس جا کر کچھ دریافت کرے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے کفر کا ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ اس شخص نے نجومی سے صرف کچھ دریافت کیا ہے اس کی باتوں کی تصدیق نہیں کی ہے، لیکن اگر وہ نجومی سے کچھ دریافت کر کے اس کی بتائی ہوئی بات کی تصدیق بھی کرے گا تو اس کی یہ تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تکذیب کرے گی:

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [2230]

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾
[النمل: 65]
''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا۔''
اور اس کا یہ عمل کفر ہوگا جو اس کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے گا۔
اور بحمد اللہ ہم نے گزشتہ میلادی سال کے آغاز میں ان کے جھوٹ کا مشاہدہ کیا، بڑے افسوس کے ساتھ! کاہنہ عورتوں میں سے ایک کی طرف سے کچھ مواد شائع ہوا جس میں اس کاہنہ نے بہت سے حوادث کے وقوع کی پیشین گوئی کی جن میں سے کوئی ایک بھی سچ ثابت نہ ہوئی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کاہنوں اور نجومیوں نے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسانے کے لیے اس طرح کی فریب کاریوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور لوگ کمزوری ایمان کی بنیاد پر ہر جعل سازی کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 19/45)

24- ''ستارے کیا کہتے ہیں؟''

نحوست اور سعادت کو افلاک اور ابراج کے ساتھ جوڑنا پرانے فلسفی مجوسیوں، بے دینوں اور ان جیسے کافروں اور مشرکوں کے شرک میں سے ہے، علم نجوم کے ذریعہ قسمتوں کا علم رکھنے کا دعویٰ کرنا بظاہر علم غیب کا دعویٰ کرنے کے مترادف ہے اور یہ اللہ کے حکم میں اس سے جھگڑنے اور اس پر غالب آنے کی کوشش ہے جو بہت بڑا شرک ہے، پھر فی الحقیقت یہ دجل و دھوکا اور جھوٹ ہے اور اس کے ساتھ لوگوں کی عقلوں سے کھیلا جاتا ہے اور ناجائز طریقے سے لوگوں کے مال کھائے جاتے ہیں اور ان کے عقائد بگاڑ کر ان کو غلط ملط کر دیا جاتا ہے۔
بنا بریں برجوں کے قسمت بتانے یعنی ''ستارے کیا کہتے ہیں؟'' کا

چارٹ نشر کرنا، اس کو اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے دیکھنا اور اس کو لوگوں کے درمیان رواج دینا حرام اور ان کی قسمتیں بتانے کی تصدیق کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ کفر کی راہ ہموار کرتا اور عقیدہ توحید کو متاثر کرتا ہے، لٰہذا اس سے بچنا واجب ہے، نیز دوسرے لوگوں کو اس کے ترک کرنے کی وصیت و نصیحت کرنا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر کامل بھروسا رکھنا اور تمام معاملات میں اسی پر توکل کرنا بھی واجب ہے۔ (اللجنة الدائمة: 16694)

25- جادو اور جادوگر کا حکم

جادو کی دو قسمیں ہیں: جادو کی ایک قسم تو کفر ہے اور دوسری قسم ظلم اور زیادتی ہے، جہاں تک اس قسم کا تعلق ہے جو کفر ہے تو وہ یہ ہے جو شیطان سے سیکھا جاتا ہے، پس وہ جو شیاطین سے سیکھا جاتا ہے وہ کفر ہے۔ دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ [البقرة: 102]

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض

ایک آزمائش ہیں، سوتو کفر نہ کر۔''

اس قسم کا جادو کفر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے، اور اس قسم کا جادو سیکھنے اور کرنے والا واجب القتل ہے۔ علمائ رحمہم اللہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر اس قسم کا جادوگر توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی؟ تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عمومی ارشاد کی وجہ سے اس کی توبہ قبول کی جائے گی:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر: 53]

''کہہ دے اے میرے بندوں! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

پس جب اس قسم کا جادوگر توبہ کر لے اور جادو کرنے کروانے سے باز آجائے تو اس کی توبہ قبول ہونے سے کونسی رکاوٹ ہوگی جبکہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر: 53]

''بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

لیکن جب وہ اپنے جادو کے ذریعہ لوگوں میں سے کسی کے قتل یا قتل کے علاوہ کسی اور زیادتی کا سبب بنا ہو تو وہ انسانی حق کے تحت ضامن اور ذمہ دار ہوگا، اگر اس نے جادو کے ذریعہ کسی کو قتل کروا دیا ہو تو اس کو بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اگر کسی کو بیمار کروا دیا ہو تو اس کے اس فعل پر غور وفکر کر کے مناسب فیصلہ کیا جائے گا، اور اگر اس نے جادو کے ذریعہ کسی کا مال تلف کیا ہو تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔

دوسری قسم: جادو کی دوسری قسم وہ جادو ہے جو شیاطین کے حکم سے نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ادویہ، جڑی بوٹیوں اور حسی اشیاء کے ذریعے ہوتا ہے تو اس قسم کا جادو کفر تو نہیں البتہ اس قسم کے جادو کرنے والے کو بھی قتل کیا جائے گا تا کہ فتنہ و فساد کا دروازہ بند کیا جا سکے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 15/5)

26- جادو کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان صلح کروانا

یہ حرام ہے جائز نہیں ہے، اس کا نام ''عطف'' رکھا جاتا ہے، اور جس جادو کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کروائی جاتی ہے اس کو ''صرف'' کہتے ہیں، اور وہ بھی حرام ہے جو کبھی کفر اور شرک تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ [البقرة: 102]

''حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔ پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔ اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتی اور انھیں فائدہ نہ دیتی تھی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جان

چکے تھے کہ جس نے اسے خریدا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔"

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 254)

27- جادو کا جادو کے ذریعہ علاج کرنا

یہ جائز نہیں ہے، جس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "نشرہ" (آسیب زدہ لوگوں کے علاج کی ایک جادوئی قسم) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«هي من عمل الشيطان»[1] "یہ شیطانی عمل ہے۔"

ان شیطانی اعمال کی بجائے طبعی ادویات اور مسنون دعائیں موجود ہیں جو جادو کے توڑ میں کافی ثابت ہوتی ہیں، پس یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بیماری کی شفا بھی نازل کی ہے، جاننے والے نے اس کو جان لیا اور جو اس سے ناواقف ہے وہ ناواقف ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج معالجہ کروانے کا حکم دیا ہے اور علاج معالجہ کے حرام ذرائع کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تداووا، ولا تداووا بحرام»[2]

"علاج معالجہ کراؤ، مگر حرام ذرائع علاج سے بچو۔"

(اللجنة الدائمة: 1465)

28- جادو کے توڑ کا طریقہ

جادو کا علاج دو چیزوں سے ہوتا ہے: ایک چیز تو شرعی دم ہیں اور دوسری

---

❶ صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [3868]

❷ ضعيف. سنن أبي داود، رقم الحديث [3874]

چیز جادو کے علاج میں مجرب اور مباح ادویات کا استعمال ہے۔ بہر حال جادو کا کامیاب اور مفید علاج شرعی دم ہیں، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً دم کے ذریعہ جادو کو رفع دفع کر دیتا ہے۔

جادو کے علاج کے لیے ایک تیسری چیز بھی ہے اور وہ ہے: جادوگر کے گرہیں لگا کر کیے ہوئے جادو پر مطلع ہونا اور پھر اس کی کاٹ کرنا اور اس کو تلف کرنا تو اس طرح یہ بھی جادو کو زائل کرنے اور اس کو ختم کرنے کے اسباب میں سے ہے۔

لہٰذا وہ دم جن کے ذریعہ سحر زدہ آدمی کا علاج کیا جاتا ہے ان میں سے ایک درج ذیل ہے۔ قرآن مجید کے مختلف مقامات سے، جو درج ذیل ہیں، تلاوت کی جائی، سورۃ الفاتحہ، آیت الکرسی اور ﴿ قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الكافرون] اور ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [الإخلاص] اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ [الفلق] اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ [الناس] اور جادو کی وہ آیات جو سورۂ اعراف، سورہ یونس اور سورہ طٰہٰ میں ہیں:

سورۂ اعراف کی آیات یہ ہیں:

﴿ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ﴾ [الأعراف: 117 تا 119]

”اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ پس حق ثابت ہوگیا اور باطل ہوگیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ تو اس موقع پر وہ مغلوب

ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔''

سورۃ یونس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [یونس: 79 تا 82]

''اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ تو جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے، یقیناً اللہ اسے جلدی باطل کر دے گا۔ بے شک اللہ مفسدوں کا کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دیتا ہے، خواہ مجرم برا ہی جانیں۔''

سورۂ طٰہٰ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ وَ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰى﴾ [طٰهٰ: 65 تا 69]

''انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو یہ کہ تو پھینکے اور یا یہ کہ ہم پہلے ہوں جو پھینکے۔ کہا بلکہ تم پھینکو، تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔ تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔''

مندرجہ بالا تمام آیات کریمات پڑھ کر پانی میں تھوک آلود پھونک ماری جائے اور پھر اس دم شدہ پانی کو مزید پانی میں شامل کیا جائے، پھر جادو زدہ آدمی اس پانی سے غسل کرے اور کچھ پانی پیے، مثلاً اس پانی سے تین گھونٹ پیے تو اللہ کے حکم سے جادو رفع دفع ہوجائے گا اور اس عمل سے جادو زدہ شخص شفایاب ہوجائے گا۔ جادو زدہ لوگوں کے متعلق یہ مجرب دم ہے، ہم نے بھی اور ہمارے علاوہ کئی لوگوں نے اس کا تجربہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ متأثرہ شخص کو شفا عطا فرما دی۔

نیز مذکورہ دم شدہ پانی میں بیری کے سات سبز پتے کوٹ کر شامل کر لیے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دم کی افادیت میں اضافہ ہی کرے گا۔ بیری معروف ایک درخت ہے جس کو بیر لگتے ہیں۔

جادو کا علاج معالجہ کرنے والوں کے ہاں کچھ ادویات ہیں جن کے ذریعہ وہ جادو کا علاج کرتے ہیں، ان ادویات کا استعمال مباح اور جائز ہے، جادو کے علاج معالجہ میں ان سے استفادہ کیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ ابن

القیم رحمہ اللہ نے مشروع نشرہ کے بیان میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے، نیز الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ نے اپنی کتاب ''فتح المجید'' جو کہ ''کتاب التوحید'' کی شرح ہے، کے "باب ما جاء في النشرة" میں بھی اسے ذکر کیا ہے۔

رہا کاہنوں اور جادوگروں کے پاس جادو کے علاج کے لیے جانا تو یہ جائز نہیں ہے۔ (ابن باز: نورعلی الدرب: 194/193/1)

29- ویلنٹائن ڈے منانا

کتاب و سنت کے واضح دلائل کے ساتھ اور امت کے سلف صالحین کے اجماع کے ساتھ ثابت ہے کہ بلاشبہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں اور وہ ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ رہی وہ عیدیں جو ان دو عیدوں کے سوا ہیں خواہ وہ کسی ایک شخص یا جماعت یا واقعہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہو یا کسی بھی لحاظ سے اس کو عید بنایا گیا ہو وہ بدعتی عیدیں ہوں گی، اہل اسلام کے لیے ان کو منانا، ان کو عیدیں ماننا، ان پر خوشی کا اظہار کرنا اور ان کو منانے میں کسی طرح کا تعاون کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ کی حدوں کو پھلانگنا ہے، اور جس نے بھی اللہ کی حدوں کو عبور کیا یقیناً اس نے اپنے اوپر ظلم کیا، اور جب اس من گھڑت عید کے ساتھ یہ عیب بھی شامل ہو جائے کہ وہ کفار کی عیدوں میں سے ایک ہو تو اس کا گناہ دوگنا ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اس میں کفار کی مشابہت اور ان کے ساتھ دلی محبت کا اظہار ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں مومنوں کو کفار کی مشابہت اختیار کرنے اور ان سے دلی محبت کرنے سے منع کر رکھا ہے، اور نبی ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

《من تشبه بقوم فهو منهم》[1]
''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں سے ہے۔''

اور عید ویلنٹائن اسی قسم کی عید ہے کیونکہ یہ بت پرست نصرانیوں کی عیدوں میں سے ایک عید ہے، لہٰذا کسی مسلمان کے لیے، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ عید منائے یا اس کو عید مانے یا اس پر کسی کو پھول پیش کرتے ہوئے مبارک باد دے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مذکورہ فرامین پر عمل کرتے ہوئے اس کو ترک کرتے ہوئے اس سے اجتناب کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور سزا کے اسباب سے دور رہنا واجب و لازم ہے، اسی طرح مسلمان پر یہ بھی حرام ہے کہ وہ اس عید پر یا اس کے علاوہ حرام عیدوں میں سے کسی عید پر کسی طرح کا تعاون کرے، مثلاً کھانا پینا یا خرید و فروخت کرنا یا تحفے دینا یا پیغامات (SMS) بھیجنا یا اعلان کرنا یا اس کے علاوہ کسی بھی طرح سے شرکت کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ تمام کا تمام گناہ، زیادتی اور اللہ و رسول کی معصیت و نافرمانی پر تعاون ہے جبکہ اللہ جل وعلا ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ [المائدة: 2]

''اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔''

اور مسلمان پر واجب ہے کہ وہ تمام حالات میں بالعموم اور فتنہ و فساد کے اوقات میں بالخصوص کتاب و سنت کے ساتھ تمسک اختیار کرے، نیز اس پر لازم

---

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [4031]

ہے کہ وہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کی گمراہیوں کا شکار ہونے سے بچے جن پر غصہ کیا گیا اور وہ گمراہ ہوئے اور وہ ایسے فاسق ہیں جو اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے اور وہ اسلام کے لیے سربلند ہو کر کھڑے نہیں ہوتے۔
نیز مسلمان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنی ہدایت کی طلب اور اس پر استقامت کے لیے اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لے کیونکہ نہ اللہ کے سوا کوئی ہدایت دینے والا ہے اور نہ ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی استقامت عطا کرنے والا ہے۔
(اللجنة الدائمة: 21203)

احوالِ قبر

30- قبر کی نعمت اور اس کا عذاب

یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إن أحدكم إذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي، إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة، وإن كان من أهل النار، فيقال: هذا مقعدك حتى يبعثك الله إلى يوم القيامة»[1]

''بلاشبہ جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے (اور دفن کر دیا جاتا ہے) تو صبح وشام اس پر اس کا مقام پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہو تو اس کا جنتی مقام اور اگر وہ جہنمی ہو تو (اس کا جہنمی مقام اس کے سامنے پیش کر کے) کہا جاتا ہے: یہ تیرا مقام ہے (جو تمھیں دکھایا جاتا رہے گا) حتی کہ اللہ تعالیٰ تمھیں قیامت کے دن کھڑا کرے۔''

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ عالم برزخ میں نعمت اور عذاب کا معاملہ روح کے ساتھ پیش آتا ہے جبکہ بدن روح کے تابع ہے، اور بلاشبہ انسان کا جسم باقی رہے یا نہ رہے اس کو نعمت پہنچتی رہتی ہے اور عذاب ہوتا رہتا ہے مگر ہمیں اس نعمت اور عذاب کی کیفیت کا علم نہیں ہے کیونکہ وہ غیبی امور میں سے ہے جس کی ہمیں اطلاع نہیں ہے، ہمارے ذمے صرف ان پر ایمان لانا واجب

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1379] صحيح مسلم [2866/65]

ہے کیونکہ اس مسئلہ پر کتاب وسنت اور اجماع امت کے شرعی دلائل موجود ہیں۔
(اللجنة الدائمة: 13059)

31- دوام وانقطاع کے اعتبار سے عذاب قبر

اگر تو انسان کافر ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے، تو اس کو قبر میں مسلسل عذاب ہوتا رہے گا اور اگر وہ شخص نافرمان ہو مگر ہو مؤمن تو اس کو جب عذاب قبر ہوتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی اس کی موت اور قیامت کے قائم ہونے کے درمیانی وقت یعنی برزخ میں اس کے گناہوں کا عذاب کم ہوجاتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 157)

32- گناہ گار مومن سے عذاب قبر کی تخفیف

جی ہاں! کبھی اس میں تخفیف ہوجاتی ہے کیونکہ نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إنهما ليعذبان وما يعذبان في كبير، بلى إنه كبير: أما أحدهما: فكان لا يستبرئ ـأو قال:ـ لا يستتر من البول، وأما الآخر: فكان يمشي بالنميمة، ثم أخذ جريدة رطبة فشقها نصفين، فغرز في كل قبر واحدة، وقال: لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا»[1]

”بلاشبہ ان دو قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز (یعنی جس سے بچنا کوئی مشکل کام ہو) کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا لیکن (اگرچہ دیکھا جائے تو) بلاشبہ وہ بہت بڑی چیز ہے، ان میں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [218] صحيح مسلم [292/111]

سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا جبکہ دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک تر شاخ پکڑی اور اس کو توڑ کر دو حصوں میں کیا اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا گاڑھ دیا اور فرمایا: ''شاید کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔''

یہ مذکورہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کبھی عذاب قبر میں تخفیف ہو جاتی ہے، لیکن یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دو ٹہنیوں کی ان دو عذاب کیے جانے والوں کے عذاب قبر میں تخفیف کی کیا مناسبت ہے؟

1. کہا گیا ہے: چونکہ وہ دو ٹہنیاں خشک ہونے تک اللہ کی تسبیح بیان کرتی رہتی ہیں اس لیے یہ تسبیح میت پر عذاب قبر میں تخفیف کر دیتی ہے۔ یہ توجیہ کرنے والوں نے اس علت کی بنا پر جس علت کا انھوں نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے، ایک فرع نکالی ہے، وہ فرع یہ ہے کہ بلاشبہ انسان کے لیے قبرستان جانا مسنون عمل ہے اور اس کو چاہیے کہ جب وہ قبرستان جائے تو وہ قبروں کے پاس کھڑا ہو کر اللہ کی تسبیح بیان کرے تا کہ قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف ہو جائے مگر یہ علت بہت بعید ہے۔

2. اور بعض علما کا کہنا ہے کہ مذکورہ علت ضعیف ہے کیونکہ ٹہنیاں خواہ تر ہوں یا خشک وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہی رہتی ہیں، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ﴾

[الإسراء: 44]

''ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور

لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔''

اور یقیناً رسول اللہ ﷺ کے سامنے کنکریوں کی تسبیح سنی گئی ہے باوجود اس کے کہ کنکریاں خشک ہی ہوتی ہیں، پھر کیا علت ہوگی؟

صحیح علت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل سے یہ امید کی کہ اللہ تعالیٰ ان ٹہنیوں کے تر رہنے تک ان قبروں والوں سے عذاب قبر میں تخفیف کر دے، یعنی تخفیف کی مدت لمبی نہ تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قبروں والوں کے اس فعل سے، جن کی وجہ سے ان کو عذاب ہو رہا تھا، لوگوں کو ڈرایا جائے، کیونکہ ان کا وہ عملِ گناہ بہت بڑا تھا، جیسا کہ روایت بھی موجود ہے:

« بلیٰ إنه کبیر» ''کیوں نہیں وہ بڑا عملِ گناہ ہے۔''

ان میں سے ایک تو پیشاب کرنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا اور جب وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا تو ظاہر ہے کہ وہ بغیر طہارت کے نماز ادا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا اور ۔العیاذ باللہ۔ اللہ کے بندوں کے درمیان فساد برپا کرتا تھا، ان کے اندر چغلی کے ذریعہ بغض اور عداوت پیدا کرتا تھا جو بہت بڑا گناہ ہے۔ یہی توجیہ زیادہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کی ان قبروں والوں کے حق میں شفاعت وقتی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امت کو ان دو گناہوں یعنی پیشاب میں عدم احتیاط اور چغلی سے خبردار کیا جائے۔ اس کی یہ وجہ ہرگز نہ تھی کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ دائمی شفاعت سے بخل کر رہے تھے۔

اس پر مزید ہم کہتے ہیں کہ بعض علما نے فرمایا ہے: انسان کے لیے یہ مسنون ہے کہ وہ عذاب قبر میں تخفیف کی غرض سے اس پر تر ٹہنی یا درخت یا اس قسم کی کوئی چیز گاڑھے لیکن یہ استنباط بہت بعید ہے اور ہمارے لیے چند وجوہ کی بنا پر ایسا کرنا جائز نہیں ہے:

① نبی ﷺ کے برخلاف یقیناً ہمیں تو معلوم ہی نہیں ہے کہ اس آدمی کو، جس کی قبر پر ہم ترٹہنی گاڑھ رہے ہیں، قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

② یقیناً جب ہم ایسا کریں گے تو ہم میت کے ساتھ برا سلوک کرنے والے ہوں گے کیونکہ ہم نے اس کے متعلق یہ بدگمانی کی ہے کہ اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے یا ہوگا، جبکہ ہمیں کیا معلوم؟ ہوسکتا ہے کہ وہ قبر میں انعام یافتہ ہو، شاید کہ یہ مرنے والا ان لوگوں میں شامل ہو چکا ہو جس پر اللہ نے اس کی موت سے پہلے احسان کرتے ہوئے اس کو معاف کر دیا ہو اور بخشش و مغفرت کے کئی اسباب میں سے کوئی سبب اس شخص کے اندر پایا گیا ہو، اور اس کے مرنے پر رب العباد نے اس کو معاف کر دیا ہو، تب تو وہ عذاب کا مستحق رہتا ہی نہیں۔

③ یہ استنباط ان سلف صالحین کے منہج کے خلاف ہے جو اللہ کی شریعت کو لوگوں سے زیادہ جاننے والے تھے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے یہ کام نہیں کیا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں یہ کام کرنے والے؟

④ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے بہتر چیز عطا کی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو آپ ﷺ اس پر کھڑے ہو کر فرماتے:

«استغفروا لأخيكم واسألوا له التثبيت فإنه الآن يسأل»[1]

''اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ و الرسائل: 158)

---

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [3221]

قیامت کی نشانیاں

33- مسیح دجال کا فتنہ

نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آخری زمانے میں مسیح دجال نمودار ہوگا اور آسمان سے کہے گا بارش برساؤ تو آسمان بارش برسائے گا اور زمین سے کہے گا نباتات اگاؤ تو وہ نباتات اگائے گی۔ وہ ایک مومن آدمی کو قتل کرنے کے بعد کہے گا: کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو جائے گا اور اسے کہے گا: میں تیرا رب ہوں (کیونکہ میں نے تجھے مارنے کے بعد زندہ کیا ہے) وہ مومن دجال سے کہے گا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ تو وہ جھوٹا اور کانا (دجال) ہے جس کے متعلق ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے، اللہ کی قسم مجھے تیرے اس عمل کی وجہ سے تیرے متعلق مزید یقین ہوگیا ہے کہ تو ہی دجال ہے۔

پھر دجال اس شخص کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا مگر وہ ایسا نہیں کر پائے گا۔ نیز وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا جبکہ نبی ﷺ نے اس کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں جو اس کے دعویٰ الوہیت کے جھوٹا ہونے پر دلالت کرتی ہیں، پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ دائیں آنکھ سے بھینگا ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، دوسری نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ ہر مومن، خواہ وہ پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، اس کو پڑھ لے گا، اور تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ دنیا میں دکھائی دے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص موت سے پہلے نہیں دیکھ سکتا۔[1]

[1] صحیح مسلم [2938/113]

صحیح مسلم "باب ذكر فتنة الدجال" میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مذکورہ معلومات پر دلالت کرنے والی حدیث موجود ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

«فيأتي على القوم فيدعوهم فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والأرض فتنبت... إلى قوله صلى الله عليه وسلم عنه: ثم يدعو رجلا ممتلئا شباباً فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض، ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه يضحك»[1]

"پھر دجال ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنی الوہیت پر ایمان لانے کی دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے، وہ (ان کو اپنی الوہیت کا ثبوت دینے کے لیے) آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اگائے گی۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق یہاں تک بیان فرمایا: "پھر وہ ایک گبرو جوان کو بلا کر تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، پھر وہ اس کو آواز دے کر بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوگا اس کا چہرا روشن ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔"

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے:

«فيخرج إليه يومئذ رجل هو خير الناس، أو من خير الناس فيقول له: أشهد أنك الدجال الذي أخبرنا رسول الله صلى

[1] صحیح مسلم [2137/110]

اللّٰه عليه وسلم حديثه، فيقول الدجال: أرأيتم إن قتلت هذا ثم أحييته أتشكون في الأمر؟ فيقولون: لا، فيقتله، ثم يحييه، فيقول حين يحييه: واللّٰه ما كنت قبل قط أشد بصيرة مني الآن، قال فيريد الدجال أن يقتله، فلا يسلط عليه》[1]

''پھر اس دن دجال کے پاس ایک ایسا آدمی آئے گا جو لوگوں میں سے بہتر یا بہتر لوگوں میں سے ایک ہوگا اور دجال کو مخاطب کر کے کہے گا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ تو دجال ہے، وہی دجال جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے، پھر دجال لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا: تمھارا کیا خیال ہے اگر میں اس کو قتل کر کے پھر اس کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی تمھیں میری الوہیت کے متعلق کوئی شک باقی رہے گا؟ وہ لوگ کہیں گے: نہیں، تو دجال اس شخص کو قتل کر دے گا، پھر اس کو زندہ کرے گا تو وہ شخص زندہ ہونے کے بعد کہے گا: اللہ کی قسم! مجھے پہلے اتنی بصیرت حاصل نہ تھی جتنی اب ہے (کہ یقیناً تو ہی دجال ہے) تو دجال پھر اسے قتل کرنے کا ارادہ کرے گا لیکن وہ ایسا نہ کر پائے گا۔''

اور مسلم کی ہی ایک حدیث یہ بھی ہے:

《أن مع الدجال ماءا و نارا فناره ماء و ماءه نار فلا تهلكوا》[2]

''بلاشبہ دجال کے پاس پانی اور آگ ہوگی، پس اس کی آگ درحقیقت پانی اور اس کا پانی درحقیقت آگ ہوگی، لہٰذا تم اس کے دھوکے میں آ کر ہلاک نہ ہو جانا۔''

---

[1] صحیح مسلم [2938/113]

[2] صحیح مسلم [2934/105]

اور یہ آخری حدیث وہ ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی طرف سے تخیل اور وہمی چیزیں ہیں اور اس کے علاوہ جو اس کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ تخیل نہیں ہوگا بلکہ وہ سب کچھ حقیقت پر مبنی ہوگا، اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ ایسی چیزیں بطور فتنہ و آزمائش اس لیے رونما کرے گا کہ اس کے الوہیت کے دعوے والے جھوٹ پر حجت قائم کرنے کے ساتھ ساتھ پاکیزہ کو خبیث سے چھانٹ کر الگ کر دے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمیں ابو خیثمہ زہیر بن حرب نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: ہمیں ولید بن مسلم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: مجھے یحییٰ بن جابر طائی قاضی حمص نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن جبیر نے بیان کیا، وہ اپنے باپ جبیر بن نفیر حضرمی سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نواس بن سمعان کلابی سے سنا، نیز مجھے محمد بن مہران رازی نے اپنی سند کے ساتھ نواس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا:

« فيأتي على القوم فيدعوهم فيؤمنون به، ويستجيبون له فيأمر السماء فتمطر والأرض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم أطول ما كانت ذرًّا، وأسبغه ضروعا، وأمده خواصر، ثم يأتي القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله، فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بأيديهم شيء من أموالهم. وفيه: ثم يدعو رجلا ممتلئا شباباً فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض، ثم يدعوه فيقبل يتهلل وجهه ويضحك »[1] الخ

---

[1] صحيح مسلم [2137/110]

''پھر وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور ان کو اپنے آپ پر ایمان لانے کی دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی بات مان لیں گے، چنانچہ وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا، زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اگائے گی، شام کے وقت لوگوں کے جانور چراگاہوں سے واپس آئیں گے تو ان کی کوہانیں پہلے سے بڑی ہوں گی، تھن کشادہ ہوں گے اور پسلیاں خوب بھری ہوں گی، پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انھیں اپنے آپ پر ایمان لانے کی دعوت دے گا لیکن وہ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے، چنانچہ دجال وہاں سے چلا جائے گا تو ان پر قحط سالی مسلط ہو جائے گی اور ان کے مالوں سے کچھ بھی ان کے پاس نہ رہے گا۔''

نیز اس روایت میں یہ بھی ہے:

''پھر وہ ایک بھرپور جوانی والے آدمی کو بلائے گا، پھر اس کو نشانے پر تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے گا، پھر اس کو بلائے گا تو وہ اس کے بلاوے پر اٹھ کھڑا ہوگا اس حال میں کہ اس کا چہرہ روشن ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔''

احوالِ آخرت

34- شفاعت اور اس کی قسمیں

شفاعت کا لفظ شفع (جفت) سے مأخوذ ہے اور یہ وتر (طاق) کی ضد ہے، اور اس کا معنی ہے طاق کو جفت بنانا، مثلاً ایک کو دو، تین کو چار اور اسی طرح آگے تک۔ یہ تو لفظِ شفاعت کی لغوی تشریح ہے۔

رہا شفاعت کا اصطلاحی مفہوم تو وہ کچھ یوں ہے کہ فائدہ کے حصول اور نقصان کے دور کرنے کی خاطر دوسرے کے لیے واسطہ بننا، یعنی شفاعت کرنے والے کا مشفوع اِلیہ (جس کے ہاں شفاعت کی گئی ہے) اور مشفوع لہ (جس کی شفاعت کی گئی ہے) کے درمیان مشفوع لہ کے لیے جلب منفعت یا اس سے دفع ضرر کے لیے واسطہ بننا۔

شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ شفاعت جو صحیح ثابت ہے اور یہ وہ شفاعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے یا جس کو اس کے رسول اللہ ﷺ نے ثابت کیا ہے، اور یہ شفاعت صرف اہل توحید اور اہل اخلاص کے حق میں ہوگی کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ جناب کی شفاعت سے کون بہرہ مند ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«من قال: لا إلٰه إلا اللّٰه خالصاً من قلبه»[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [99]

''جس نے خلوص دل سے "لا إله إلا اللّٰه" پڑھا۔''

اس شفاعت کی تین شرطیں ہیں:

① پہلی شرط: شفاعت کرنے والے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا۔

② دوسری شرط: مشفوع لہ (جس کی شفاعت کی گئی) کی طرف سے اللہ عزوجل کا راضی ہونا۔

③ تیسری شرط: اللہ تعالیٰ کا شفاعت کرنے والے کو شفاعت کرنے کی اجازت دینا۔

اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں شفاعت کی مذکورہ شرطیں اجمالاً بیان ہوئی ہیں:

﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴾ [النجم: 26]

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔''

مذکورہ بالا شرائطِ شفاعت ان فرامین باری تعالیٰ میں تفصیلاً بیان ہوئی ہیں:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرة: 255]

''وہ کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔''

نیز ایک فرمان میں ہے:

﴿ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ [طٰهٰ: 109]

''اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لیے رحمان اجازت دے اور جس کے لیے وہ بات کرنا پسند فرمائے۔''

نیز اس فرمان میں ہے:

﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ [الأنبياء: 28]

''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لیے جسے وہ پسند کرے۔''

لہٰذا سفارش کے ثابت ہونے کے لیے ان تین شرطوں کا پایا جانا لازم اور ضروری ہے۔

پھر علما رحمہم اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ صحیح اور ثابت سفارش کی دو قسمیں ہے:

1. پہلی قسم: شفاعت عامہ۔ اور عموم کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں میں سے جس کو چاہے گا کہ وہ ان لوگوں کے حق میں سفارش کریں، جن کے حق میں سفارش کرنے کی اللہ نے ان کو اجازت دی ہوگی، اور یہ سفارش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے لیے ہے۔ یہ سفارش اس طرح ہے کہ جہنمیوں میں سے جو نافرمان مومن ہوں گے ان کے حق میں سفارش کی جائے گی کہ ان کو آگ سے نکالا جائے۔

2. دوسری قسم: شفاعت خاصہ۔ جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، اس میں سے بھی سب سے بڑی شفاعت عظمیٰ ہے جو قیامت کے دن ہوگی جب لوگ ناقابل برداشت غم و تکلیف میں مبتلا ہوں گے تو وہ کسی ایسے شخص کی تلاش میں نکلیں گے جو اللہ عزوجل کے ہاں ان کی سفارش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو اس بڑی تکلیف سے راحت پہنچائے، لہٰذا وہ آدم، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ اور پھر عیسیٰ علیہم السلام کے پاس باری باری جائیں گے مگر وہ سفارش کرنے سے انکار کریں گے تو وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آ جائیں گے، پس آپ ﷺ کھڑے ہوں گے اور اللہ عزوجل کے ہاں سفارش کریں گے کہ وہ اپنے بندوں کو اس تکلیف سے نجات دے دے، تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعا اور سفارش قبول کرے گا، اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ نے آپ ﷺ سے وعدہ کر رکھا ہے:

﴿ وَ مِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ [الإسرا: 79]

''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص شفاعت میں سے وہ شفاعت بھی ہے جو جنتیوں کو جنت میں داخل کروانے کے متعلق ہوگی۔ جنتی لوگ جب پل صراط عبور کریں گے تو جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر ان کو ٹھہرا دیا جائے، گا پھر ان کے دلوں کو آپس کی کدورتوں سے صاف کیا جائے گا حتی کہ جب وہ ہر قسم کی آلائشوں سے پاک صاف ہوجائیں گے تو پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی، پھر نبی ﷺ کی سفارش سے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

3 تیسری قسم: شفاعت باطلہ۔ یہ وہ سفارش ہے جو ان لوگوں کو قطعاً فائدہ نہ دے گی جن کے حق میں یہ سفارش کی جائے گی، یہ وہ سفارش ہے جس کے متعلق مشرکین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے بنائے ہوئے معبود اللہ عزوجل کے ہاں ان کی سفارش کریں گے، مگر یہ سفارش ان کو ہرگز فائدہ نہ دے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا﴾ [الإسراء: 77]

''ان کے طریقے (کی مانند) جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا اور تو ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔''

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے شرک کو پسند نہیں کرتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو سفارش کرنے کی اجازت دے، جبکہ سفارش تو صرف وہی کر سکے گا جس کو اللہ عزوجل پسند کرتے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر وشرک کو پسند نہیں فرماتے اور نہ ہی فتنہ وفساد کو پسند فرماتے ہیں، لہٰذا مشرکین کا اپنے معبودوں کے ساتھ یہ تعلق کہ وہ ان کی عبادت کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

﴿ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [یونس: 18]

''یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

ایک باطل اور بے فائدہ تعلق ہے بلکہ ان کا معبودان باطلہ کے ساتھ یہ تعلق ان کو اللہ تعالیٰ سے دور ہی کرتا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ مشرکین غلط وسیلے یعنی بتوں کی عبادت کے ذریعہ ان کی سفارش کے امیدوار ہیں جو ان کی انتہائی بیوقوفی اور کم عقلی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب ایسے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کو اللہ کے قریب کرنے کی بجائے ان کو مزید دور کر دیتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 169)

35- آخرت کا حساب

آخرت کا دن تو ایک ہی ہے لیکن وہ ایک دن بھی پچاس ہزار سال کے

برابر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْكٰفِرِينَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِينَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ [المعارج: 1 تا 4]

''ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔''

یعنی کافروں پر اللہ کا عذاب ایک ایسے دن میں واقع ہوگا جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها إلا إذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح من نار، وأحمي عليها في نار جهنم، فيكوىٰ بها جنبه، وجبينه، وظهره، كلما بردت أعيدت في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة، حتى يقضىٰ بين العباد» [1]

''ہر سونے چاندی والا مالدار جو ان کا حق (زکوۃ) ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کو پھیلا کر پترے بنا دیے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان کے ذریعہ

[1] صحیح مسلم [987/24]

اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب یہ پترے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ ان کو گرم کر کے داغا جائے گا اور پچاس ہزار سال کے اس دن میں بندوں کے درمیان فیصلہ کیے جانے تک اس کے ساتھ مسلسل یہ سلوک کیا جاتا رہے گا۔"

اور یہ طویل دن کافروں پر بڑا مشکل اور سخت ہوگا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ [الفرقان: 26]

"اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔"

نیز فرمایا:

﴿ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴾ [المدثر: 10,9]

"تو اس دن، ایک مشکل دن ہے۔ کافروں پر آسان نہیں۔"

مذکورہ دو آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ وہ طویل دن مومن پر آسان ہوگا، لہٰذا اس لمبے دن میں جو ہولناکیاں اور بڑے بڑے عذاب ہیں اللہ تعالیٰ مومن پر وہ سب آسان کر دے گا، مگر کافر پر وہ دن گراں گزرے گا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے مسلمان بھائیوں کو ان لوگوں میں شامل کر دے جن پر وہ قیامت کا طویل ہولناکیوں والا دن آسان کر دے گا۔

اور اس طرح کے غیبی امور میں غور وفکر کرتے ہوئے ان کی گہرائی میں اترنے کی کوشش کرنا اس "تنطع" (غلو اور تکلف) میں داخل ہے جس کے متعلق نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«هلك المتنطعون، هلك المتنطعون، هلك المتنطعون»[1]

''غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے، تکلف کرنے والے برباد ہوگئے، مبالغہ کرنے والے تباہ ہوگئے۔''

اس طرح کے غیبی امور میں مومن کا کام یہ ہے کہ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرے اور ان معاملات کو ان کے ظاہری معانی میں رکھتے ہوئے ان کی تہہ تک اترے بغیر یا ان کے اور دنیاوی امور کے درمیان قیاس کے گھوڑے دوڑائے بغیر ایمان لائے کیونکہ آخرت کے معاملات دنیا کے معاملات کی طرح نہیں ہیں، اگرچہ اخروی امور اصل معنی کے اعتبار سے دنیاوی امور کے مشابہہ ہیں اور ان سے مشارکت رکھتے ہیں لیکن ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ میں تمھارے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں، وہ جو اللہ تعالیٰ نے جنت میں موجود چیزوں کا ذکر کیا ہے، جیسے کھجور، انار، پھل، پرندے کا گوشت، شہد، پانی، دودھ، شراب اور اس سے ملتی جلتی دیگر اشیاء۔ اس کے ساتھ اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [السجدة: 17]

''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اور قدسی حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

« أعددت لعبادي الصالحين ما لا عين رأت، ولا أذن

---

[1] صحيح مسلم [2670/7]

سمعت، ولا خطر على قلب بشر﴾ ❶

''میں نے (جنت میں) اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کیا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی انسان کے دل میں خیال بھی نہیں گزرا۔''

پس دنیا میں جن چیزوں کے یہ نام رکھے گئے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ آخرت میں بھی یہ اسی طرح کی چیزوں کے نام ہوں گے، اگرچہ نام اور اصل معنی کے اعتبار سے دنیا و آخرت کی اشیاء ملتی جلتی ہیں، لہٰذا وہ تمام غیبی امور جو اصل معنی کے اعتبار سے دنیا میں دیکھی اور پائی جانے والی اشیاء سے ملتے جلتے ہیں، لیکن حقیقت میں ان کے درمیان مماثلت نہیں ہے، پس انسان کو لائق یہ ہے کہ وہ اس قاعدہ کو پلے باندھ لے اور غیبی امور کو اس طرح تسلیم کر لے جس طرح ان کا ظاہری مفہوم و معنی تقاضا کرتا ہے اور وہ اس کے علاوہ کسی چیز کا قصد و ارادہ نہ کرے۔

یہی وجہ ہے کہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا گیا: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ [طٰهٰ: 5] کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے دل سے اس کو بہت بڑا جان کر اپنا سر جھکا لیا حتی کہ وہ پسینے میں شرابور ہو گئے، پھر انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنا وہ مشہور قول ارشاد فرمایا جو اللہ کی ان صفات کے لیے میزان اور کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے جو صفات اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے متعلق بیان فرمائی ہیں اور ان کا قول یہ ہے:

"الاستواء غير مجهول، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة. الخ"

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [3244] صحيح مسلم [4282/1]

"اللہ کا عرش پر مستوی ہونا (معلوم ہے) مجہول نہیں ہے، اور اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور اس استواء پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔"

لہٰذا اس طرح کے امور میں گہرائی میں اتر کر کھوج لگانے والا سوال بدعت ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو ہم سے کہیں زیادہ علم اور خیر کے حصول پر حریص تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کے سوال دریافت نہیں کیے ہیں تو ہمیں بھی انھیں کے طریقے پر چلتے ہوئے اس طرح کی باتوں کا کھوج نہیں لگانا چاہیے۔ یوم آخرت کے متعلق میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اللہ عزوجل کی دیگر صفات یعنی علم، قدرت، سماعت، بصارت، کلام اور اسی طرح کی دوسری صفات کو بھی اسی انداز میں سمجھنا چاہیے، پس ان الفاظ کے ساتھ اللہ عزوجل کی جن صفات کا نام رکھا گیا ہے، انسان کوئی صفت جو نام میں ان صفات کے ساتھ شریک ہے اللہ کی صفات جیسے نہیں ہے یقیناً ہر صفت اپنے موصوف کے تابع ہے، پس جیسے اللہ کی ذات میں کوئی اس کی مثل نہیں ہے، اسی طرح اس کی صفات میں بھی کوئی اس کی مثل نہیں ہے۔

خلاصہ جواب: بلاشبہ آخرت کا دن تو ایک ہی دن ہے اور یقیناً وہ کافروں پر بہت سخت اور مشکل ہے اور مومنوں پر آسان ہے اور یقیناً اس دن جو انواع و اقسام کے ثواب اور عذاب ہوں گے اس دنیا کی زندگی میں ان کی کنہہ اور حقیقت کا ادراک نہیں ہوسکتا، اگرچہ ہمیں اس کا اصل معنی و مفہوم دنیا کی زندگی میں معلوم ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 165)

36- آخرت میں اللہ کا دیدار

اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں آخرت میں اللہ کا دیدار ثابت ہے، جس نے

اس کا انکار کیا اس نے کفر کیا، قیامت کے دن مومن اللہ کو دیکھیں گے اور جنت میں جانے کے بعد وہ اس کا جب چاہیں گے دیدار کریں گے، اس پر اہل السنہ کا اجماع ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة: 23,22]

''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔''

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾ [يونس: 26]

''جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔''

مذکورہ آیت میں موجود لفظ ''زیادۃ'' کی تفسیر نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف دیکھنے سے کی ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں کہ بلاشبہ مومن قیامت کے دن اور جنت میں اپنے رب تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔ رہی دنیا تو یہاں اس کو نہیں دیکھا جا سکتا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ﴾ [الأنعام: 103]

''اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا:

﴿ لَنْ تَرٰنِيْ ﴾ [الأعراف: 143] ''تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔''

اور نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« واعلموا أنه لن يرىٰ أحد ربه حتى يموت »[1]

---

[1] صحیح مسلم [169/95]

جان رکھو! بلاشبہ کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب تعالیٰ کو ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔''

پس دنیا دیدار الٰہی کا محل اور جگہ نہیں ہے کیونکہ دیدار الٰہی ایک نعمت ہے، اللہ کا دیدار جنتیوں کو ملنے والی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے جبکہ یہ دنیا نعمتوں کا گھر نہیں ہے بلکہ یہ تو دکھوں، غموں، تکلیفوں اور پریشانیوں کا گھر ہے۔

لہٰذا دنیا میں اللہ کا دیدار نہیں ہوسکتا البتہ آخرت میں اس کا دیدار ہوگا، اللہ کے مومن بندے اس کا دیدار کریں گے۔ رہے کافر تو وہ دیدار الٰہی سے محروم ہوں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ [المطففين: 15]

''ہرگز نہیں، بے شک وہ اس دن یقیناً اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔''

پس کفار تو روزِ قیامت دیدار الٰہی سے محروم ہوں گے جبکہ مومن یوم آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ سے سرفراز ہوں گے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق صحیح موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو نہیں دیکھا ہے۔ اور منافقین کا رب تعالیٰ کو دیکھنا محل نظر ہے، بعض روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ روزِ قیامت یہ امت اللہ کے دربار میں پیش ہوگی اور ان میں منافق بھی شامل ہوں گے، لیکن اس روایت میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ منافق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے یا نہیں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 411/28)

37- میاں بیوی کا جنت میں ایک دفعہ پھر ملاپ ہوگا

جی ہاں! جب کوئی شخص اور اس کی دنیوی بیوی جنت میں داخل ہوں گے تو اس کی بیوی اسی کی رہے گی، وہ اس سے اعراض وتجاوز نہیں کرے گی اور اس کا خاوند بھی اس سے اعراض وتجاوز نہیں کرے گا سوائے ان گوری چٹی موٹی آنکھوں والیوں (حوروں) کے جو اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرے گا یا ان جنتی عورتوں کے جن کے دنیا میں خاوند نہیں تھے وہ بھی اس جنتی شخص کو اپنی دنیا کی بیوی کے ساتھ ملیں گی، اور اگر کسی عورت کے دو خاوند ہوں گے اور وہ دونوں ہی جنتی ہوں گے تو اس کو ان دو خاوندوں کے درمیان اختیار دیا جائے گا کہ وہ ان میں سے جسے چاہے اختیار کر لے تو جسے وہ اختیار کر لے گی وہی اس کا خاوند ہوگا، اور حدیث میں ہے کہ وہ اپنے دو خاوندوں میں سے اچھے اخلاق والے خاوند کا انتخاب کرے گی۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 56/12)

38- رزق اور شادی لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں

جب سے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر قیامت کے دن تک ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

«أول ما خلق الله القلم، قال له: اكتب. قال: ربي وماذا أكتب؟ قال: اكتب ما هو كائن، فجرى في تلك الساعة بما هو كائن إلى يوم القيامة»[1]

"سب سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا: لکھ، اس نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [4700]

فرمایا: جو کچھ ہونے والا ہے سب لکھ دو، تو قلم چل پڑا اور اس نے اس وقت سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ لکھ ڈالا۔"

اور نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ جب ماں کے پیٹ میں بچہ چار مہینے کا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس بچے میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کا رزق، زندگی، عمل اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا سب کچھ لکھ دیتا ہے۔ ❶

اور رزق بھی مع اسباب مقدر میں لکھا ہوا ہے، نہ اس سے زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے، پس اسباب رزق میں یہ شامل ہے کہ انسان طلب رزق کے لیے کام کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾ [الملك: 15]

"وہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو تابع بنا دیا، سو اس کے کندھوں پر چلو اور اس کے دیے ہوئے میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف (دوبارہ) اٹھ کر جانا ہے۔"

اور رزق کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان صلہ رحمی کرتے ہوئے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور قرابت داروں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے، کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أحب أن يبسط له في رزقه وينسأ له في أثره فليصل رحمه» ❷

"جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراوانی اور اس کی عمر

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [7454] صحيح مسلم [2643/1]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5986] صحيح مسلم [2557/21]

میں برکت ہوتو وہ صلہ رحمی کرے۔"

نیز اللہ عزوجل کا تقویٰ بھی اسباب رزق میں سے ایک سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق: 3,2]

"اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔"

اور یہ مت کہو: بلاشبہ رزق مقدر میں لکھا ہوا اور محدود ہے لہٰذا میں وہ اسباب اختیار نہیں کروں گا جو رزق تک پہنچنے کا ذریعہ بنتے ہیں کیونکہ یہ تو کمزوری کی دلیل ہے جبکہ سمجھداری اور عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے رزق کے حصول کے لیے اور ہر اس چیز کے حصول کے لیے، جو تمھارے دین و دنیا میں مفید ثابت ہو، کوشش اور محنت کرو، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«الكيس من دان نفسه، وعمل لما بعد الموت، والعاجز من أتبع نفسه هواها وتمنى على الله الأماني»[1]

"عقلمند وہ ہے جس نے اطاعت بجا لائی اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کرتا رہا اور کمزور ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہش کا تابع بنا لیا اور اللہ پر طرح طرح کی فرمائشیں ڈالتا رہا۔"

اور جس طرح بلاشک وشبہ رزق مع اسباب مقدر میں لکھا ہوا ہے، بعینہٖ زوجیت اور شادی بھی انسان کے مقدر میں لکھی ہوتی ہے، میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لیے یہ لکھا ہوتا ہے کہ وہ بعینہٖ دوسرے کا زوج اور جوڑا (میاں اور

[1] ضعيف. سنن الترمذي، رقم الحديث [2459] سنن ابن ماجه، برقم [4260]

بیوی) بننے والا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 199)

39- کیا اکثر عورتیں جہنمی ہیں؟

یہ درست ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

«یا معشر النساء تصدقن فإني رأیتکن أکثر أھل النار»

''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے تم کو اکثر جہنمی دیکھا ہے۔''

سائل نے جو اشکال پیش کیا ہے، یہی اشکال پیش کرتے ہوئے عورتوں نے کہا تھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں؟ (عورتیں زیادہ جہنم میں جائیں گی) آپ ﷺ نے جواب دیا:

«تکثرن اللعن، وتکفرن العشیر» [1]

''(اس لیے کہ) تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو اور خاوند کی بہت زیادہ ناشکری کرتی ہو۔''

پس نبی ﷺ نے عورتوں کے اکثر آگ میں جانے کے اسباب میں سے یہ بیان کیا کہ وہ بہت زیادہ گالی گلوچ اور لعن طعن کرتی ہیں نیز وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں تو وہ ان اسباب کی وجہ سے اکثر جہنمی بن جاتی ہیں۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 187)

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [304]

دوسری قسم

عبادات

1. طہارت کے احکام ومسائل۔
2. نماز کے احکام ومسائل۔
3. جنازے کے احکام ومسائل۔
4. زکوۃ کے احکام ومسائل۔
5. روزہ کے احکام ومسائل۔
6. حج کے احکام ومسائل۔

طہارت کے احکام و مسائل

40- حدث اور ناپاکی سے طِہارت حاصل کرنے میں اصل قاعدہ

حدث سے طہارت حاصل کرنے کے لیے اصل پانی ہے، اور اس حدث سے پاکی صرف پانی سے حاصل ہوتی ہے، خواہ پانی صاف و خالص ہو یا کسی پاک چیز کی آمیزش سے متغیر ہو چکا ہو کیونکہ اس مسئلہ میں راجح قول یہ ہے کہ جب پانی کسی پاک چیز کے ملنے سے بدل جائے تو جب تک اس کا نام پانی ہے تب تک اس کی پاکی ختم نہیں ہوگی بلکہ وہ خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہوگا، اور جب پانی میسر نہ ہو یا میسر تو ہو مگر اس کے استعمال سے کسی نقصان کا خطرہ ہو تو پھر طہارت حاصل کرنے کے لیے پانی استعمال کرنے کی بجائے تیمّم کیا جائے گا۔ تیمّم کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر مارا جائے گا، پھر مسح کرنے والا ہاتھوں کو منہ پر پھیرے گا اور ہاتھوں کو بھی ایک دوسرے پر پھیر لے گا، یہ ہے وہ طہارت اور پاکی جو حدث سے حاصل کی جاتی ہے۔

رہی وہ طہارت جو ناپاکی سے حاصل کی جاتی ہے تو جو چیز بھی اس ناپاکی کو دور کر دے خواہ وہ پانی ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو اس سے پاکی حاصل ہوجاتی ہے، کیونکہ ناپاکی سے طہارت حاصل کرنے میں قصد و ارادہ اس عین نجاست کو دور کرنا ہے، چاہے وہ کسی بھی چیز سے دور ہوجائے، پس جب یہ عین نجاست زائل ہوجائے، خواہ پانی سے یا پٹرول سے یا اس کے علاوہ مائع یا جامد

اشیاء میں سے کسی بھی چیز سے اس نجاست کا مکمل ازالہ ہوجائے تو ایسا کرنے سے اس ناپاکی سے طہارت حاصل ہوجائے گی، لیکن کتے کی ناپاک کی ہوئی چیز کو سات مرتبہ دھونا پڑے گا اور ان (سات مرتبہ) میں سے ایک مرتبہ مٹی کے ساتھ۔ اس مذکورہ وضاحت سے ہمیں اس طہارت جو ناپاکی سے حاصل کی جاتی ہے اور اس طہارت جو حدث سے حاصل کی جاتی، کے درمیان فرق بخوبی معلوم ہوجاتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 2)

41- لڑکے اور لڑکی کا پیشاب

لڑکا جب تک کھانا نہ کھاتا ہو بلکہ اس کی غذا دودھ ہی ہو، اس کے پیشاب سے پاکی حاصل کرنے کے لیے چھینٹے مارے جائیں اور جب وہ کھانا کھانے لگے تو اس کے پیشاب سے پاکی حاصل کرنے کے لیے اس کو دھونا پڑے گا، لیکن لڑکی کا پیشاب ہر صورت میں دھونا پڑے گا، خواہ وہ کھانا کھاتی ہو یا نہ کھاتی ہو۔ اس فرق کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری، مسلم، ابو داود اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ ابو داود کے ہیں، امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اپنی سند کے ساتھ ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے یوں بیان کیا ہے:

«أنها أتت بابن لها صغير لم يأكل الطعام إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأجلسه رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجره، فبال في ثوبه، فدعا بماء فنضحه بالماء ولم يغسله»[1]

''وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو، جو ابھی تک کھانا نہیں کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئی، رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کو اپنی گود

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [374]

میں بٹھا لیا تو اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور اس کپڑے پر چھڑک دیا اور کپڑا نہ دھویا۔"

نیز امام ابو داود اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يغسل من بول الجارية ويرش من بول الغلام»[1]

"لڑکی کا پیشاب دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں۔"

اور ابو داود کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے:

«يغسل من بول الجارية وينضح من بول الغلام ما لم يطعم»[2]

"لڑکی کا پیشاب دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب سے چھینٹے مارے جائیں جب تک وہ کھانا نہ کھاتا ہو۔" (اللجنة الدائمة: 627)

42- جب چھوٹے بچے کا پیشاب کپڑے کو لگ جائے

اس مسئلہ میں صحیح اور درست موقف یہ ہے کہ ایسے لڑکے کا پیشاب جو ابھی دودھ پیتا ہو (اور کھانا نہ کھاتا ہو) ہلکی نجاست ہے اور اس کو پاک کرنے کے لیے پانی کا چھڑکاؤ کرنا کافی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر یوں پانی ڈالا جائے کہ وہ سارے پیشاب یا پیشاب والی جگہ کو ڈھانپ لے بغیر اس کے کہ اس کو مَلا اور رگڑا جائے اور اس کو نچوڑا جائے، یہ اس لیے کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چھوٹا بچہ لایا گیا آپ ﷺ نے اس کو اپنی گود

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [376] سنن ابن ماجه، برقم [526]

[2] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [377]

میں بٹھا لیا تو اس نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر چھڑکاؤ کر دیا اور اس کو دھویا نہیں، جہاں تک لڑکی کے پیشاب کا تعلق ہے تو اس کو دھونا لازمی اور ضروری ہے کیونکہ پیشاب میں اصل یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اور اس کو دھونا واجب ہے لیکن اس حکم سے چھوٹا (دودھ پیتا) بچہ مستثنیٰ ہے دلیل اس کی وہ مذکورہ بالا حدیث ہے جو اس استثناء پر دلالت کرتی ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 208)

43- عورت کے اس دامن کا حکم جس کو گندگی وغیرہ لگ جائے

اس کا حکم جوتوں کی طرح ہے کہ جب کوئی شخص ان سے گندگی کو روندتا ہوا گزرے پھر اس کے بعد پاک اور خشک جگہ سے گزرے تو وہ پاک خشک جگہ ان کو پاک کر دے گی ایسے ہی عورت کا دامن پاک ہو جائے گا۔

(محمد بن ابراہیم آل الشیخ: الفتاویٰ والرسائل: 373)

44- عورت سے نکلنے والے سیال مادے کا حکم

طویل بحث کے بعد مجھے جو موقف درست معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب عورت سے خارج ہونے والا سیال مادہ مثانے سے نہ نکلتا ہو بلکہ رحم سے نکلتا ہو تو وہ پاک ہے لیکن وہ پاک ہونے کے باوجود وضو کو توڑ دیتا ہے کیونکہ وضو کو توڑنے والی چیز کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ نجس اور ناپاک ہو، اس ہوا کو دیکھیے جو دبر (پچھلی شرمگاہ) سے خارج ہوتی ہے اور اس کا حسی وجود نہیں ہوتا مگر وہ اس کے باوجود وضو کو توڑ دیتی ہے، لہٰذا اس بنا پر جب عورت سے سیال مادہ خارج ہو اور عورت باوضو ہو تو وہ مادہ اس کے وضو کو توڑ دے گا اور اس کو نیا

وضو کرنا لازم ہوگا۔

پس اگر وہ مادہ مسلسل خارج ہوتا رہے تو وہ وضو کو نہیں توڑے گا لیکن ایسی صورت میں عورت اسی وقت نماز کے لیے وضو کرے جب نماز کا وقت ہوجائے اور وضو کرنے کے بعد اس نماز کے وقت کے اندر اندر، جس نماز کے وقت میں اس نے وضو کیا ہے، فرائض ادا کرے، نوافل پڑھے، قرآن کی تلاوت کرے اور جو بھی مباح اور جائز کام وہ کرنا چاہے کرے جیسا کہ اہل علم نے اس شخص کے حق میں اسی عمل کا فتویٰ دیا ہے جس کو سلسل البول (مسلسل پیشاب کے قطرے آتے رہنے) کی بیماری ہو۔

یہ تو تھا اس سیال مادے کا حکم اس کی طہارت کے اعتبار سے کہ وہ پاک ہے اور اگر کپڑے اور بدن کو لگ جائے تو ان کو ناپاک نہیں کرتا ہے۔

رہا اس مادے کا حکم وضو کے اعتبار سے تو یہ وضو کو توڑنے والا ہے الا یہ کہ عورت کو مسلسل یہ مادہ خارج ہوتا رہے، پس اگر یہ مادہ مسلسل خارج ہو تو وہ وضو کو نہیں توڑے گا لیکن عورت پر لازم ہوگا کہ وہ اسی وقت نماز کے لیے وضو کرے جب نماز کا وقت ہوجائے اور اس کو محفوظ رکھے، لیکن اگر اسے وقفے وقفے سے یہ مادہ خارج ہوتا ہو اور اوقات نماز میں وہ بند ہوجائے تو عورت کو چاہیے کہ وہ نماز کو اس کے بند ہونے کے وقت تک موخر کرلے بشرطیکہ اسے نماز کا وقت نکل جانے کا ڈر نہ ہو لیکن اگر اسے نماز کا وقت نکل جانے کا ڈر ہو تو وہ وضو کر کے لنگوٹ باندھ کر (وضو کو محفوظ کر لے) اور نماز ادا کرے، اور اس کے تھوڑے اور زیادہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ بہر صورت نکلتا تو شرمگاہ سے ہے اس لیے وہ قلیل ہو یا کثیر وضو کو توڑ دے گا۔

رہا اس کے متعلق بعض عورتوں کا یہ اعتقاد کہ یہ ناقض وضو نہیں ہے تو مجھے

اس کی کوئی اصل اور دلیل معلوم نہیں ہے، سوائے ابن حزم رحمہ اللہ کے قول کے، وہ فرماتے ہیں: یقیناً یہ (سیال مادہ) وضو کو نہیں توڑتا۔ لیکن انھوں نے اس موقف کی دلیل ذکر نہیں فرمائی ہے، اگر ان کے اس قول کی کتاب و سنت یا اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی دلیل ہوتی تو وہ حجت کا درجہ رکھتی۔ لہٰذا عورت پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اپنی طہارت کا خیال رکھے کیونکہ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی چاہے وہ سو مرتبہ نماز ادا کرے، بلکہ بعض علما کا کہنا ہے کہ بغیر وضو اور طہارت کے نماز ادا کرنے والا کافر ہے، کیونکہ ایسا کرنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 239)

سننِ فطرت

45- لڑکیوں کا ختنہ کرنا سننِ فطرت میں سے ہے

ختنہ کرنا سننِ فطرت میں سے ہے جس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« خمس من الفطرة، الختان، والاستحداد، ونتف الإبط، وتقليم الأظفار وقص الشارب »[1]

"پانچ چیزیں فطرت کا حصہ ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنے کے لیے لوہا (استرہ وغیرہ) استعمال کرنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھیں کاٹنا۔"

اور ختنہ کرنا مردوں کے حق میں واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم دیا جس نے اسلام قبول کیا تھا:

« ألق عنك شعر الكفر ثم اختتن »[2]

"اپنے وہ بال منڈھوا دو جو کفر کی حالت میں اُگے تھے اور پھر ختنہ کراؤ۔"

اور ختنہ کروانا اس لیے بھی واجب ہے کہ اگر انسان ختنہ نہ کروائے تو قلفے (وہ ٹکڑا جو ختنے کے وقت کاٹ کر اتار دیا جاتا ہے) کے اندر نجاست رُکی رہتی

---

1. صحيح البخاري، رقم الحديث [5889] صحيح مسلم [257/49]
2. **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [356]

ہے اور انسان صحیح طرح طہارت حاصل نہیں کر پاتا، اور یہ ناقص طہارت نماز کی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ قلفے کو اتارنے کے لیے ختنہ کروانا واجب ہے۔

لیکن عورتوں کے حق میں ختنہ کروانا مستحب ہے واجب نہیں ہے جس کی دلیل ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے کہا:

﴿ كان بالمدينة امرأة تخفض النساء ـ أي: تختنهن ـ يقال لها: أم عطية، فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: اخفضي ولا تنهكي، فإنه أنضر للوجه وأحظىٰ عند الزوج ﴾[1]

"مدینہ طیبہ میں ایک عورت تھی جس کا نام ام عطیہ رضی اللہ عنہا تھا، وہ عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصیحت کی: تم (عورتوں کا) ختنہ کرو اور حد سے نہ بڑھو، کیونکہ ایسا کرنا شرمگاہ کو خوشنما بنا دے گا اور خاوند کو اس میں زیادہ لذت محسوس ہوگی۔"

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔

پس اس روایت کے پیش نظر عورتوں کے حق میں ختنہ مستحب ہے، رہا ختنے کا وقت تو بلاشبہ صغر سنی سے لے کر شعور کی عمر کو پہنچنے تک یہ مستحب ہے کیونکہ یہ ختنہ کروانے والے کے لیے آسان ہے، اور اس وقت یہ زخم بھی جلدی بھر جاتا ہے اور مردوں کے حق میں ختنے کا وجوب بلوغت کے بعد ہے۔

اور مرد کا ختنہ (آلہ تناسل کی) اس جلد کو کاٹ کر کیا جاتا ہے جو جلد حشفے (آلہ تناسل کا ٹوپی نما سرا) کو چھپائے ہوتی ہے، اس جلد کا نام قلفہ اور فرلہ ہے۔ اس قلفے کو اس طرح کاٹا جاتا ہے کہ حشفہ مکمل طور پر ظاہر اور واضح ہو جاتا ہے۔

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [5271]

اور عورت کا ختنہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کے مخرج بول کے اوپر مرغ کی کلغی جیسی جلد (جس کو ''بظر'' کہا جاتا ہے) کا کچھ حصہ کاٹا جاتا ہے اور مکمل جلد یعنی ساری ''بظر'' کاٹنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ روایت میں اس کا حکم موجود ہے۔

(اللجنة الدائمة: 17740)

46- عورت کا آبروؤں کے وہ بال کاٹنا جو آنکھوں پر پڑتے ہوں

عورت کے لیے اپنی آنکھوں پر پڑنے والے آبروؤں کے بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آبروؤں کے بالوں کا اس حال میں رہنا کہ وہ پلکوں کے ساتھ خلط ملط ہو جائیں فی الحقیقت عورت کے لیے تکلیف کا باعث بنیں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی آبروؤں کے بال کاٹ رکھے تھے، لہٰذا جب آبروؤں کے بال اس قدر لمبے ہو جائیں کہ وہ پلکوں اور پپوٹوں کے ساتھ الجھنے لگیں تو عورت کے لیے ان کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 11)

47- آبروؤں کے بال کاٹنا

آبروؤں کو اتارنے کا کام دو طرح سے ہوتا ہے:

پہلا طریقہ: آبروؤں کو جڑ سے اکھاڑنا تو یہ حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے کیونکہ یہ اس نمص (بالوں کا ازالہ) میں داخل ہے جس کے کرنے والے پر نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

دوسرا طریقہ: یہ ہے کہ آبروؤں کو کاٹ اور تراش کر اتارا جائے تو اس کے متعلق

اہل علم میں اختلاف ہے کہ کیا یہ بھی ممنوع نمص میں داخل ہے یا نہیں؟

احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے اور عورت ایسا کرنے سے باز رہے، لیکن وہ بال جو خلاف معمول ہوں یعنی وہ بال جو ایسی جگہوں پر اُگ پڑیں جہاں پر عام معمول میں بال نہیں اُگا کرتے، جیسے عورت کو مونچھیں آ جائیں یا اس کے رخسار پر بال اُگ آئیں یا اس طرح کے دیگر خلاف عادت بال ہوں تو عورت کے لیے ان کو اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ خلاف عادت ہیں اور عورت کی بدنمائی کا باعث بنتے ہیں، لیکن آبروؤں کے متعلق معمول یہ ہے کہ وہ تھوڑی اور باریک بھی ہوتی ہیں اور گھنی اور چوڑی بھی ہوتی ہیں، یہ ان کا معمول ہے، لہٰذا جو چیز معمول کے مطابق ہو اس میں کوئی رد و بدل کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے کیونکہ لوگ اس کو عیب شمار نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کے نہ ہونے کو بھی اور موجود ہونے کو بھی جمال اور خوبصورتی ہی تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا آبروؤں خواہ باریک ہوں یا گھنی یہ ان چیزوں سے نہیں ہے جو عیب شمار ہوتی ہوں کہ انسان کو ان کے ازالے اور صفائی کی فکر دامن گیر ہو۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 11)

48- عورت کا پیشانی کے اوپر سے بال کاٹنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کا سر (اور اس کے بال) اس کے لیے جمال و خوبصورتی اور ستر و حجاب کا باعث ہیں۔ اکثر عورتیں یہ رغبت رکھتی ہیں کہ ان کا سر یعنی بال ہوں، اسی لیے ان کے لیے حج و عمرہ میں انگلی کے پُورے کے برابر ہر لٹ سے بال کاٹنا مشروع کیا گیا ہے۔ علمائے رحمہم اللہ کا عورت کے اپنے سر کے بال کاٹنے کے جواز میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ یہ مکروہ

ہے، بعض نے کہا کہ حرام ہے جبکہ بعض مباح یعنی حلال ہونے کے قائل ہیں الا یہ کہ وہ اس انداز میں بال کاٹے کہ وہ مرد کے سر کے مشابہہ ہو جائے تو ایسی صورت میں یہ فعل حرام ہوگا کیونکہ نبی ﷺ نے مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اور مجھے تو بہتر اور احسن یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے سر کے بال نہ کاٹے کیونکہ دوسرے لوگوں کی عادات جو ہمارے اندر سرایت کر رہی ہیں ان کو قبول کرنا اور بغیر فائدے کے ان کو اختیار کر لینا ایک ایسا کام ہے جو ہمیں زیب نہیں دیتا ہے، پس ایسا کرنا ہمارے معاشرے کو دوسرے معاشروں کی عادات اپنا لینے پر مجبور کر دے گا جو ان عادات سے کوسوں دور ہیں جن کو شریعت نے مشروع قرار دیا ہے۔ لیکن جب عورت ایسے اسٹائل میں بال کاٹے کہ اس کا سر مرد کے سر کے مشابہہ ہو جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فعل حرام ہے اس دلیل کے پیش نظر جو ہم نے بیان کی ہے بلکہ وہ کبیرہ گناہوں سے ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2)

49- عورت کا اپنے بدن کے بال اتارنا

عورت کے لیے آبرو اور سر کے بالوں کے علاوہ بالوں کو زائل کرنا جائز ہے، لیکن اس کے لیے آبرو اور سر کے تمام یا کچھ بال اتارنا جائز نہیں ہے، یہ عمل یا وہ خود کرے یا اس کا خاوند یا اس کا کوئی محرم رشتہ دار اس کے جسم کے صرف اس حصہ سے بال اتارے جس حصہ کا دیکھنا اس کے لیے جائز ہے، یا پھر کوئی عورت یہ کام کرے تو اس کے لیے صرف انھیں حصوں کے بال اتارنے جائز ہے جن حصوں کو اس کے لیے دیکھنا درست اور صحیح ہے۔ (اللجنة الدائمة: 4962)

50- عورت کا کالے رنگ کے علاوہ دیگر رنگوں سے بال رنگنا

اس سلسلہ میں اصل جواز ہے الا یہ کہ وہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کافرہ، زانیہ اور فاجرہ عورتوں کے سروں سے مشابہ ہوجائے تو بلاشبہ ایسی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 43)

51- عورت کا اپنے سر کے بال کاٹنا

عورت کے لیے مشروع یہ ہے کہ وہ اپنے سر کو اسی ہیئت میں باقی رکھے جس میں وہ ہے اور اس معاملے میں اپنے ملک کے لوگوں کی عادت کی خلاف ورزی نہ کرے، فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ کا موقف یہ ہے کہ عورت کے لیے سوائے حج یا عمرہ کے اپنے بال کاٹنا مکروہ ہے، اور بعض فقہاء حنابلہ رحمہم اللہ نے عورت کے لیے اپنے سر کے بالوں کو کاٹنا حرام قرار دیا ہے۔

لیکن نصوص میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو عورت کے بال کاٹنے کے مکروہ یا حرام ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ بال کاٹنے کی ممانعت کی دلیل کوئی نہیں ہے، لہٰذا عورت کے لیے اپنے سر کے آگے اور پیچھے سے بال کاٹنا جائز ہے لیکن وہ کٹنگ اس حد کو نہ پہنچے کہ عورت کے بال مرد کے سر کے ساتھ مشابہ ہو جائیں کیونکہ اس کی ممانعت ہے لیکن اس کے باوجود میں عورت کے لیے ایسا کرنے کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ جب عورت دوسرے ممالک سے درآمد شدہ عادات و اطوار کو دیکھے اور اختیار کرے گی تو اس پر بیرونی عادات و اطوار پر نگاہ رکھنے کا دروازہ کھل جائے گا اور وہ انھی کو دیکھتی رہے گی اور بعض اوقات لاشعوری طور پر ان عادات میں بھی ملوث ہوجائے گی

جو صریح حرام ہیں، پس ظاہر داری، لباس اور رہائش کے متعلقہ ہمارے ملک میں باہر سے آئی ہوئی عادات جب ایسی چیزوں سے ہوں جو قابل ستائش ہیں اور شریعت کی مطلوب ہیں تو اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ان سے دور رہتے ہوئے ان سے کنارہ کشی کی جائے، یہ دیکھتے ہوئے کہ لوگوں کے نفس غیروں کی تقلید کے مزید خواہش مند ہیں خاص طور پر جب انسان احساس کمتری کا شکار ہو اور دوسروں کو اعلیٰ سمجھتا ہو تو لا محالہ وہ دوسروں کی تقلید کرے گا اور بعض اوقات وہ تقلید کے ایسے گمراہ کن جال میں پھنس جاتا ہے جس کو شریعت اس کے لیے مباح اور جائز قرار نہیں دیتی۔

ہمارے ہاں کچھ ایسی چیزیں رائج ہوچکی ہیں جن کے ساتھ ہم چمٹے ہوئے ہیں اور بعض لوگ ان کو عادات اور تقالید کا نام دیتے ہیں مگر ہم ان کو یہ نام دینا ناپسند کرتے ہیں، اور کہتے ہیں:

یقیناً تم گمراہ ہوچکے ہو ہدایت یافتہ نہیں رہے ہو، کیونکہ ہماری کچھ عادات و اطوار ایسے ہیں جو امور شرعیہ میں سے ہیں جن کو ہم محض عادتیں اور نقالیاں نہیں کہہ سکتے، جیسے مثال کے طور پر حجاب و پردہ ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ عورت کا پردہ کرنا محض ایک عادت یا رواج ہے اور اگر ہم اس کو عادت، نقالی یا رواج کہنے لگیں گے تو یہ شریعت کے خلاف ایک گناہ اور بغاوت تصور ہوگی، اور ہم اس سے شریعت کو چھوڑ کر ایسی جدید عادات و رواج کو اپنانے کا دروازہ کھول دیں گے جو رواج زمانے کے تغیر کے سامنے سربسجود ہیں، نیز اس میں شریعت کو ایسی عادات و رواج میں بدلنا ہے جس میں لوگوں کا عرف معتبر ہوتا ہے، اور یہ بات تو معلوم ہے کہ شریعت (اللہ کی طرف سے) ثابت شدہ ہے اس میں لوگوں کے عرف، عادات اور رواج کو کچھ دخل نہیں اور وہ قابل التفات

نہیں ہیں، بلکہ مسلمان کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کو اپنے اوپر واجب کرنے کا التزام کرے جس کو شریعت نے اس پر واجب کیا ہے اور اسی چیز کو مستحب سمجھے اور پسند کرے جس کو شریعت نے اس کے لیے مستحب قرار دیا ہے۔ واللہ الموفق۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 65)

52- بال اور ناخن کاٹنے کے بعد دفن کرنا

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ بالوں اور ناخنوں کو کاٹنے کے بعد دفن کر دینا احسن، اولیٰ اور بہتر ہے اور یہ عمل بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ ان کا ننگے کھلے پڑے رہنا یا ان کو کسی (کچرے وغیرہ کی) جگہ پھینک دینا کسی گناہ کا باعث ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 60)

53- عورت کا اپنے سر کے بالوں کو گھنگریالہ بنانا

عورت کا ایسے انداز میں بال گھنگھریالے بنانا کہ اس میں کافرہ عورتوں کی مشابہت نہ ہوتی ہے، جائز ہے لیکن وہ غیر محرم مردوں کے سامنے ان کی نمائش نہ کرے۔ بالوں کو گھنگھریالہ بنانے کا یہ کام یا تو وہ خود کرے یا اپنی عورتوں میں سے کسی سے یہ کام کروائے، خواہ تھوڑے وقفے کے بعد بالوں کو گھنگھریالہ بنائے یا لمبے عرصے کے بعد، اور خواہ وہ کسی مباح اور جائز مادے اور لیپ کے ذریعہ یہ کام کرے یا کوئی اور طریقہ کار اختیار کرے، نیز وہ بال گھنگھریالے کروانے کے لیے بیوٹی پارلرز میں نہ جائے کیونکہ اس کا گھر سے نکلنا اپنے آپ کو فتنہ کے سامنے پیش کرنے اور ممنوع کام میں وارد ہونے کے مترادف ہے، اور اس لیے بھی کہ ان بیوٹی پارلرز میں کام کرنے والی ایسی عورتیں

ہوتی ہیں جو دین وشرع کی پابند نہیں ہے یا پھر وہاں ایسے مرد ہوتے ہیں جن کے سامنے عورت کے لیے اپنے بال وغیرہ ننگے کرنا ویسے ہی جائز نہیں ہے۔
(الفوزان: المنتقیٰ: 472)

54- عورت کا وِگ استعمال کرنا

وگ استعمال کرنا (مرد وعورت دونوں کے لیے) حرام ہے کیونکہ یہ وصل (بال لگوانے) کے (ممنوع) حکم میں داخل ہے، اور اگر ایسا کرنا وصل کے حکم میں نہ بھی ہوتو بہر کیف یہ عورت کے سر کو اس کی حقیقت سے بڑا ظاہر کرتا ہے اور وصل کے مشابہ ہوجاتا ہے، اور نبی ﷺ نے بال لگانے اور لگوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ لیکن اگر عورت کے سر پر سرے سے بال ہی نہ ہوں یا وہ گنجے پن کا شکار ہوتو اس عیب کو چھپانے کے لیے وگ کا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ عیبوں کا ازالہ کرنا جائز ہے۔

اسی لیے نبی ﷺ نے ایک صحابی کو، جس کی ناک ایک غزوے کے دوران کٹ گئی تھی، اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ سونے کی ناک لگا لے، لہٰذا ثابت ہوا کہ عیب زائل کرنے کے اس مسئلہ میں وسعت وگنجائش موجود ہے، چنانچہ اس وسعت میں خوبصورتی حاصل کرنے کے وسائل اور ذرائع شامل ہیں، تو ازالہ عیب کے لیے مذکورہ عمل وغیرہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً ناک ٹیڑھی ہوتو اس کو سیدھا کروانا یا کالے تل کو زائل کروانا جائز ہے، لیکن اگر اس طرح کا کوئی عمل اگر عیب زائل کرنے کے لیے نہ ہو مثلاً وشم (جلد کو گود کر اس پر نیل یا سرمہ وغیرہ چھڑکنا) اور نمص (ممنوعہ بال اکھاڑنا) تو یہ ممنوع ہے جائز نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 68)

55- کافر عورتوں سے مشابہت اختیار کیے بغیر جدید عصری طریقوں سے بالوں کو سنوارنا اور آراستہ کرنا

ہمیں (عورتوں کے) بال سنوارنے کے متعلق جو خبر ملی ہے وہ یہ کہ اس پر بھاری رقم خرچ کرنا پڑتی ہے، جس کو مال کا ضائع کرنا بھی کہا جا سکتا ہے، لہٰذا میں اپنی عورتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کی عیاشی سے پرہیز کریں، عورت اپنے خاوند کے لیے بناؤ سنگار ضرور کرے لیکن ایسے طریقے سے جس میں مال کا ضیاع نہ ہو، کیونکہ نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

لیکن اگر عورت کسی بال سنوارنے والی کے پاس جائے جو معمولی اجرت پر اس کے بال سنوار دے تاکہ وہ اپنے خاوند کے لیے خوبصورت نظر آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 67)

56- بالوں میں ایسے پف استعمال کرنا جو ان کے حجم کو بڑا کرتے ہوں

بالوں کو ایسے فیتوں اور پفوں کے ذریعہ اکٹھا کرنا اور سر کے حجم کو بڑا کرنا جائز نہیں ہے، خواہ بالوں کو سر کے بالائی حصے میں یا دوسرے حصے میں جمع کیا جائے اس طرح کہ وہ دو سر نظر آئیں، جونسی عورتیں ایسا کرتی ہیں تاکہ ان کے سر بختی اونٹنی کی کوہانوں کی طرح اٹھے ہوئے نظر آئیں ان کے لیے شریعت میں سخت وعید ہے۔ بخت اونٹ کی ایک ایسی قسم ہے جس کی دو کوہانیں ہوتی ہیں۔

---

[1] صحیح. الأدب المفرد [16]

رہے وہ فیتے جو سر کے حجم کو بڑا نہیں کرتے اور بالوں کو سنوارنے کے لیے جن کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو بعض علماء کے نزدیک ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"زاد المستقنع" کی شرح میں اس کے مصنف نے کہا ہے:

"ولا بأس بوصله بقرامل"

''فیتے اور مصنوعی چوٹیوں کے بالوں کے ساتھ جوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''قرامل'' بالوں کے علاوہ ریشم وغیرہ سے بنائی گئی ایسی چوٹیاں ہیں جن کو عورت اپنے بالوں میں باندھتی ہے، مگر اختلاف سے بچنے کے لیے ان کا ترک کرنا ہی افضل ہے کیونکہ بعض علماء ان سب سے منع کرتے ہیں۔

لیکن جب یہ فیتے یا کلپ حیوانات کی شکل پر ہوں یا آلات موسیقی جیسے ہوں تو یہ جائز نہ ہوں گے کیونکہ لباس اور دوسری چیزوں میں تصویروں کا استعمال حرام ہے، سوائے ان تصویروں کے جو چٹائیوں اور قالینوں پر روندی جاتی ہیں، اور آلات لہو ولعب کا ضائع کرنا واجب ہے، آلات لہو ولعب کی شکل پر بنائے گئے فیتے اور کلپ کے استعمال میں ان آلات کی ترویج، ان کے استعمال کی دعوت اور ان کی یاددہانی مقصود ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 479)

57- عورتوں اور مردوں کا ناخن بڑھانا

ناخن تراشنا فطری سنتوں میں سے ایک سنت ہے جس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

« الفطرة خمس: الختان، والاستحداد، وقص الشارب،

وتقليم الأظفار، ونتف الإبط» ❶

''پانچ چیزیں فطرت میں شامل ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بال صاف کرنے کے لیے لوہا (استرہ وغیرہ) استعمال کرنا، موچھیں کاٹنا، ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھاڑنا۔''

ایک اور حدیث میں یہ ثابت ہے کہ بلاشبہ فطری سنتیں دس ہیں ان میں سے ایک ''قص الأظفار'' ناخن تراشنا ہے۔ ❷

اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

«وقت لنا رسول الله في قص الشارب، وقلم الظفر، ونتف الإبط، وحلق العانة ألا نترك ذلك أكثر من أربعين يوما» ❸

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے موچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغل کے بال اکھاڑنے، زیر ناف بال صاف کرنے کا وقت چالیس دن مقرر کیا کہ ہم ان کو چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔''

لہٰذا ثابت ہوا کہ جو شخص ناخن نہیں تراشتا وہ فطری سنتوں میں سے ایک سنت کی مخالفت کر رہا ہے۔

ناخن تراشنے میں حکمت یہ ہے کہ ناخن تراشنے سے ایک تو ان کے نیچے جمع ہونے والی میل کچیل صاف رہتی ہے اور دوسرا یہ کہ اس سے کافر عورتوں کی مشابہت سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے، نیز اس سے انسان کچلی اور ناخنوں والے حیوانات اور درندوں کی مشابہت سے بچ جاتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6357)

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [5889] صحيح مسلم [257/49]

❷ صحيح مسلم [261/56]

❸ صحيح مسلم [258]

58- سونے کے دانت لگوانا

مردوں کے لیے بلا ضرورت سونے کے دانت لگوانا جائز نہیں ہے کیونکہ مرد پر سونا پہننا اور اس کے ساتھ زیبائش کرنا حرام ہے، رہی عورت تو اگر سونے کے دانت لگوا کر زیب و زینت حاصل کرنا عورتوں کی مروجہ عادت ہو تو اس کے لیے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ جب سونے کے دانتوں سے زیبائش کرنا عورتوں میں ایک عادت اور طریقہ چل پڑے تو اس کے لیے اپنے دانتوں پر سونا پہننا جائز ہوگا اور یہ اسراف وفضول خرچی کے زمرے میں نہیں آئے گا کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«أحل الذهب والحرير لأناث أمتي»[1]

''میری امت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال ہے۔''

اور جب عورت دانت پر سونا لگائے ہوئے فوت ہوجائے یا مرد اس حال میں فوت ہو کہ اس نے ضرورت کے تحت سونے کا دانت لگا رکھا تھا تو اس کو اتار لینا چاہیے، الا یہ کہ مثلہ (حلیہ بگڑنے) کا خطرہ ہو۔ یعنی اس بات کا خطرہ ہو کہ دانت اتارتے وقت مسوڑھا پھٹ جائے گا تو اس کو چھوڑ دیا جائے، بوقت موت عورت اور مرد سے اس لیے سونے کا دانت اتار لینا چاہیے کیونکہ سونا مال ہے اور میت کے بعد ورثاء مال کے وارث ہوتے ہیں، اور سونے کو میت پر باقی رہنے دینا اور اس کو اس کے ساتھ ہی دفن کر دینا مال کو ضائع کرنے کے مترادف ہے، لہٰذا اس کو اتار لینا ہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 18)

---

[1] **صحيح**. سنن النسائي، رقم الحديث [5148]

وضو کے احکام ومسائل

59- وضو کا طریقہ

شرعی وضو کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ بنیادی طور پر اس کے دو حصے ہیں:

ایک حصہ تو وہ ہے جس کے بغیر وضو صحیح اور درست نہیں ہوتا۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة: 6]

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔''

اور وہ اعضا جن کو دھوئے بغیر وضو درست نہیں ہوتا وہ ہیں چہرے کو ایک مرتبہ دھونا، چہرے کے دھونے میں ہی کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھا کر صاف کرنا بھی شامل ہے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دھونا جس کی حد انگلیوں کے کناروں سے کہنیوں تک ہے، اور وضو کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ بازو اور کلائیاں دھوتے وقت ہتھیلیوں کا خاص خیال رکھے یعنی ان کو بازوؤں کے ساتھ دھوئے کیونکہ بعض لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں اور صرف اپنے بازو دھو

لیتے ہیں اور ہتھیلیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو کہ صریح غلطی ہے۔ پھر وضو کرنے والا سر کا ایک دفعہ مسح کرے، سر کے مسح میں کانوں کا مسح بھی شامل ہے۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا، یہ ہے وضو کا وہ حصہ جس پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے۔

رہا وضو کے طریقے میں دوسرا حصہ تو یہ وہ حصہ ہے جو مستحب ہے اور جس کو اب ہم اللہ کی نصرت و تائید سے بیان کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ انسان وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھے، اپنی ہتھیلیاں تین مرتبہ دھوئے، پھر تین مرتبہ تین چلو پانی کے ساتھ کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے اس کو صاف کرے، پھر اپنا چہرہ تین دفعہ دھوئے، پھر اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت تین تین مرتبہ دھوئے، دائیں سے شروع کر کے پھر بایاں دھوئے، پھر ایک مرتبہ اپنے سر کا مسح کرے وہ اس طرح کہ اپنے ہاتھوں کو تر کرے اور سر کے اگلے حصے سے شروع کر کے سر کے آخر تک لے جائے، پھر وہاں سے واپس آگے کی طرف لائے، پھر اپنے کانوں کا یوں مسح کرے کہ اپنی شہادت والی انگلیاں کانوں کے بیچوں میں داخل کر کے گمائے اور انگوٹھوں کے ساتھ کانوں کے بیرونی حصے کا مسح کرے، پھر ٹخنوں سمیت تین تین مرتبہ اپنے پاؤں دھوئے، دائیں سے ابتدا کرے اور پھر بایاں پاؤں دھوئے، پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

﴿ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اس

کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے بنا دے۔''

جب بندہ وضو کر کے یہ دعا پڑھے گا تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے جنت میں داخل ہو، یہ فضیلت اسی طرح نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ ❶

60- سر کے مسح میں عورت کا حکم مرد ہی کی طرح ہے

احکام شرعیہ میں اصل یہ ہے کہ جو حکم مردوں کے حق میں ثابت ہے وہی حکم عورتوں کے لیے بھی ہے، اسی طرح جو حکم عورتوں کے حق میں ثابت ہے وہ مردوں کے لیے بھی ہے الا یہ کہ کسی کے خاص ہونے کی کوئی دلیل مل جائے۔ اور مجھے کوئی ایسی دلیل معلوم نہیں جو سر کے مسح میں عورتوں کو خاص کرتی ہو، سو اس بنا پر عورت مرد کی طرح سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کر کے ہاتھوں کو پیچھے تک لے جائے گی اور اگر اس کے بال ہوں تو اس سے مسح کی کیفیت ہرگز متاثر نہ ہوگی کیونکہ مسح کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ زور سے بالوں کو دبائے تاکہ نیچے تک تری پہنچے یا سر کی چوٹی تک پہنچے بلکہ اس کے لیے تو صرف نرمی اور آہستگی سے مسح کرنا لازم ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 9)

61- عورت کا لپیٹے ہوئے بالوں (جُوڑے) پر مسح کرنا

عورت کے لیے اپنے سر کا مسح کرنا جائز ہے خواہ اس کے سر کے بال لپیٹے گئے ہوں یا کھلے لٹک رہے ہوں، لیکن عورت اپنے بالوں کو لپیٹ کر سر کی

❶ صحیح مسلم [234/17]

کھوپڑی کے درمیان گچھا نہ بنائے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ ایسا کرنے سے نبی ﷺ کے اس قول کی وعید میں داخل ہوجائے گی:

«ونساء كاسيات عاريات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا»[1]

"(آگ میں جانے والی ایک جماعت) ان عورتوں کی بھی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہی ہوتی ہیں، ان کے سر بختی اونٹنی کے کوہانوں کی طرح ہوں گے جو مائل ہوتے ہیں، ایسی عورتیں جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو ہی پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو دور دراز کی مسافت تک سونگھی جائے گی۔"

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 91)

62- عورت کا اپنے مہندی لگے بالوں پر مسح کرنا

جب عورت اپنے سر پر مہندی کا لیپ کر لے تو بلاشبہ وہ اس پر مسح کر سکتی ہے اور اس کو سر کھولنے اور اس مہندی کے نیچے سے مسح کا تکلف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ حالت احرام میں اپنے سر کو چپکائے ہوئے تھے۔ پس سر پر لگایا ہوا لیپ سر کے تابع ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سر کی طہارت میں قدرے آسانی اور نرمی برتی گئی ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 114)

---

[1] صحیح مسلم [2128]

63- تیل والے بالوں پر مسح کا طریقہ

اللہ عزوجل نے اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدۃ: 6]

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

اس آیت میں مذکور اعضاء کو دھونے اور ان میں سے جس عضو کا مسح کیا جاتا ہے اس کے مسح کا حکم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ چیزیں جو پانی کو ان اعضاء تک پہنچنے سے روکتی ہیں ان کا ازالہ کرنا ضروری ہے کیونکہ جب ان اعضاء پر ایسی چیزیں موجود ہوں گی جو پانی کو ان تک پہنچنے سے رکاوٹ بنتی ہیں تو ان اعضا کا دھونا اور مسح کرنا ثابت نہ ہوگا، اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے اعضاءِ طہارت پر تیل لگاتا ہے، اگر وہ تیل اس پر جما ہوا باقی رہے گا تو ایسی صورت میں اعضاء کی طہارت کے لیے اس کو زائل کرنا ضروری ہے، کیونکہ تیل کا اس طرح اعضاء پر اصل مادہ کے ساتھ باقی رہنا پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکتا ہے اور ایسی صورت میں طہارت درست نہ ہوگی، اور اگر تیل اعضاءِ طہارت پر اپنی اصل حالت میں باقی نہ ہو، بلکہ صرف اس کا اثر اعضاءِ طہارت پر باقی رہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ایسی صورت میں اس کا اپنے

ہاتھ کو اعضاءِ وضو پر سے گزارنا تاکیدی حکم ہے کیونکہ عموماً تیل پانی سے جدا ہوتا ہے اور بعض اوقات عضوِ طہارت کے تمام حصے پر پانی نہیں پہنچ پاتا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 83)

64- نواقض وضو

نواقض وضو ان مسائل میں سے ہے جن میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے لیکن ہم اس فرصت میں صرف انھی نواقض کو بیان کریں کے جو دلیل کے مطابق ہوں گے:

1. سبلیں یعنی قبل (اگلی شرمگاہ) اور دبر (پچھلی شرمگاہ) سے خارج ہونے والی چیز۔ پس ہر وہ چیز جو قبل یا دبر سے خارج ہو وہ وضو کو توڑنے والی ہے خواہ وہ خارج ہونے والی چیز پیشاب ہو یا پاخانہ یا مذی یا منی یا ہوا ہو، لہٰذا ہر وہ چیز جو قبل یا دبر سے نکلتی ہے یقیناً وہ وضو کو توڑ دیتی ہے اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن وہ خارج ہونے والی چیز منی ہو اور نکلے بھی شہوت کے ساتھ تو یہ بات معلوم ہے کہ وہ غسل کو واجب کر دیتی ہے اور اگر وہ مذی ہو تو اس سے آلہ تناسل اور خصیتین کو دھونا اور وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔
2. نیند جب اتنی گہری ہو کہ سونے والے کو اپنے بے وضو ہونے تک کی خبر نہ رہی ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر نیند اتنی ہلکی پھلکی ہو کہ سونے والے کو اتنی ہوش ہو کہ اس کو اپنا بے وضو ہونا معلوم ہو جائے تو ایسی نیند وضو کو نہیں توڑتی ہے اور اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ سونے والا لیٹ کر سویا ہو یا بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر سویا ہو یا بیٹھے بغیر ٹیک لگائے سویا ہو،

اصل اس مسئلہ میں اہمیت حضور دل کی ہے، چنانچہ جب کوئی ایسی نیند سویا ہو کہ اگر سوتے میں اس کو اپنا بے وضو ہونا محسوس ہوجائے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر وہ ایسی حالت میں سویا ہوتو اس کو اپنے بے وضو ہونے کا احساس نہ ہوتو اس پر وضو کرنا لازم ہوگا کیونکہ نیند فی نفسہ ناقض وضونہیں بلکہ اس میں حدث لاحق ہونے کا خدشہ ہوتا ہے لیکن اگر انسان بحالت نیند حدث سے بچا رہے اور پورے شعور کے ساتھ اسے اپنے بے وضو نہ ہونے کا یقین ہوتو ایسی نیند سے اس کا وضونہیں ٹوٹتا۔ اور نیند کے فی نفسہ ناقض وضو نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہلکی سی نیند وضوکونہیں توڑتی ہے، اگر نیند وضوکوتوڑنے والی ہوتو کیا تھوڑی کیا زیادہ ہرقسم کی نیند وضوکوتوڑ دینے والی ہونی چاہیے گی، جس طرح تھوڑا یا زیادہ پیشاب وضوکوتوڑ دیتا ہے۔

3 اونٹ کا گوشت کھانا۔ جب کوئی شخص اونٹ کے گوشت سے کچھ کھائے گا، قطع نظر اس بات کے کہ وہ اونٹ کا گوشت ہو یا اونٹنی کا تو اس کا وضوٹوٹ جائے گا خواہ وہ کھایا جانے والا گوشت کچا ہو یا پکا ہوا ہو، کیونکہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا ہم بکری کا گوشت کھا کر وضو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: « إن شئت » یعنی اگر تم چاہو (تو وضو کرلو) سائل نے دوبارہ پوچھا: کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کریں؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: « نعم »[1] "ہاں۔"

پس آپ ﷺ کا بکری کے گوشت سے وضوکو انسان کی مرضی پر موقوف قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ بکری کے گوشت سے وضوضروری نہیں ہے اور

[1] صحیح مسلم [306/97]

اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کو لازم قرار دینا اس کے ناقض وضو ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اس بنا پر اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرنا لازم ہوگا خواہ انسان نے اونٹ کا گوشت کچا کھایا ہو یا پکا کر کھایا ہو۔ اس سلسلے میں سرخ اور غیر سرخ گوشت میں بھی فرق نہیں، دونوں کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور اونٹ کے تمام اعضاءِ بدن کا کھانا ناقض وضو ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ لوگ اونٹ کے مذکورہ اعضاءِ بدن بھی کھاتے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ اور اگر ان دیگر اعضا کے کھانے کا حکم مختلف ہوتا تو آپ ﷺ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت فرما دیتے تاکہ لوگ اس مسئلہ میں پوری بصیرت کے ساتھ صحیح اور درست موقف پر عمل پیرا ہوتے۔

پھر یہ کہ شریعت اسلامیہ میں کوئی حیوان ایسا نہیں ہے کہ اس کے اجزاءِ بدن کا حکم مختلف ہو، بلکہ حکم یوں ہے کہ حیوان مکمل حلال ہے یا مکمل حرام، اسی طرح یا مکمل وضو کو واجب کرنے والا یا واجب نہ کرنے والا، رہا اس طرح کا حکم کہ کسی حیوان کے بعض حصہ کا ایک حکم ہو اور بعض حصہ کا کوئی دوسرا حکم ہو تو شریعت اسلامیہ میں ایسا کوئی حیوان معروف نہیں ہے، البتہ یہودیوں کی شریعت میں یہ معروف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ﴾ [الأنعام: 146]

''اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں

اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہو۔''

یہی وجہ ہے کہ علمائے رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ خنزیر کی چربی حرام ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف اس کے گوشت کی حرمت کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ [المائدۃ: 3]

''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ خنزیر کی چربی حرام ہونے کے متعلق علماء میں کوئی اختلاف ہو، لہٰذا اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ میں مذکور اونٹ کے گوشت کا ناقض وضو ہونا اس میں اونٹ کی چربی، انتڑیاں اوجڑی اور دیگر اعضا کا کھانا بھی شامل ہے یعنی اونٹ کے تمام اعضاءِ بدن کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 83)

65- خون نکلنے سے وضو کا ٹوٹنا

ہمیں کوئی ایسی شرعی دلیل معلوم نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ سے خون کا نکلنا نواقض وضو سے ہے جبکہ اس میں اصل یہ ہے کہ ایسے خون کا نکلنا ناقض وضو نہیں ہے اور عبادات کی بنیاد توقیفی حکم پر ہے، لہٰذا کسی شخص کے لیے بلا دلیل یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ یہ عبادت مشروع ہے۔ بعض اہل علم شرمگاہ کے علاوہ کسی جگہ سے کثیر خون کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں، لہٰذا جو شخص اختلاف سے بچنے کے لیے احتیاطاً زیادہ

خون نکلنے سے وضو کر لے تو یہ اچھا ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَىٰ مَا لَا يُرِيبُكَ»[1]

''جو چیز شک میں ڈالتی ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 2461)

66- نیند سے وضو کا ٹوٹنا

نیند جب اتنی گہری ہو کہ وہ انسان کے شعور کو گم کر دے تو ایسی نیند وضو کو توڑ دیتی ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے جلیل القدر صحابی صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

« كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمرنا إذا كنا مسافرين أن لا ننزع خفافنا ثلاثة أيام وليالیهن إلا من جنابة ولكن من غائط وبول ونوم»[2]

''رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ جب ہم سفر پر ہوں تو ہم تین دن اور تین راتیں پاخانہ، پیشاب اور نیند کی وجہ سے اپنے موزے نہ اتاریں لیکن جنابت کی حالت میں اتارنے ہوں گے۔''

اس کو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے، یہ الفاظ ترمذی کے ہیں، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

اور نیند کے ناقض وضو ہونے کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [2518]

[2] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [96] سنن النسائي، رقم الحديث [126]

«العین و کاءِ السه، فإذا نامت العینان استطلق الو کاء»[1]

''آنکھ سرین کا تسمہ ہے، پس جب آنکھیں سو جاتی ہیں تو تسمہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔''

اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے لیکن اس کے کچھ شواہد ہیں جو اس کو مضبوط کر دیتے ہیں جیسا کہ اس کا ایک شاہد صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے، اور ان شواہد کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہو جاتی ہے۔

ان دلائل سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے جو مسجد حرام یا اس کے علاوہ کسی مسجد میں سوئے گا تو اس کی طہارت (وضو) ختم ہو جائے گی اور اس پر وضو کرنا واجب ہوگا، پھر اگر وہ بغیر وضو کے نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی، اور رہا شرعی وضو تو اس کا طریقہ کچھ یوں ہے: کلی کرتے ہوئے اور ناک میں پانی چڑھا کر اس کو صاف کرتے ہوئے چہرہ دھونا، پھر کہنیوں سمیت ہاتھوں کو دھونا، سر اور کانوں کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا، نیند سے بیدار ہو کر اور اسی طرح کے دیگر کام مثلاً ہوا خارج ہونے، شرمگاہ کو چھونے اور اونٹ کا گوشت کھانے سے استنجا کرنے کی کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے۔

اور وضو کرنے سے پہلے استنجا کرنا یا پتھر استعمال کر کے صفائی کرنا تو خاص طور پر پیشاب یا پائخانہ کرنے کی صورت میں واجب ہوتا ہے اور ہر اس چیز میں جو پیشاب یا پائخانے کے حکم میں ہوتی ہے۔

---

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [203] سنن ابن ماجه، برقم [477]

رہی اونگھ تو یہ وضو کو نہیں توڑتی ہے کیونکہ اس سے انسان کا شعور ختم نہیں ہوتا۔ واللہ ولی التوفیق (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 144/10)

67- جس نے اپنے ناخنوں پر نیل پالش لگا رکھی ہو

وہ جس کو نیل پالش کہا جاتا ہے یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو عورتیں ناخنوں پر لگاتی ہیں اور اس کا ایک چھلکا ناخنوں پر جم جاتا ہے، جن ایام میں عورت نماز پڑھ رہی ہوتی ہے ان میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ وضو میں یہ پانی کو ناخنوں تک پہنچنے سے روکتی ہے اور ہر وہ چیز جو پانی کو چمڑے تک پہنچنے سے روکتی ہے وضو کرنے والے یا غسل کرنے والے کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ ﴾ [المائدة: 6]

''اپنے منہ اور ہاتھ دھوؤ۔''

اور یہ مذکورہ عورت جب اس کے ناخنوں پر نیل پالش ہوگی تو وہ پانی کو ناخنوں تک پہنچنے سے روکے گی تو اس پر ہاتھوں کا دھونا صادق نہیں آئے گا جس کی بنا پر وہ وضو یا غسل کے فرائض میں سے ایک فرض کو چھوڑنے والی بن جائے گی۔

لیکن وہ عورت جو فی الوقت نماز ادا نہیں کر رہی جیسے حائضہ ہے تو اس کے لیے نیل پالش کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، الا یہ کہ اگر نیل پالش لگانے کا یہ عمل کافر عورتوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو تو پھر ان کی مشابہت کی وجہ سے یہ عمل جائز نہیں ہوگا۔ میں نے سنا ہے کہ بعض مفتیوں نے فتویٰ دیا ہے کہ نیل پالش لگانا موزے پہننے کی طرح ہے اور اگر عورت حالت اقامت میں ہو تو اس کے لیے ایک دن اور ایک رات اور اگر وہ مسافر ہو تو تین دن اور تین

راتوں تک نیل پالش لگائے رکھنا جائز ہے، لیکن یہ فتویٰ غلط ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس سے لوگ اپنے بدن کو چھپایا کرتے ہیں وہ موزوں کے حکم میں نہیں ہوجاتی۔ شریعت نے موزوں پر مسح اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ غالباً اس کی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ یقیناً پاؤں کو گرم رکھنے اور اس کو چھپا کر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ کبھی زمین پر لگتے ہیں اور کبھی کنکریوں پر اور کبھی ٹھنڈک اور اس طرح کی دیگر چیزوں کا سامنا کرتے رہتے ہیں تو شارع نے خاص طور پر پاؤں کا مسح مشروع کر دیا۔

مذکورہ ''مفتیان کرام'' نیل پالش کو پگڑی پر بھی قیاس کرتے ہیں جبکہ یہ قیاس بھی درست نہیں ہے کیونکہ پگڑی کی جگہ سر ہے اور سر کا حکم تو پہلے ہی اصل حکم سے تخفیف شدہ ہے، یعنی سر میں فرض یہ ہے کہ اس کو (دھونے کی بجائے اس) پر مسح کیا جائے، برخلاف ہاتھ کے جبکہ اس میں فرض اس کو دھونا ہے، اسی لیے نبی ﷺ نے عورت کے لیے دستانوں پر مسح کرنا جائز قرار نہیں دیا ہے باوجود اس کے کہ وہ ہاتھوں کو ڈھانپتے ہیں۔

لٰہذا مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ہر حائل اور رکاوٹ کو، جو پانی کو جلد تک پہنچنے سے روکے، پگڑی اور موزوں پر قیاس کرے، مسلمان پر واجب یہ ہے کہ وہ معرفت حق میں انتہائی زیادہ کوشش صرف کرے اور کوئی بھی فتویٰ جاری کرنے سے پہلے یہ سوچا کرے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے اس فتویٰ کے متعلق باز پرس کرنے والے ہیں کیونکہ اس کا یہ فتویٰ اللہ عزوجل کی شریعت کو بیان کرنے کے حکم میں ہے۔ واللّٰہ الموفق و الهادي إلى الصراط المستقيم. (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 84)

68- غسل واجب کرنے والی اشیاء نواقض وضو ہیں

ہمارے فقہاء رحمہم اللہ کے ہاں یہ مشہور ہے کہ ہر وہ چیز جو غسل کو واجب کرتی ہے وہ وضو کو بھی واجب کرتی ہے سوائے موت کے، اس بنا پر غسل واجب کرنے والی اشیاء سے غسل کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ غسل کے ساتھ ساتھ وضو کی بھی نیت کرے، پس یا تو وہ غسل کے ساتھ وضو کر لے یا وہ غسل کے ساتھ وضو اور غسل دونوں سے طہارت کی نیت کر لے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ موقف ہے کہ حدث اکبر سے غسل کرنے کی نیت وضو کی نیت سے کفایت کر جاتی ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ [المائدة: 6]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو) اور اگر جنبی ہو تو غسل کر لو۔"

اللہ تعالیٰ نے جنابت کی حالت میں صرف تطہیر کا ذکر کیا ہے وضو کا ذکر نہیں کیا۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک آدمی کو غسل کرنے کے لیے پانی دیا تھا تو اس کو یوں فرمایا تھا:

«خذ هذا فأفرغه على نفسك»[1]

"اس (پانی) کو پکڑو اور اپنے نفس (یعنی جسم) پر بہا لو۔"

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [344]

دیکھیے آپ ﷺ نے اس کو وضو کرنے کا حکم نہیں دیا ہے، مذکورہ الفاظ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو موقف اختیار کیا ہے وہی درستگی اور صحت کے زیادہ قریب ہے یعنی جس شخص کو حدث اکبر (غسل) لاحق ہوجائے تو جب وہ حدث اکبر سے پاکی حاصل کرنے کی نیت کر لے گا تو وہ حدث اصغر (وضو) سے کفایت کر جائے گی، لہٰذا اس بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ غسل کو واجب کرنے والی اشیاء نواقض وضو سے الگ ہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 149)

69- کیا عورت کی اگلی شرمگاہ سے نکلنے والی ہوا وضو کو توڑ دیتی ہے؟

یہ ہوا وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ وہ اس ہوا کی طرح، جو پچھلی شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے، نجاست والی جگہ سے خارج نہیں ہوتی ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 137)

70- بچوں کی صفائی کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

بچوں کا پائخانہ وغیرہ دھونا وضو کو نہیں توڑتا ہے چاہے عورت کا ہاتھ اپنے بچے کے عضو تناسل اور اپنی بچی کی فرج (اگلی شرمگاہ) یا دبر (پچھلی شرمگاہ) کو ہی کیوں نہ لگ جائے، اور ایسے ہی اگر مرد بغیر شہوت کے اپنے عضو مخصوص کو چھو لے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے کہ نبی ﷺ سے جب اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو دورانِ نماز اپنے عضو مخصوص کو چھو لے تو کیا اس پر وضو کرنا لازم ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا» ''نہیں'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«إنما هو بضعة منك» [1]

''وہ (عضو مخصوص) تمھارے جسم کا ایک حصہ ہی تو ہے۔''

یعنی تیرے دیگر اعضائے جسم کی طرح ایک عضو ہے اور یہ ایک ایسی تعلیل ہے جس سے فرار ممکن نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے وضو نہ ٹوٹنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ اعضاءِ بدن میں سے ایک عضو ہے اور نبی ﷺ کا (مس ذکر سے وضو نہ ٹوٹنے کی) یہ علت بیان کرنا کہ وہ اعضاء میں سے ایک عضو ہو، اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی شخص شہوت کے ساتھ اس کو چھوئے گا تو اس پر وضو کرنا واجب ہوگا کیونکہ اس کا شہوت کے ساتھ چھونا ایک خاص عضو یعنی آلہ تناسل کو چھونا ہے، پس انسان کے لیے اپنی پنڈلی کو شہوت سے چھونا ممکن نہیں ہے، نہ اپنی ران کو شہوت کے ساتھ چھونا ممکن ہے اور نہ ہی اپنے کان کو شہوت کے ساتھ چھونا ممکن ہے، شہوت تو صرف آلہ تناسل میں ہی ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علما رحمہم اللہ کے اقوال میں سے راجح قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شہوت کے ساتھ اپنے عضو مخصوص کو چھوئے گا تو اس پر وضو کرنا واجب ہوگا یعنی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، اور اگر وہ بغیر شہوت کے اس کو چھوئے گا تو اس پر وضو کرنا واجب نہیں ہوگا، خواہ اس نے قصداً اس کو چھوا ہو یا بغیر قصد و ارادہ کے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 35/119)

[1] حسن. مسند أحمد [22/4]

غسل

71- غسل واجب کرنے والی اشیاء

غسل واجب کرنے والی کئی چیزیں ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

1. بیداری یا نیند کی حالت میں شہوت کے ساتھ منی کا خارج ہونا، لیکن جس شخص کو سوتے میں منی خارج ہو اس پر غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے اسے شہوت کا احساس نہ ہو کیونکہ بعض اوقات سونے والے کو احتلام ہوتا ہے اور اسے نفس احتلام بھی محسوس نہیں ہوتا، بہر حال جب انسان سے شہوت کے ساتھ منی خارج ہو تو اس پر غسل واجب ہوگا۔
2. دوسری چیز جماع ہے۔ جب آدمی اپنی بیوی سے یوں جماع کرے کہ حشفہ (آلہ تناسل کا ٹوپی نما کنارہ) اس کی فرج (اگلی شرمگاہ) میں داخل کر دے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا، لہٰذا جب اس نے حشفہ یا اس سے زیادہ آلہ تناسل اس کی شرمگاہ میں داخل کر دیا تو اس پر غسل واجب ہوگا۔

غسل واجب کرنے والی پہلی چیز جو پیچھے ذکر ہوئی ہے اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«الماء من الماء»[1] ''غسل خروج منی سے واجب ہوتا ہے۔''

جس کا مطلب یہ ہے کہ غسل انزال منی سے واجب ہوتا ہے، اور وجوب

---

[1] صحیح مسلم [343/81]

غسل کا سبب بننے والی دوسری چیز کی دلیل نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

«إذا جلس بين شعبها الأربع ثم جهدها فقد وجب الغسل» [1]

''جب آدمی عورت کی چار شاخوں کے درمیان (شرمگاہ پر) بیٹھے پھر اس سے (جماع کی) کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہوجاتا ہے۔''

جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب جماع کرے تو انزال نہ بھی ہو تب بھی اس پر غسل واجب ہوجاتا ہے اور بغیر انزال سے جماع کے اس مسئلہ کا حکم اکثر لوگوں پر مخفی اور پوشیدہ ہے حتی کہ بعض لوگوں پر ہفتے اور مہینے گزر جاتے ہیں وہ اپنی بیوی سے بغیر انزال کے جماع کرتے رہتے ہیں اور مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے غسل نہیں کرتے، یہ ایک سنگین معاملہ ہے، لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حدود کو جانے اور ان کا علم حاصل کرے جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہیں، پس جب انسان بغیر انزال کے اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس پر اور اس کی بیوی پر غسل واجب ہوجاتا ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔

(3) غسل واجب کرنے والی تیسری چیز حیض و نفاس کے خون کا نکلنا۔ جب عورت کو حیض آئے پھر وہ حیض سے پاک ہوجائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ [البقرة: 222]

''سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ یہاں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [291] صحيح مسلم [348/87]

تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے، بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔"

نیز اس کی دلیل نبی ﷺ کا استحاضہ والی عورت کو، جب وہ اپنے حیض کی مدت گزار چکے، یہ حکم دینا ہے کہ وہ غسل کرے اور نفاس والی عورت کا حکم حائضہ کی طرح ہی ہے یعنی اس پر بھی خون نفاس بند ہونے پر غسل واجب ہوگا۔ اور حیض و نفاس کے غسل کا طریقہ وہی ہے جو جنابت کے غسل کا طریقہ ہے، سوائے اس کے کہ بعض اہل علم نے حائضہ کے غسل میں بیری کے پتوں کے استعمال کو مستحب قرار دیا ہے کہ وہ پانی میں بیری کے پتے ابال کر اس پانی سے غسل کرے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کو کمال درجے کی صفائی ستھرائی حاصل ہو جائے گی۔

بعض اہل علم نے موت کو بھی غسل واجب کرنے والی چیزوں میں شامل کیا ہے، ان کی دلیل نبی ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ ﷺ نے ان عورتوں کو جاری کیا تھا جو آپ ﷺ کی بیٹی (زینب رضی اللہ عنہا) کو ان کی وفات کے بعد غسل دے رہی تھیں:

«اغسلنها ثلاثا أو خمسا أو سبعا أو أكثر من ذلك إن رأيتن ذلك»[1]

"اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ مرتبہ غسل دو۔"

نیز ان اہل علم کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ ﷺ نے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1253] صحيح مسلم [939/36]

اس صحابی کے متعلق ارشاد فرمایا تھا جس کو احرام کی حالت میں اس کی سواری نے گرا کر شہید کر دیا تھا:

«اغسلوه بماء و سدر و كفنوه في ثوبيه»[1]

"اس کو بیری کے پتوں سے ابلے ہوئے پانی سے غسل دو اور اس کو اسی کے کپڑوں (یعنی احرام کی چادروں) میں کفن دے دو۔"

مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر ان اہل علم کا کہنا ہے کہ موت بھی غسل کو واجب کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب ہے، لیکن اس غسل کے وجوب کا تعلق زندہ کے ساتھ ہے، کیونکہ فوت ہونے والا تو اپنی موت کی وجہ سے احکام شرعیہ کا پابند نہیں رہا ہے، البتہ زندوں پر واجب ہے کہ وہ نبی ﷺ کے فرمان کی وجہ سے فوت شدگان کو غسل دیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 162)

72- عورت کو احتلام ہونا

عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے کیونکہ عورتیں اس معاملے میں مردوں ہی کی طرح ہیں لہٰذا جیسے مرد محتلم ہوتے ہیں ایسے ہی عورتیں بھی ہوتی ہیں۔

اور جب عورت یا اسی طرح مرد محتلم ہو اور بیدار ہونے کے بعد وہ اپنے کپڑوں پر کوئی تری وغیرہ نہ پائے یعنی منی کے اثرات کپڑوں پر نہ ہوں تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا اور اگر عورت اپنے کپڑوں پر منی کے اثرات پائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہوگا، کیونکہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ ﷺ! جب عورت احتلام والی ہوجائے تو کیا اس کے ذمہ غسل کرنا واجب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1265] صحيح مسلم [1206/92]

«نعم إذا هي رأت الماء»[1]

”ہاں! (اس پر غسل واجب ہوگا بشرطیکہ) جب وہ اپنے کپڑوں پر منی کو دیکھے۔“

لہٰذا جب عورت اپنے کپڑوں وغیرہ پر منی دیکھے تو اس پر غسل کرنا واجب ہوگا۔ لیکن وہ عورت جس کو کچھ وقت پہلے احتلام کا وہم ہوا مگر اس نے اپنے کپڑوں وغیرہ پر احتلام کے اثرات نہ دیکھے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اس کے کپڑوں وغیرہ پر منی کے اثرات ہوں تو وہ غور و فکر کر کے دیکھے کہ اس نے کتنی نمازیں اس حالت میں ادا کی ہیں، اتنی نمازیں وہ دھرا لے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 185)

73- میاں بیوی کی آپس میں جنسی کھیل کود اور بوس و کنار کرنے سے غسل

مرد اور عورت پر محض ایک دوسرے سے جنسی کھیل کود اور بوس و کنار کرنے سے غسل واجب نہیں ہوجاتا ہے، اِلا یہ کہ ان کو انزال منی ہوجائے، جب اس دوران میں دونوں کی منی خارج ہوجائے گی تو دونوں پر غسل واجب ہوگا اور اگر کسی ایک کی منی خارج ہو تو صرف منی خارج کرنے والے پر ہی غسل واجب ہوگا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ میاں بیوی کے درمیان صرف جنسی کھیل کود یا بوس و کنار ہو لیکن جب نوبت جماع تک پہنچ جائے تو جماع کے نتیجے میں بہر حال غسل واجب ہوگا مرد پر بھی اور عورت پر بھی اگرچہ ان کو انزال نہ بھی ہو، اس کی دلیل نبی ﷺ کی وہ حدیث ہے جس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [130] صحيح مسلم [313/32]

«إذا جلس بين شعبها الأربع ثم جهدها فقد وجب الغسل»❶

''جب آدمی عورت کی چار شاخوں کے درمیان (شرمگاہ پر) بیٹھے پھر (اس سے جماع کرنے کی) کوشش کرے تو اس پر (اس کوشش کے کامیاب ہونے کے نتیجہ میں) غسل واجب ہوجاتا ہے۔''

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«وإن لم ينزل»❷

''اگرچہ اس کو (اس جماع کے نتیجہ میں) انزال نہ بھی ہو۔''

یہ مسئلہ اکثر عورتوں پر پوشیدہ ہے، عورت یہ سمجھتی ہے بلکہ بعض اوقات مرد بھی سمجھتا ہے کہ بغیر انزال کے جماع میں غسل واجب نہیں ہے جو بہت بڑی جہالت ہے، یقیناً جماع کی صورت میں بہر حال غسل واجب ہوتا ہے، رہا جماع کے بغیر میاں بیوی کا ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونا تو اس میں جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 163)

74- عورت سے اس کے خاوند نے کسی رکاوٹ کے ساتھ جماع کیا تو اس کو انزال ہوگیا

مباشرت چاہے حائل اور پردے کے پیچھے سے ہی ہو جب انزال ہوجائے گا تو غسل واجب ہوگا، جیسے اگر مرد کپڑے کے اوپر سے عورت کی شرمگاہ میں اپنا عضو مخصوص داخل کرنے کی کوشش کرے تو دخول ہونے یا انزال ہونے کے نتیجے میں غسل واجب ہوجاتا ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 11/85)

❶ صحیح البخاري، رقم الحدیث [291] صحیح مسلم [348/87]

❷ صحیح مسلم [348/87]

75- عورت کے غسل جنابت کی کیفیت

غسل جنات کی دو قسمیں ہیں: 1 کامل غسل۔ 2 کفایت کرنے والا غسل۔

کامل غسل جنابت وہ ہے جو نبی ﷺ کے عمل کے مطابق چند واجبات اور مستحبات پر مشتمل ہے، چنانچہ غسل جنابت کرنے والا غسل سے پہلے رفع جنابت کی نیت کرے کہ میں اس غسل کے ذریعہ اپنے آپ پر طاری جنابت کو زائل کرنا چاہتا ہوں، پھر وہ پڑھے:《 بِسْمِ اللّٰه 》"اللہ تعالیٰ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں۔" پھر تین مرتبہ اپنی ہتھیلیوں کو دھوئے اور اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ اپنی شرمگاہ سے کسی بھی قسم کی آلائش کا ازالہ کرتے ہوئے اس کو دھوئے، پھر اپنا بایاں ہاتھ زمین پر مار کر اس کو خوب ملے اور اس کو پانی، صابن اور اس طرح کی دیگر اشیاء سے دھوئے، پھر وہ وضو کرے جس طرح نماز کے لیے وضو کرتا ہے، اس کے بعد وہ اپنے بالوں میں خلال کرتے ہوئے چمڑے کو تر کرے، پھر اپنے سر پر تین چلو پانی بہائے، پہلے دائیں جانب اور پھر بائیں جانب، پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہالے۔

رہا گزارا کرنے والا غسل تو وہ اس طرح ہے کہ غسل کرنے والا رفع جنابت کی نیت کرتے ہوئے "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھے، کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھا کر خوب اچھی طرح صاف کرے پھر سارے جسم پر پانی بہالے۔

غسل جنابت کے بعد کوئی خاص نماز مشروع نہیں ہے کیونکہ جہاں تک ہماری معلومات ہیں نبی ﷺ سے اس سلسلے میں کوئی نماز پڑھنا مروی نہیں ہے، رہی وضو کے بعد کی دو رکعتیں تو یہ مسنون اور نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 1993)

76- دورانِ غسل شرمگاہ کو چھونا

شرمگاہ کو غسل سے پہلے ہی دھویا جاتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ پہلے شرمگاہ دھویا کرتے تھے، بالفرض اگر دورانِ غسل انسان اپنے عضو مخصوص کو چھو بیٹھے تو ہمارے نزدیک راجح قول کے مطابق اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس نے قصداً اس کو نہیں چھوا ہے، پھر یہ کہ اس مسئلہ پر وارد احادیث باہم متعارض ہیں۔ بعض علمائ رحمہم اللہ نے ان دو متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے اور ان میں سے بعض نے ایک کو دوسری پر ترجیح دی ہے، جہاں تک اس مسئلہ میں ہمارے موقف کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ عضو مخصوص کو چھونا وضو کو نہیں توڑتا الا یہ کہ اس کو شہوت کی حالت میں چھوا جائے، پس اگر بغیر شہوت کے اس کو چھوا جائے تو ایسی صورت میں وضو کرنا مستحب تو ہوسکتا ہے واجب نہیں ہے، یہ تو تھا اس مسئلہ میں ہمارا موقف۔ جبکہ بعض اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ عضو مخصوص کو چھونے سے مطلق طور پر وضو نہیں ٹوٹتا اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مطلق طور پر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20/120)

77- عورت کے غسل جنابت کے وقت بالوں کو دھونے کی کیفیت

عورت پر حیض یا نفاس یا جنابت کا غسل کرنے پر تمام سر پر پانی بہاتے ہوئے سارے سر کو دھونا واجب ہے، اور اگر وہ مینڈھیاں باندھے ہوئے ہو تو غسل حیض یا غسل نفاس یا غسل جنابت کے وقت ان کو کھولنا ضروری نہیں، صرف بالوں کی جڑوں کو تر کرنا ضروری ہے کیونکہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ میں نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ اپنے

سر کی مینڈھیاں بہت سخت بناتی ہوں، کیا غسل جنابت اور غسل حیض کے وقت ان کو کھولا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا إنما يكفيك أن تحثي على رأسك ثلاث حثيات، ثم تفيضين عليك الماء فتطهرين»❶

''نہیں پس تمھیں اتنا ہی کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین چلو پانی بہا لیا کرو، پھر سارے بدن پر پانی بہا لوتو تم پاک ہو جاؤ گی۔''

لیکن حیض، نفاس اور جنابت کے غسل میں افضل یہ ہے کہ جب عورت بالوں کی مینڈھیاں بنائے ہوئے ہو تو بوقت غسل ان کو کھولے اور بیری کے پتوں سے ابلے ہوئے پانی سے ان کو دھوئے کیونکہ دوسری احادیث میں ان کے کھولنے کا بھی ثبوت موجود ہے۔ (اللجنة الدائمة: 16172)

78- ایک عورت نے اس حال میں غسل کیا کہ اس نے مصنوعی ناخن لگا رکھے تھے اور وہ ان کو اتارنا بھول گئی تھی

پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اس قسم کے ناخن لگانے کی خبر لیں، میری معلومات کے مطابق اس قسم کے جو ناخن لگائے جاتے ہیں یقیناً وہ لمبے لمبے ناخن ہوتے ہیں، جب کوئی انسان ایسے ناخن پہننے والی عورت کو دیکھتا ہے تو اسے گمان ہوتا ہے کہ اس عورت کے ناخن لمبے ہیں (جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک برا فعل ہے اور ایک ایسی چیز کا اظہار ہے جس میں عورت فطرت کی مخالفت کرتی ہے کیونکہ فطرت ناخنوں کو کاٹنا ہے اور یہ ناخن کاٹنے کے برعکس عمل ہے، یعنی عورت یہ ظاہر کرتی ہے کہ گویا اس کے

❶ صحيح مسلم [330]

ناخن لمبے ہیں اور یوں وہ خلاف فطرت کام کر کے زینت اختیار کرتی ہے، میری اپنی بہنوں کو نصیحت یہ ہے کہ وہ اس قسم کے ناخن لگانا ترک کر دیں۔ پھر یہ کہ ایسے ناخن لگانے سے عورت کی انگلیاں کوئی خوبصورت نہیں لگتیں بلکہ بدصورت ہی دکھائی دیتی ہیں۔اور پھر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت ان کو اتارنا بھول جاتی ہے۔اور ان کو پہنے ہوئے ہی وضو کر لیتی ہے یا وہ اس حال میں غسل کر لیتی ہے کہ وہ ان کو پہنے ہوئے ہوتی ہے تو نہ اس کا غسل صحیح ہوتا ہے اور نہ وضو، کیونکہ یہ ناخن پانی کو اصل ناخنوں تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔

رہا مذکورہ سوال کا جواب تو سائلہ پر واجب ہے کہ وہ دوبارہ غسل کر کے وہ نماز لوٹائے جو نماز اس نے پہلا غسل کر کے ادا کی ہے کیونکہ اس کا پہلا غسل درست نہ تھا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 9/120)

79- غسل جنابت کا جمعہ، حیض اور نفاس کے غسل سے کفایت کرنا

جس شخص پر ایک سے زیادہ مختلف قسم کے غسل واجب ہوں تو ایک غسل سب غسلوں سے کفایت کر جائے گا بشرطیکہ وہ تمام موجبات غسل کے رفع اور نماز اور اس جیسے دیگر اعمال مثلاً طواف مباح ہونے کی نیت کر لے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ ما نوىٰ»[1]

”تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔“

نیز جمعہ کے دن غسل کرنے کا مقصد غسل جنابت کر لینے سے حاصل ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ غسل جنابت جمعہ کے دن ہو۔ (اللجنة الدائمة: 6522)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1] صحيح مسلم [1907/155]

تیمّم

80- تیمّم ازالہ حدث کا ذریعہ ہے

تیمّم پاک کرنے والا اور حدث کا ازالہ کرنے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیمّم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ ﴾ [المائدة: 6]

''اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے۔''

نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

« وجعلت لي الأرض مسجداً وطهورا»[1]

''اور میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی چیز بنایا گیا ہے۔''

اور حدیث میں موجود لفظ ''طھور'' کا معنی ہے وہ چیز جس کے ذریعہ پاکی حاصل کی جائے یعنی پاک کرنے والی چیز۔

اسی طرح اس چیز کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ تیمّم پانی کا بدل ہے اور شرعی قاعدے کے تحت بدل کا حکم مبدل منہ والا حکم ہوتا ہے ہمارے اس قول کہ ''تیمّم بدل ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ بدل جو کہ تیمّم ہے، پر عمل کرنا اصل، جو کہ پانی ہے، کی موجوگی میں ممکن نہیں ہے لہٰذا جب پانی میسر آ جائے گا تو تیمّم باطل

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [335] صحيح مسلم [521/3]

ہوجائے گا اور تیمّم کرنے والے پر غسل کرنا واجب ہوگا، اگر اس نے غسل کو واجب کرنے والی کسی چیز سے تیمّم کر رکھا ہو، اور اس پر وضو کرنا واجب ہوگا اگر اس نے حدث اصغر سے تیمّم کیا ہوگا، اس صحابی کی حدیث کی وجہ سے جس کو جنابت لاحق ہوئی اور پانی میسر نہ آنے کی وجہ سے وہ الگ ہوکر بیٹھا رہا اور باجماعت نماز ادا نہ کی (نماز سے فارغ ہوکر) نبی ﷺ نے اس سے سوال کیا: «لم لم تصل مع الناس؟» ”تم نے لوگوں کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کیوں نہیں کی؟“ تو اس صحابی نے جواب دیا: مجھے حالت جنابت لاحق ہوگئی ہے اور مجھے پانی میسر نہیں ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«عليك بالصعيد فإنه يكفيك»

”تم مٹی کو لازم پکڑو (یعنی تیمّم کرلو) کیونکہ یہ تمھیں کفایت کر جائے گی۔“

پھر اس آدمی نے جنابت سے تیمّم کیا اور جب پانی میسر آ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«خذ هذا وأفرغه على نفسك»[1]

”یہ پانی لے لو اور اپنے جسم پر بہا کر غسل کرلو۔“

اور اگر تیمّم حدث کو مستقل اور دائمی طور پر رفع کرنے والا ہوتا تو وہ پانی کے مل جانے پر باطل نہ ہوتا۔ نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«الصعيد الطيب طهور المسلم، وإن لم يجد الماء عشر سنين، فإذا وجده فليتق الله وليمسه بشرته»[2]

”پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے اگرچہ دس سال اسے پانی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [344]

[2] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [124]

نہ ملے، پس جب اسے پانی میسر آ جائے تو وہ اللہ سے ڈرے اور اسے اپنے جسم پر ملے۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 186)

81- دیوار پر لگے پتھر یا فرش پر ہاتھ مار کر تیمّم کرنا

زمین اور اس سے متصل دیواروں پر ہاتھ مار کر تیمّم کرنا جائز ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے دیوار پر ہاتھ مار کر تیمّم کیا تھا۔[1]

اس بنا پر اس پتھر پر جو دیواروں پر لگا ہو تیمّم کرنا جائز ہے کیونکہ وہ بھی زمین کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے، رہا فرش پر تیمّم کرنا تو اگر فرش پر گرد و غبار نہ ہو تو اس سے تیمّم نہ کیا جائے کیونکہ اس پر تیمّم کرنا صحیح نہیں ہوگا، اور اگر فرش پر گرد وغبار موجود ہو تو اس پر تیمّم کرنا درست ہوگا کیونکہ گرد و غبار زمین ہی کی جنس سے ہے، لیکن کسی کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ فرش پر تیمّم کرے مگر صرف اسی وقت جب اس کے لیے زمین اور اس سے ملی ہوئی دیواروں وغیرہ پر تیمّم کرنا میسر نہ ہو۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 14/121)

82- جس شخص پر ایسی نجاست ہو جس کے ازالے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو

جب انسان پر ایسی نجاست لگی ہو جس کے ازالے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اسی حالت میں نماز ادا کرے اور اس نجاست پر تیمّم نہ کرے، لیکن جہاں تک ممکن ہو اس نجاست کو کھرچنے اور اس طرح کے دیگر ذرائع سے اُسے ہلکا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر نجاست ایسے کپڑے پر لگی ہو جس کو اتارنا اور کسی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [337] صحيح مسلم [114/369]

دوسری کپڑے سے ستر پوشی کرنا ممکن ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس نجاست آلود کپڑے کو اتار دے اور کسی دوسرے کپڑے سے ستر پوشی کر لے۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 194)

83- ایک عورت نے تیمّم کیا پھر اسے طہارت کی حالت میں پانی مل گیا

طہارت میں اصل یہ ہے کہ وہ پانی سے حاصل کی جائے مگر جب پانی میسر نہ آئے یا انسان پانی کے استعمال سے معذور ہو تو مٹی سے تیمّم کرنا اس کا بدل بن جاتا ہے، پھر جب پانی مل جائے (یا وہ پانی کے استعمال پر قادر ہو جائے) تو اس کی تیمّم کے ذریعے حاصل کی ہوئی طہارت باطل اور ختم ہو جائے گی۔
(اللجنة الدائمة: 13045)

84- نفل نماز ادا کرنے کے لیے تیمّم کرنے والے کا اس تیمّم کے ساتھ فرض نماز ادا کرنا

گزشتہ جواب سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ تیمّم حدث کا ازالہ کرنے والا ہے، لہٰذا اس کے لیے تیمّم کر کے فرض نماز ادا کرنا جائز ہے اگرچہ اس نے نفل نماز ادا کرنے کے لیے تیمّم کیا ہو، جیسے اگر اس نے نفل نماز کی ادائیگی کے لیے وضو کیا ہو تو وہ اس وضو کے ساتھ فرض نماز ادا کر سکتا ہے ایسے ہی نفل کے تیمّم کے ساتھ فرض نماز بھی ادا کر سکتا ہے، اور نماز کا وقت ختم ہونے پر اس کے لیے تیمّم کا اعادہ واجب نہ ہوگا جب تک کوئی ناقض وضو سبب نہ پایا جائے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 200)

85- جب تیمّم کرنے والے کو دوران نماز یا بعد از نماز پانی میسر آ جائے

جب تیمّم کرنے والے کو دوران نماز پانی میسر آ جائے تو اس مسئلہ میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے، ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ تب (دوران نماز) پانی میسر آنے سے تیمّم باطل نہیں ہوگا کیونکہ اس نے ایسی حالت میں نماز شروع کی تھی جس حالت میں نماز ادا کرنے کی شریعت نے اس کو اجازت دی تھی، لہٰذا اب وہ کسی شرعی دلیل کے بغیر اس نماز کو نہیں توڑے گا۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ دوران نماز پانی میسر آنے سے تیمّم ختم ہو جائے گا، ان کی دلیل اس آیت کا عمومی مفہوم ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَآءً ﴾ [المائدة: 6]

''پھر کوئی پانی نہ پاؤ۔''

اور اس مذکورہ شخص کو پانی میسر آ گیا ہے لہٰذا اس کا تیمّم باطل ہو جائے گا، اور جب اس کا تیمّم باطل ہو جائے گا تو اس کی نماز بھی باطل ہو جائے گی۔ نیز ان کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«فإذا وجده فليتق الله وليمسه بشرته»[1]

''پس جب اسے پانی میسر آ جائے تو وہ اللہ سے ڈرے اور اس پانی کو اپنے جسم پر ملے۔''

نیز ان کی عقلی دلیل یہ ہے کہ پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں جو طہارت اس پانی سے حاصل کرنا تھی اس کا بدل تیمّم ہے، پس جب پانی دستیاب

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [124]

ہوجائے تو بدل (تیمّم) زائل ہوجائے گا، نیز اس کا حکم زائل ہوجائے گا، لہٰذا اب وہ نماز چھوڑ کر وضو کرے گا اور نئے سرے سے نماز شروع کرے گا۔

ویسے حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے مگر جو موقف مجھے درست لگتا ہے وہ یہی دوسرا موقف ہے جو اقرب الی الصواب ہے، لیکن اگر تیمّم کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کو نماز کے بعد پانی میسر آئے تو اس پر نماز کا لوٹانا لازم نہیں ہے، اس کی دلیل وہ واقعہ ہے جس کو ابوداود وغیرہ نے نقل کیا ہے اور وہ قصہ کچھ یوں ہے کہ دو صحابیوں نے تیمّم کر کے نماز ادا کی اور اس نماز کے وقت کے اندر ہی ان کو پانی میسر آ گیا، ان میں سے ایک نے نماز کا اعادہ نہ کیا جبکہ دوسرے نے وضو کر کے نماز کو دہرایا، جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس صحابی کو کہا جس نے نماز نہیں دہرائی تھی: «أصبت السنة» ”تم سنت پر عمل پیرا ہوئے ہو“ اور جس صحابی نے نماز دہرائی تھی اسے فرمایا:

«لك الأجر مرتين»[1] ”تمھیں دوہرا اجر ملے گا۔“

پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ میں (مذکورہ حدیث کے پیش نظر نماز کو دہرا کر) دوہرا اجر حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو ہم کہیں گے کہ جب تم سنت کا علم ہونے کے باوجود اس کی مخالفت کرو گے تو تمھیں دوہرا اجر نہیں ملے گا بلکہ تم سنت کی مخالفت کی وجہ سے بدعتی شمار کیے جاؤ گے، اور حدیث میں جس صحابی کو اللہ کے رسول ﷺ نے دوہرے اجر کی بشارت سنائی ہے وہ سنت کو نہیں جانتا تھا بلکہ وہ مجتہد تھا تو اس کو پہلے اور دوسرے دونوں عملوں کا اجر ملے گا۔

پھر اگر کہا جائے کہ مجتہد جب اجتہاد میں غلطی کرے تو اس کو صرف ایک

---

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [338]

اجر ملتا ہے جیسا کہ حدیث میں اس کا ثبوت موجود ہے:

« إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله أجران وإن أخطأ فله أجر »[1]

''جب حاکم و قاضی اجتہاد کر کے فیصلہ کرے اور وہ درست فیصلہ کر لے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا اور اگر وہ درست فیصلے سے چوک جائے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔''

تو اعادہ نماز میں اجتہادی غلطی کرنے والے کو دوہرا اجر کیسے ملے گا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صحابی نے اجتہادی غلطی کرنے والے حاکم و امام کے برخلاف دو عمل کیے، جبکہ اس حاکم نے صرف ایک عمل کیا۔ وہ اس طرح کہ اس نے دو فیصلے نہیں کیے، لہٰذا یہاں سے ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ بلاشبہ سنت کی موافقت کرنا کثرتِ عمل سے افضل اور بہتر ہے۔

مثلاً جب کوئی کہنے والا کہے: میں وقت کی فضیلت اور کثرت عمل کے پیش نظر فجر کی دو سنتوں کو لمبا کر کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو ہم اس کو کہیں گے تمھارا یہ عمل درست نہیں ہوگا کیونکہ نبی ﷺ فجر کی دو سنتوں کو ہلکی ادا کرتے تھے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں یہ بات موجود ہے۔[2]

مزید وضاحت کے لیے ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے کہ اگر کوئی کہے: میں طواف کی دو رکعتیں لمبی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تو ہم کہیں گے تمھارا یہ عمل مسنون نہیں کیونکہ نبی ﷺ طواف کی دو رکعتیں ہلکی ادا کرتے تھے۔ یہ اہم اور مفید باتیں طالب علم کے یاد کرنے کی ہیں۔ واللہ الموفق۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 201)

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [7352] صحيح مسلم [1716/15]

❷ **صحيح**. سنن النسائي، رقم الحديث [946]

حیض

86- حائضہ کا قرآنی آیات پر مشتمل کتابوں اور رسالوں کو چھونا

حائضہ، جنبی اور بے وضو پر یہ حرام نہیں ہے کہ وہ ایسی کتابوں اور رسالوں کو چھوئیں جن میں احادیث اور اللہ عزوجل کا کچھ کلام درج ہو کیونکہ یہ کتابیں اور رسالے بہر کیف مصحف قرآنی تو نہیں ہیں۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 29/123)

87- ماہواری کے دوران پہنے ہوئے کپڑے نجس اور پلید نہیں ہوتے

حائضہ کے کپڑے اسی صورت میں ناپاک ہوتے ہیں جب ان کو خون حیض لگے اور جب ان کو خون حیض لگے گا تو انھیں دھولیا جائے گا جیسا کہ نبی ﷺ سے جب کپڑے کو خون حیض لگنے کے حکم کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے یہ حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

«تحته، ثم تقرضه بالماء، ثم تنضحه، ثم تصلي فيه» [1]

"(وہ حائضہ) اس حیض آلود کپڑے کو (کسی چیز کے ساتھ) رگڑے، پھر اس کو پانی لگا کر ملے، پھر اس پر چھینٹے مارے، پھر اس میں نماز ادا کرے۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [227] صحیح مسلم [291/110]

«ثم تغسله ثم تصلي فيه»

''پھر وہ اس کو دھو کر اس میں نماز ادا کرے۔''

اور یہ کپڑے جو حائضہ عورت نے پہنے اگر ان کو خون حیض نہ لگے تو وہ پاک ہیں، ان کو پہن کر نماز ادا کرنا جائز ہے اور اگر ان کو خون حیض لگ بھی جائے تو جہاں خون لگا ہے اتنی جگہ کو دھو کر وہ اس میں نماز ادا کر لے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 29/123)

88- حائضہ کا مساجد میں منعقد ہونے والی ذکر کی مجالس میں شرکت کرنا

حائضہ عورت کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے لیکن اس کا مسجد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کو یہ اطمینان ہو کہ اس سے نکلنے والا خون مسجد کو آلودہ نہیں کرے گا، لہٰذا جب حائضہ کو مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے تو اس کے لیے نصیحت اور قراءتِ قرآن کی مجالس میں شرکت کے لیے مسجد میں جانا بھی حلال اور جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آواز پہنچتی ہو تو حائضہ کے ذکر و قراءت سننے کے لیے وہاں بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ حائضہ عورت کے ذکر اور قراءتِ قرآن سننے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے اور قرآن کی تلاوت کرتے جبکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں۔

رہا حائضہ کا وعظ و نصیحت یا قراءت قرآن سننے کے لیے مسجد میں جا کر بیٹھنا تو بلاشبہ یہ جائز نہیں ہے، اسی لیے جب نبی ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر یہ بتایا گیا کہ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوگئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أحابستنا هي؟»[1] ”کیا وہ ہمیں (واپسی سے) روکنے والی ہے؟“

آپ ﷺ نے سمجھا کہ شاید صفیہ رضی اللہ عنہا نے طواف افاضہ (جو حج کا رکن ہے) نہیں کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے چاہے عبادت کی غرض سے ہی ہو، اور نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو نماز اور ذکر کے لیے عید گاہ جانے کا حکم دیا مگر حائضہ عورتوں کو عید گاہ سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 221)

89- دو ماہواریوں کے درمیان طہر کی مدت

دو ماہواریوں کے درمیان طہر کی کم از کم مدت کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کی مدت تیرہ دن ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح طہر کی اکثر مدت کی کوئی حد نہیں ہے اسی طرح اس کی کم از کم مدت کی بھی کوئی حد متعین نہیں ہے، اور یہی سب سے صحیح قول ہے۔

اس صحیح قول کی بنا پر یہ بھی ممکن ہے کہ عورت ایک ماہ میں دو مرتبہ حائضہ ہو جائے تو عورت پر یہ واجب ہے کہ وہ حیض کے خون کی پہچان رکھے اور اسی کو حیض سمجھے، رہا دوسری قسم کا خون جو پتلا اور قدرے زرد ہوتا ہے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

اور استحاضہ والی عورت کی اگر کوئی سابقہ عادت ہو تو وہ اپنی اس عادت کے مطابق معمول کے کام کرتی رہے اور جب اس کی عادت کے ایام شروع ہو جائیں تو وہ صرف اپنی عادت کے ایام میں نماز ادا کرنے اور روزہ رکھنے سے

[1] صحیح. سنن الترمذي، رقم الحديث [943] سنن ابن ماجه، برقم [3072]

بیٹھی رہے، اس کا خاوند اس سے مجامعت نہ کرے، اور جب اس کی عادت کے ایام گزر جائیں تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے، روزے رکھے اور اپنے خاوند کے لیے حلال ہو جائے۔

علمائے رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ پندرہ دنوں سے زیادہ آنے والا خون استحاضہ کا خون ہے، پس اگر اس کی ماہواری کے حوالے سے کوئی معمول کی عادت ہو اور نہ ہی اسے حیض اور استحاضہ کی تمیز ہو تو وہ اکثر عورتوں کی عادت کی طرف رجوع کر لے جو کہ چھ یا سات دن ہے اور اس کا آغاز اس دن سے کرے جس دن اس کا حیض شروع ہوا ہو۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 6/123)

90- حائضہ بیوی سے دوران حیض بغیر جماع کیے لطف اندوز ہونا

خاوند کے لیے اپنی بیوی سے حیض و نفاس کے دوران مجامعت کیے بغیر مباشرت (بوس و کنار وغیرہ) کرنا اور اس سے لطف اندور ہونا ہمہ وقت جائز ہے، اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی سے حیض کے علاوہ دوسرے دنوں میں جس انداز میں بھی لذت حاصل کرنا چاہے کر لے اور آگے اور پیچھے سے جس طرح سے چاہے مجامعت کرے بشرطیکہ مجامعت ایک ہی سوراخ، یعنی اگلی شرمگاہ میں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ [البقرة: 223]

”تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔“ (اللجنة الدائمة: 19325)

91- حائضہ اور نفاس والی بیوی سے جماع کرنا

حائضہ اور نفاس والی عورت جب تک ان کا حیض یا نفاس بند نہ ہو جائے اور وہ اس کے بعد غسل نہ کر لیں تب تک ان سے جماع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾ [البقرة: 222]

''اور ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 17332)

92- حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

صحیح قول کے مطابق حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت متعین نہیں ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ [البقرة: 222]

''اور تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے: وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔''

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حائضہ سے الگ رہنے کے ایام مقرر نہیں کیے بلکہ ان سے الگ رہنے کی انتہاء حیض سے پاک ہونا قرار دیا ہے، جو اس

بات کی دلیل ہے کہ اس حکم کی علت حیض ہے، جب تک حیض پایا گیا حیض کا حکم باقی رہا اور جب عورت پاک ہوگئی تو حیض کے احکام ختم ہوگئے۔ پھر تحدیدِ مدت پر کوئی دلیل وارد نہیں حالانکہ ضرورت اس کے بیان کا تقاضا کرتی ہے، اگر مدت حیض کی تحدید عورت کی عمر یا محدود وقت کے ذریعہ شرعی طور پر ثابت ہوتی تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اس کا بیان موجود ہوتا ہے۔ اس بنا پر اگر عورت وہ خون دیکھے جو عورتوں کا خون حیض معروف ہے تو وہ بلا تحدید وقت حیض کا خون ہوگا الا یہ کہ خون مسلسل جاری رہے اور کبھی ختم نہ ہو یا مہینے میں مختصر مدت ایک دو دن کے لیے رک جاتا ہو تو ایسی حالت میں وہ استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 216)

93- جب عورت نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد حائضہ ہو

جب نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد خون حیض شروع ہوجائے مثلاً ایک عورت زوال سے نصف گھنٹے کے بعد حائضہ ہوگئی تو وہ حیض سے پاک ہونے کے بعد اس نماز کی قضا کرے گی جس کا وقت اس کی پاکی کی حالت میں شروع ہو چکا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾

[النساء: 103]

''بے شک نماز ایمان والوں پر ہمیشہ سے ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔''

اور دورانِ حیض گزرنے والی نمازوں کی قضا نہیں کرے گی کیونکہ ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں:

« أليست إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟ »[1]

''کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ وہ نماز ادا کرتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟''

اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت اپنی ان نمازوں کی قضا نہیں کرے گی جو دوران حیض گزری تھیں۔

لیکن جب وہ حیض سے پاک ہوگی، ایسی نماز کے وقت میں جس کا وقت ایک یا اس سے زیادہ رکعتیں پڑھنے کی مقدار میں باقی تھا تو وہ نماز ادا کرے گی جس کے وقت میں وہ حیض سے پاک ہوئی کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

« مَن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر »[2]

''جس نے نماز عصر کی ایک رکعت غروب آفتاب سے پہلے حاصل کر لی یقیناً اس نے عصر کی نماز حاصل کر لی۔''

پس جب حائضہ عصر کے وقت یا غروب آفتاب سے پہلے حیض سے پاک ہوجائے تو وہ عصر کی نماز ادا کرے گی اور اسی طرح اگر وہ طلوع آفتاب سے ایک رکعت پڑھنے کی مقدار پہلے پاک ہوجائے تو وہ فجر کی نماز ادا کرے گی۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 225)

94- اس عورت پر کیا واجب ہوگا جو کسی بھی نماز کے ایک رکعت پڑھنے کی مقدار کے وقت میں حائضہ ہو یا حیض سے پاک ہو؟

عورت جب وقتِ نماز شروع ہونے کے بعد حائضہ ہو تو حیض سے پاک

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [304]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [579] صحيح مسلم [508/163]

ہونے کے بعد اس پر واجب ہے کہ وہ اس نماز کی قضا کرے جس کے وقت میں وہ حائضہ ہوئی تھی اور اس نے حیض شروع ہونے سے پہلے ابھی وہ نماز ادا نہیں کی تھی، اور وہ ایسا اس لیے کرے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَن أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك الصلاة» ❶

''جس شخص نے نماز کی ایک رکعت حاصل کر لی یقیناً اس نے نماز حاصل کر لی۔''

پس جب عورت ایک رکعت پڑھنے کی مقدار میں نماز کا وقت پا لے، پھر وہ نماز ادا کرنے سے پہلے حائضہ ہوجائے تو جب وہ حیض سے پاک ہوگی تب اس پر اس نماز کی قضا لازم ہوگی، اور اسی طرح جب نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر اس نماز کی قضا واجب ہوگی۔ اگر وہ طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھنے کی مقدار کے وقت میں غروب آفتاب سے پہلے پاک ہوجائے تو اس پر نماز عصر کی قضا کرنا واجب ہوگا، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر»

''جس نے نماز عصر کی ایک رکعت غروب آفتاب سے پہلے حاصل کر لی بلاشبہ اس نے عصر کی نماز حاصل کر لی۔''

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 151)

95- ہر حیض سے پاک ہونے پر زیر ناف بال مونڈھنا

اکھاڑ کر یا چونے (بال صفا پوڈر یا کریم وغیرہ) کے ساتھ یا مونڈھ کر یا

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [579] صحيح مسلم [508/163]

کاٹ کر زیر ناف بالوں کا ازالہ کرنا اشیاء فطرت میں سے ہے، جن کے بجا لانے پر دین اسلام نے ابھارا ہے اور ان کی رغبت دلائی ہے لیکن ان کو ہر حیض کے بعد اتارنا ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے۔ امام احمد، بخاری، مسلم اور اصحاب سنن نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« خمس من الفطرة: الاستحداد، والختان، وقص الشارب، ونتف الإبط، وتقليم الأظفار »[1]

''پانچ کام اشیاء فطرت سے ہیں: زیر ناف بال اتارنا، ختنہ کرنا، مونچھیں کاٹنا، بغل کے بال اکھاڑنا، اور ناخن تراشنا۔''

نیز انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا:

« وقت لنا رسول الله في قص الشارب، وقلم الظفر، ونتف الإبط، وحلق العانة ألا نترك ذلك أكثر من أربعين يوما »[2]

''رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف بال اتارنے کا وقت چالیس دن مقرر کیا۔''

96- حیض ختم ہونے کی عمر میں اختلاف

اس معاملے میں عورتوں کی مختلف قسمیں ہیں، ان میں سے کوئی تو ابتدائی عمر میں حیض سے ناامید ہوجاتی ہے اور ان میں سے کسی کو ساٹھ یا ستر سال کی عمر تک حیض آتا رہتا ہے، پس جب تک عورت کو خون حیض آتا رہے وہ حائضہ شمار

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5550] صحيح مسلم، رقم الحديث [257]
[2] صحيح مسلم [258]

ہوتی رہے گی خواہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہو، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ﴾ [الطلاق: 4]

"اور وہ عورتیں جو تمھاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہوں۔"

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حیض سے ناامیدی کی کوئی عمر محدود اور متعین نہیں کی۔

خون حیض جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ ایک طرح کی گندگی ہے، لہٰذا جب تک یہ خون آتا رہے گا اس وقت تک عورت پر حیض کے احکام لاگو ہوتے رہیں گے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 12/123)

97- مسئلہ

سوال ایک عورت پچاس سال کی عمر سے تجاوز کر چکی ہے، اسے خون حیض اپنی معروف صفت کے مطابق آتا ہے اور ایک دوسری اسی عمر کی عورت کو خون حیض معروف صفت کے مطابق نہیں آتا بلکہ اسے تو صرف زردی مائل مٹیالے رنگ کا خون آتا ہے۔

جواب وہ عورت جس کو خون حیض اپنی معروف صفت کے مطابق آتا ہے اس کا خون، راجح قول کے مطابق، صحیح حیض کا خون ہی ہے کیونکہ عورت کو حیض آنے کی اکثر عمر محدود نہیں ہے تو اس بنا پر اس کے اس خون پر خون حیض کے معروف احکام لاگو ہوں گے یعنی وہ اس خون کے دوران نماز اور روزہ چھوڑ دے گی اور اس خون سے پاک ہونے پر غسل کر کے روزوں کی قضا دے گی اور اسی طرح اس پر خون حیض کے دیگر احکام لاگو ہوں گے۔

رہی وہ عورت جس کو زردی مائل مٹیالے رنگ کا خون آتا ہے تو اگر اس کو

زردی مائل مٹیالے رنگ کا خون اپنی عادت حیض کی مدت میں آتا ہے تو یہ حیض کا خون ہے اور اگر عادت کے ایام کے علاوہ یہ خون آتا ہے تو یہ حیض شمار نہیں ہوگا، لیکن اگر اس کا خون حیض کا معروف خون ہے مگر اپنی عادت اور معمول سے آگے پیچھے ہے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا بلکہ جب اسے حیض آئے تو وہ نماز روزے سے بیٹھی رہے اور جب حیض آنا بند ہوجائے تو وہ غسل کر کے پاک ہوجائے اور یہ سب اس صحیح قول کے مطابق ہے کہ بلاشبہ حیض آنے کی عمر محدود و متعین نہیں ہے۔ جہاں تک (حنبلی) مذہب کا تعلق ہے تو اس کے مطابق پچاس سال کے بعد حیض شمار نہیں ہوگا چاہے عورت کو اپنی عادت و معمول کے مطابق سیاہ کالا خون ہی کیوں نہ آتا ہو، لہٰذا وہ اس خون کے دوران بھی روزہ رکھے اور نماز ادا کرے اور اس خون کے بند ہونے پر اس کے لیے غسل کرنا ضروری نہیں ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 214)

98- مانع حیض گولیوں کے استعمال کا حکم

جب مانع حیض گولیوں سے عورت کی صحت میں بگاڑ پیدا نہ ہوتا ہو تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ اس کا خاوند اس کو یہ گولیاں استعمال کرنے کی اجازت دے، لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں ان کے مطابق تو یہ گولیاں عورت کے لیے ضرر رساں ہیں اور یہ بات تو واضح ہے کہ یقیناً خون حیض کا نکلنا ایک طبعی عمل ہے اور طبعی چیز کو جب اس کے مقرر وقت پر نکلنے سے روکا جائے تو بلاشبہ اس کے روکنے سے جسم کو ضرر و نقصان پہنچے گا اور ایسے ہی ان گولیوں کے استعمال سے اس لیے بھی بچنا چاہیے کہ یہ گولیاں عورت پر اس کی ماہواری کی عادت کو خلط ملط کر دیتی ہیں اور اس کی عادت میں بگاڑ پیدا ہونے

کی وجہ سے وہ اپنی نماز، خاوند کے ساتھ مباشرت اور دیگر معاملات کے متعلق شک اور اضطراب میں ہی مبتلا رہتی ہے، لہٰذا میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ ان گولیوں کا استعمال حرام ہے لیکن میں عورت کے نقصان کے پیش نظر ان کو پسند بھی نہیں کرتا ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ عورت کو لائق یہ ہے کہ وہ اس چیز پر راضی رہے جو اللہ نے اس کے مقدر میں کر رکھی ہے، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں، صورت حال یہ تھی کہ انھوں نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا تو نبی ﷺ نے دریافت کیا: «مالك! لعلك نفست؟» ''تجھے کیا ہے؟ لگتا ہے کہ تجھے حیض آ گیا ہے؟'' فرمانے لگیں: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا:

«هذا شيء كتبه الله على بنات آدم»❶

''یہ تو ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے مقدر میں لکھ دی ہے۔''

لہٰذا عورت کو یہی لائق ہے کہ وہ اللہ کے لکھے ہوئے پر صبر کرے اور اس پر ثواب کی امید رکھے، اور ہاں اگر اس پر بوجہ حیض روزے اور نماز کا دروازہ بند ہے تو الحمد للہ ذکر کا دروازہ تو اس کے لیے کھلا ہے، لہٰذا وہ اللہ کا ذکر کرے اور اس کی تسبیح بیان کرے، صدقہ کرے، لوگوں کے ساتھ اپنے قول و عمل کے ذریعہ حسن سلوک کرے، اور یہ اس کے لیے افضل اعمال ہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 237)

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [294] صحيح مسلم [1211/120]

99- عورت اشراق کے بعد نماز فجر ادا کرنے کے لیے بیدار ہوئی تو اس نے اپنے کپڑوں پر خون حیض دیکھا

اس پر لازم ہے کہ وہ نماز فجر کی قضا کرے، کیونکہ اس صورت حال میں اصل یہ ہے کہ نماز کے وقت خون حیض نہیں نکلا، اور جب اصل خون کا عدم خروج ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو حیض آنے سے پہلے کا جو وقت ہے اس کو عدم خروج پر ہی محمول کیا جائے، لیکن مجھے یہ سن کر انتہائی افسوس ہوا ہے کہ میری یہ سوال کرنے والی بہن نماز فجر کے لیے طلوع آفتاب کے بعد بیدار ہوئی، جبکہ انسان پر واجب یہ ہے کہ وہ اس طرح کی کوتاہیوں کے حوالے سے اپنے آپ کو محتاط رکھے اور ایسے ضروری وسائل کو استعمال میں لائے جن کے ذریعہ وہ بیدار ہو کر بروقت نماز ادا کر سکے۔ واللہ الموفق۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 152)

100- طہر کے بعد آنے والے زردی مائل مٹیالے رنگ کے خون کا حکم

حیض کے متعلق عورتوں کے اشکالات اور پریشانیاں ایک ایسے سمندر کی طرح ہیں جس کا کوئی ساحل اور کنارہ نہ ہو، ان اشکالات کے اسباب میں سے ایک اہم سبب مانع حمل اور مانع حیض گولیوں کا استعمال ہے جبکہ اس سے پہلے لوگ اس طرح کے اشکالات سے واقف نہیں تھے، یہ بات صحیح ہے کہ جب سے عورتوں کا وجود ہے تب سے اشکال بھی موجود ہے، لیکن ان اشکالات کی ایسی کثرت ہے کہ جس کی مشکلات کے حل میں انسان حیران و ششدر ہو کر کھڑا ہو جائے، یہ کثرت قابل افسوس ہے۔

بہر حال اس مسئلہ میں عام قاعدہ یہ ہے کہ جب عورت پاک ہو اور حیض میں یقینی طہارت دیکھ لے، حیض میں یقینی طہارت دیکھنے سے میری مراد یہ ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر رکھی ہوئی روئی کو سفید دیکھے اور وہ اس سفید پانی کی وجہ سے سفید ہوئی ہے جس کو عموماً عورتیں پہچانتی ہیں، تو اس طرح کی پاکی حاصل ہوجانے کے بعد جو مٹیالے رنگ کا پانی یا زردی مائل پانی یا ان پانیوں کے داغ دھبے یا کوئی اور رطوبت کا داغ ہو تو یہ تمام چیزیں حیض نہیں ہوتی ہیں اور نہ ہی وہ عورت کو نماز ادا کرنے، روزہ رکھنے اور خاوند کو مجامعت کی اجازت دینے سے روکیں گی کیونکہ مذکورہ اشیاء حیض نہیں ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« کنا لا نعد الصفرة والکدرة شیئاً »[1]

''ہم زردی مائل اور مٹیالے رنگ کے پانی کو کچھ شمار نہیں کرتی تھیں۔''

اس روایت کو بخاری نے بیان کیا ہے اور ابو داود نے یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں: "بعد الطھر" یعنی حیض سے پاک ہونے کے بعد اس قسم کے پانیوں کو ہم کسی خاطر میں نہیں لاتی تھیں۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ یقینی طور پر حیض سے پاک ہوجانے کے بعد اس قسم کی جو چیزیں بھی رونما ہوتی ہیں وہ عورت کی پاکی کے لیے نقصان دہ نہیں ہیں اور نہ ہی یہ اشیاء عورت کو اس کی نماز، اس کے روزے اور اس کے خاوند کے اس سے جماع کرنے سے روکیں گی۔ لیکن عورت طہارت دیکھنے سے پہلے جلدی نہ کیا کرے، کیونکہ بعض عورتوں کو جب خون حیض ذرا ہلکا ہوتا ہے تو وہ مکمل طہارت دیکھنے سے پہلے غسل کرنے کی جلدی کرتی ہیں، اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویاں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی خون آلود روئی بھیجتی تھیں تو

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [320] سنن أبي داود، رقم الحدیث [307]

عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے کہا کرتی تھیں: ''تم سفید روئی دیکھنے سے پہلے غسل کر کے پاک ہونے کی جلدی نہ کرو۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 235)

101- عورت کو خون حیض سے دو دن قبل آنے والے زرد رنگ کے سیال مادے کا حکم

عورت کو حیض سے پہلے بہنے والا یہ سیال مادہ اگر زرد رنگ کا ہو تو یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:

«کنا لا نعد الصفرة والکدرة بعد الطهر شيئاً»[1]

''ہم عورتیں حیض سے پاکی حاصل کر لینے کے بعد زردی مائل مٹیالے رنگ کے پانی اور مادے کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں۔''

پس جب یہ زرد رنگ کا سیال مادہ حیض سے پہلے آتا آتا حیض سے جدا ہو جائے تو یہ کسی شمار میں نہیں ہے لیکن جب عورت یہ جانتی ہو کہ یہ زرد سیال مادہ حیض کا پیش خیمہ ہے تو وہ پاک ہونے تک نماز روزے سے بیٹھی رہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 233)

102- ایک عورت مہینے کے آغاز میں حائضہ ہوا کرتی تھی پھر وہ مہینے کے آخر پر حیض دیکھنے لگی

جب عورت کی ماہواری کی عادت اپنے وقت سے مؤخر ہو جائے مثلاً اس کی عادت مہینے کے شروع میں حائضہ ہونے کی تھی تو وہ جب مہینے کے آخر پر خون حیض دیکھے تو صحیح اور درست بات یہ ہے کہ جب بھی وہ خون حیض دیکھے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [307]

گی وہ حائضہ تصور ہوگی اور جب اس خون سے پاک ہوجائے گی تو وہ پاک شمار ہوگی۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 229)

103- ایک عورت کو مہینے کے آخر پر حیض آتا تھا پھر اس نے مہینے کے آغاز میں خون حیض دیکھا

جب عورت کی عادت ماہواری اپنے معمول کے وقت سے مقدم ہوجائے مثلاً اس کی عادت مہینے کے آخر میں حیض آنے کی ہوتو وہ مہینے کے آغاز میں خون حیض دیکھے، ایسی صورت میں وہ حائضہ ہی تصور ہوگی جیسا کہ اس کا حکم ابھی گزرا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 228)

104- جب عورت کو عادت کے مطابق ماہواری آئے تو وہ نماز ادا کرنے سے رک جائے

حیض جب بھی آئے وہ حیض ہی ہوتا ہے خواہ اس کے اور سابقہ حیض کے درمیان والی مدت لمبی ہو یا چھوٹی، پس جب عورت کو حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہوجائے اور پانچ یا چھ یا دس دن کے بعد اسے دوبارہ ماہواری کا خون آجائے تو وہ نماز ادا کرنے سے رک جائے کیونکہ یہ آنے والا حیض کا خون ہے، اور وہ ہمیشہ کے لیے ایسے ہی کرتی رہے، جب بھی وہ پاک ہو پھر حیض آجائے تو اس پر نماز روزے سے بیٹھے رہنا واجب ہوگا، لیکن جب اسے مسلسل خون آتا رہے یا بالکل معمولی سا وقفہ ہوتو یہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہوگا، اس صورت میں عورت صرف اپنی حیض کی معروف عادت کے مطابق ہی نماز روزے سے توقف کرے گی۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 230)

105- عورت کے غسل حیض کے متصل بعد اترنے والے خون کا حکم

اگر حیض سے طہارت کے بعد اترنے والا یہ خون زردی مائل مٹیالے رنگ کا ہے تو یہ کچھ شمار نہیں ہو گا بلکہ اس کا حکم پیشاب والا حکم ہے۔ لیکن اگر وہ واضح خون ہے تو وہ خون حیض تصور ہوگا اور تمھیں اس کے بند ہونے کے بعد غسل کا اعادہ کرنا ہوگا کیونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات میں سے ہیں، فرماتی ہیں:

«كنا لا نعد الصفرة والكدرة بعد الطهر شيئاً»[1]

''ہم عورتیں حیض سے پاکی کے بعد زردی مائل مٹیالے رنگ کے پانی اور مادے کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 214/10)

106- ایک عورت کو ہر ماہ کے آغاز میں چھ دن خون حیض آتا تھا پھر اسے یہ خون مسلسل آنے لگا

یہ عورت، جس کو ہر ماہ کے ابتدائی چھ دنوں میں خون حیض آیا کرتا تھا پھر اس پر یہ خون اس طرح مسلط ہوا کہ وہ اسے مسلسل آنے لگا، اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی سابقہ معلوم مدت حیض میں بیٹھی رہے یعنی وہ ہر ماہ کے ابتدائی چھ دن بیٹھی رہے، ان ایام میں اس کے لیے خون حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور جو خون اس کے علاوہ ہوگا وہ استحاضہ کا خون شمار ہوگا، لہٰذا وہ چھ دن حیض کے گزرنے کے بعد غسل کرے اور نماز ادا کرنا شروع کر دے اور چھ دن کے بعد آنے والے خون کی پرواہ نہ کرے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [307]

کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یقیناً مجھے اتنا استحاضہ آتا ہے کہ میں کبھی پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز ترک کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا، إن ذلك عرق ولكن دعي الصلاة قدر الأيام التي كنت تحيضين فيها، ثم اغتسلي وصلي»[1]

''نہیں (نماز نہ چھوڑ) یہ خون تو ایک رگ کے پھٹنے کی وجہ سے آتا ہے، بلکہ تم صرف اتنے ایام کی نماز ادا نہ کرو جتنے دن تمھیں حیض آیا کرتا تھا پھر ان ایام کے گزر جانے کے بعد غسل کرو اور نماز ادا کرو۔''

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے، اور مسلم میں ہے:

«أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأم حبيبة: امكثي قدر ما كانت تحبسك حيضتك، ثم اغتسلي وصلي»[2]

بے شک نبی ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا: ''تم (نماز روزہ وغیرہ سے) اتنے دن ٹھہرو جتنے دن تمھیں تمھارا حیض روکتا ہے، پھر غسل کرو اور نماز ادا کرو۔'' (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 231)

107- خونِ حیض کا معروف عادت سے بڑھ جانا

سوال ایک عورت کی عادت دس دن حیض آنے کی ہے، ماہ رمضان میں یہ عادت چودہ دن تک پہنچ گئی اور اس دوران وہ پاک نہ ہوئی، اس سے کالا یا زردی مائل خون نکلنا شروع ہوگیا اور وہ اس حالت پر آٹھ دن تک باقی رہی مگر ان آٹھ دنوں میں وہ روزہ رکھتی رہی اور نماز ادا کرتی رہی۔ کیا ان ایام کی نمازیں اور روزہ درست ہوئے اور اس پر کیا واجب ہے؟

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [325]

[2] صحيح مسلم [334/65]

جواب حیض کا معاملہ عورتوں کے ہاں واضح ہے اور وہ اس کو مردوں سے زیادہ بہتر انداز میں جانتی ہیں، پس جب یہ عورت، جس کا حیض ایام عادت سے زیادہ آیا، جانتی ہو کہ وہ خون حیض کی معروف صفت کے مطابق آیا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ حیض کی حالت میں باقی رہتے ہوئے نماز ادا کرے اور نہ روزہ رکھے، الا یہ کہ جب خون مہینے کے اکثر دنوں تک جاری رہے تو ایسی صورت میں اس خون کو استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا اور اس کے بعد وہ اپنی ماہواری کے مقررہ ایام کے علاوہ نماز اور روزہ وغیرہ نہیں چھوڑے گی۔

اس قاعدہ کی بنا پر ہم اس مذکورہ عورت سے کہتے ہیں کہ وہ ایام جن میں پاک ہونے کے بعد اس نے روزے رکھے ہیں پھر اس نے بدلہ ہوا اور متغیر خون دیکھا جس کے متعلق وہ جانتی ہے کہ وہ حیض کا خون نہیں ہے، بلکہ وہ زردی مائل یا مٹیالے رنگ یا کبھی کالے رنگ کا خون ہوتا ہے جو حیض شمار نہیں کیا جاتا، ایسے خون کے دوران جو روزے اس نے رکھے ہیں، وہ صحیح اور درست ہیں اور اسی طرح اس کی نمازیں بھی اس پر حرام نہیں ہیں۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 232)

108- عورت کے لیے دوران حیض یا نفاس ایسی ادویات کے استعمال کا حکم جو خون کو بند کر دیں

جب عورت ایسی گولیاں یا ٹیکے استعمال کرے جن سے خون بند ہو جاتا ہے اور واقعتاً اس کا خون بند بھی ہو جائے اور وہ غسل کر لے پس وہ وہی کام سر انجام دے جو پاک عورتیں سر انجام دیا کرتی ہیں، اور اس کی نمازیں اور روزے درست ہوں گے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 213/10)

109- میں نے حیض آور ادویات کا استعمال کیا اور نماز ادا کرنا چھوڑ دی

جب عورت حیض آور اسباب اختیار کرے اور واقعتاً اسے خون جاری ہوجائے تو وہ نماز ادا نہیں کرے گی کیونکہ جب خون حیض پایا جائے گا تو اس کے احکام بھی جاری ہوں گے، جیسے اگر عورت مانع حیض گولیاں استعمال کرے اور اس کے حیض کی بندش ہوجائے تو وہ نمازیں ادا کرے گی اور روزے رکھے گی اور روزے قضا نہیں کرے گی کیونکہ وہ حائضہ نہیں ہے، پس حیض کا حکم اس کی علت کے ساتھ مربوط ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى﴾ [البقرة: 222]

''اور تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے: وہ ایک طرح کی گندگی ہے۔''

پس جب یہ (حیض کی) گندگی پائی جائے گی تو حیض کا حکم ثابت ہوگا اور جب یہ گندگی نہ پائی جائے گی تو حیض کا حکم نہیں لگے گا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ و الرسائل: 219)

110- دوران حیض عورت کے لیے جائز اور ممنوع عبادات

دوران حیض عورت پر جو عبادات ممنوع ہیں وہ نماز اور اسی طرح روزہ ہے جس پر علمائے رحمہم اللہ کا اجماع ہے، ایسے عورت کے لیے حالت حیض میں اعتکاف شروع کرنا بھی ممنوع ہے، کیونکہ وہ ایسی حالت میں ان لوگوں میں سے نہیں ہے کہ جن کو مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت ہو، برخلاف اس کے کہ وہ دوران اعتکاف حائضہ ہوجائے۔

اسی طرح اس عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے، اور جمہور اہل علم کے نزدیک اس کا طواف کرنا بھی جائز نہیں ہے، رہا اس کا سعی کرنا، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنا اور جمرات کو کنکریاں مارنا تو یہ جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز اس کے لیے تسبیح، تکبیر، تہلیل (لا إلٰہ إلا اللہ پڑھنا) نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور تلاوتِ قرآن کیے بغیر دعوت إلی اللہ کی خاطر گفتگو کرنا جائز ہے۔

رہا اس کا قرآن کی تلاوت کرنا تو اس میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے اور ان کے اس سلسلہ میں دو قول ہیں، ان میں سے صحیح قول جواز کا ہے، یعنی حائضہ کے لیے تلاوت قرآن جائز ہے کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح اور واضح حدیث نہیں ہے جو حائضہ کو تلاوت قرآن سے روکتی ہو جبکہ اس میں اصل جواز ہے، ہاں اتنی بات ہے کہ وہ اس میں علما کے اختلاف کے پیش نظر صرف ضرورت کے تحت ہی قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 13/123)

111- اس عورت کی نماز اور روزے کی کیفیت جس کو مسلسل تیز خون بہتا رہے

اس طرح کی عورت، جس کو مسلسل خون آتا رہے، کا حکم یہ ہے کہ وہ اس مسلسل خون آنے کی بیماری سے پہلے کی اپنی معروف عادت حیض کے ایام میں نماز روزے سے بیٹھی رہے، مثلاً اگر اس کی عادت یہ تھی کہ اس کو ہر ماہ کے آغاز میں چھ دن حیض آیا کرتا تھا تو اب وہ ہر مہینے کی ابتدا میں چھ دن تک بیٹھی رہے، نہ نماز ادا کرے اور نہ ہی روزہ رکھے اور جب یہ مدت ختم ہو جائے تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے اور روزہ رکھے۔

یہ اور اس جیسی دیگر عورتوں کی کیفیت نماز کچھ یوں ہوگی کہ وہ مکمل طور پر اپنی شرمگاہ کو خوب دھوئے اور اس پر کپڑا (لنگوٹ وغیرہ) باندھ لے اور وضو کرے، یہ کام اس وقت کرے جب فرض نماز کا وقت شروع ہو چکا ہو، فرض نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے یہ کام ہرگز نہ کرے بلکہ دخول وقت کے بعد ایسا کرے اور پھر نماز ادا کرے۔ ایسے ہی جب فرض نمازوں کے اوقات کے علاوہ نوافل ادا کرنا چاہے تو مذکورہ طریقے سے استنجا اور وضو کا عمل دہرائے۔ اس صورت حال میں بوجہ مشقت اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو عصر کی نماز کے ساتھ جمع کر لے یا عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے ساتھ اور نماز مغرب کو نماز عشا کے ساتھ جمع کر لے یا نماز عشاء کو نماز مغرب کے ساتھ، یعنی اس کا استنجا اور وضو کرنے کا عمل ایک دفعہ ظہر اور عصر کی دو نمازوں کے لیے اور ایک دفعہ مغرب وعشاء کی دو نمازوں کے لیے اور ایک دفعہ فجر کی نماز کے لیے ہو جائے گا اور وہ ہر نماز کے ساتھ یہ عمل پانچ دفعہ کرنے کی بجائے تین دفعہ مذکورہ طریقے سے کرے گی۔ واللہ الموفق۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 257)

112- جو عورت نماز عصر کے وقت میں حیض سے پاک ہو اس پر نماز ظہر و عصر ادا کرنا واجب ہوگا

جب عورت عصر کے وقت میں خون حیض یا خون نفاس سے پاک ہو تو علما کے دو قولوں میں سے صحیح قول کے مطابق اس پر ظہر و عصر کی دونوں نمازیں ادا کرنا واجب ہوگا کیونکہ معذور جیسے مریض اور مسافر کے حق میں ان دونوں نمازوں کا وقت ایک ہے۔ حائضہ اور نفاس والی عورت بھی اپنے طہر کے مؤخر ہونے کی وجہ سے معذورہ ہی ہے، ایسے ہی جب مذکورہ عورت عشاء کے وقت

میں پاک ہو تو اس پر مذکورہ سبب کی وجہ سے مغرب اور عشا کی نماز ادا کرنا واجب ہوگا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا بھی یہی فتویٰ ہے۔
(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 217/10)

113- مدت حیض کے دوران مصحف کو چھوئے بغیر اس کی تلاوت کرنا

عورت ایسا کر سکتی ہے کیونکہ یہ ایک حاجت اور ضرورت ہے اور حائضہ کے بوقت ضرورت قرآن پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ کوئی ایسی صحیح اور واضح حدیث موجود نہیں ہے جو حائضہ کو قرآن کی تلاوت کرنے سے روکتی ہو، لہٰذا جب حائضہ قرآن مجید حفظ کرنے یا کروانے یا دن یا رات کے وقت معمول کا ورد اور وظیفہ کرنے جیسی ضرورت کے تحت قرآن مجید کی تلاوت کرے تو اس کے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر اس کو مذکورہ ضرورتوں میں سے کوئی ضرورت نہ ہو تو اس مسئلہ میں اکثر علماء کے اختلاف کے پیش نظر اس کا قرآن مجید نہ پڑھنا ہی اولیٰ اور بہتر ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 22/123)

114- حیض ختم ہونے کے دس دن بعد آنے والا مٹیالے رنگ کا خون حیض شمار نہ ہوگا

ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

«كنا لا نعد الصفرة والكدرة بعد الطهر شيئاً»[1]

''ہم عورتیں حیض سے پاکی حاصل کر لینے کے بعد زردی مائل مٹیالے رنگ کے پانی اور مادے کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں۔''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [307]

اور حیض کا خون وہ معروف خون ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایک طرح کی گندگی ہے جو خون بھی اس کے علاوہ ہوگا، جیسے زردی مائل، مٹیالے رنگ کا اور مسلسل بہنے والا سرخ خون، وہ کسی رگ کے پھٹنے کی وجہ سے نکلنے والا خون شمار ہوگا، جبکہ خون حیض کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں۔ ان میں ایک علامت یہ ہے کہ اکثر عورتیں خون حیض کے آنے سے پہلے کمر وغیرہ میں درد محسوس کرتی ہیں اور پھر یہ کہ خون حیض کی ایک خاص بدبو ہے جو دوسرے خونوں میں نہیں ہوتی۔ نیز حیض کا خون غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے، مزید یہ کہ دور حاضر کے بعض اطباء اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ عام خون کے برخلاف یہ منجمد نہیں ہوتا، عام خون جم جاتا ہے لیکن خون حیض جما نہیں کرتا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2/123)

استحاضہ

115- استحاضہ کا معنی

اہل علم کے نزدیک استحاضہ یہ ہے کہ عورت کو اکثر ایام میں یا کُل ایام میں مسلسل خون آتا رہے، اور استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ اگر استحاضہ والی عورت کی استحاضہ لاحق ہونے سے پہلے حیض آنے کی کوئی صحیح اور معمول کی عادت تھی تو وہ اپنی اس عادت کے ایام میں نماز و روزے سے بیٹھی رہے گی، پھر یہ ایام گزار لینے کے بعد وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور روزے رکھے گی لیکن بوقت نماز وہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے گی، وہ اس طرح کہ وہ کسی بھی نماز کے لیے اس کا وقت شروع ہونے سے پہلے وضو نہ کرے اور جب نماز کا وقت شروع ہوجائے تو وہ اپنی شرمگاہ کو دھو کر حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے لنگوٹ وغیرہ باندھ لے، پھر اعضاءِ وضو کو دھوتے ہوئے وضو مکمل کرے، پھر وہ اس نماز کا وقت ختم ہونے تک جتنی چاہے فرض اور نفل نمازیں ادا کر لے، اور اگر استحاضہ سے پہلے اس کی کوئی مخصوص عادت نہ تھی یعنی اس کو جب خون آنا شروع ہوا تب سے استحاضہ آرہا ہوتو وہ خونِ حیض کی پہچان کی طرف رجوع کرے گی۔

اور حیض کی پہچان یہ ہے کہ خونِ حیض کالا، گاڑھا اور بدبودار ہوتا ہے جبکہ استحاضہ کا خون اس کے برعکس صفات پر مشتمل ہوتا ہے، لہٰذا جب تک عورت کو مذکورہ صفات پر خون حیض جاری رہے وہ نماز و روزہ سے بیٹھی رہے اور جب

اس قسم کا خون آنا بند ہوجائے تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دے اور نماز ادا کرنے سے بیٹھی نہ رہے اور نماز ادا کرنے کے لیے وہی طریقہ کار اختیار کرے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔ دور جدید کے بعض اطباء اور ڈاکٹروں نے خون حیض کی پہچان کے لیے ایک علامت یہ بھی بیان کی ہے کہ خون استحاضہ کے برخلاف جب خون حیض نکلتا ہے تو یہ جمتا نہیں ہے، اگر تو یہ دعویٰ صحیح ہے تو خون حیض کو پہچاننے کے مذکورہ تین طریقوں میں اس طریقے کا بھی اضافہ کرلیا جائے گا اور اس طرح خون حیض اور خون استحاضہ کے درمیان چار چیزوں میں فرق ہوجائے گا۔

جب خون حیض کے حوالے سے عورت کی کوئی معروف سابقہ عادت ہو اور نہ ہی خون حیض اور خون استحاضہ کی تمیز ہی ہو سکے بلکہ اسے ہمیشہ ایک طرح کا ہی خون آتا رہے تو وہ اکثر عورتوں کے ہاں جو حیض کے غالب ایام ہیں اتنے دن وہ نماز و روزہ سے بیٹھی رہے گی جو کہ چھ یا سات دن ہیں، اور وہ اس مدت کا آغاز اس اول مدت سے کرے گی جس میں اس کو حیض شروع ہوا تھا یا جس مدت میں اس کو استحاضہ آنا شروع ہوا تھا۔

بالفرض اگر اسے خون حیض کی ابتدا نصف مہینے سے ہوئی تو وہ ہر مہینے کے نصف سے چھ یا سات دن بیٹھی رہے اور اس کے بعد غسل کر کے پہلے بیان شدہ طریقہ کے مطابق نماز ادا کیا کرے گی، یہ ہے حکم اس عورت کا جس کو استحاضہ کی بیماری ہے۔

لیکن جس عورت کو وقفے کے ساتھ خون حیض آتا ہو یعنی اسے ایک دن خون آتا ہو اور ایک دن وہ پاک رہے تو فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس مسئلہ میں مشہور موقف یہ ہے کہ جو عورت ایک دن خون اور ایک دن پاکی دیکھے تو یقیناً وہ

پا کی ہے اور یہ خون خون حیض شمار ہوگا جب تک وہ خون حیض کی اکثر مدت سے، جو کہ پندرہ دن ہے، تجاوز نہ کرے، پس اگر وہ پندرہ دن سے متجاوز ہوجائے گا تو وہ خون استحاضہ کا خون تصور ہوگا۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 4/123)

116- استحاضہ والی عورت کے احوال

استحاضہ والی عورت کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت: اگر استحاضہ والی عورت کو استحاضہ کی بیماری لاحق ہونے سے پہلے حیض کے ایام معلوم ہوں تو وہ اپنی سابقہ معلوم مدت حیض کی طرف رجوع کرے گی اور اس مدت میں بیٹھی رہے گی، اور اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے اور جو خون اس خون حیض کے سوا ہوگا وہ استحاضہ کا خون ہے اور اس پر استحاضہ کے احکام لاگو ہوں گے۔

اس کی مثال: ایک عورت کو ہر مہینے کے آغاز میں چھ دن خون حیض آتا تھا، پھر اس کو استحاضہ کی بیماری لگ گئی اور اس کو مسلسل خون آنے لگا تو ایسی عورت کا مہینے کے ابتدائی چھ دنوں میں آنے والا خون حیض شمار ہوگا اور جو خون اس کے علاوہ ہوگا وہ استحاضہ تصور ہوگا۔ اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس طرح استحاضہ آتا ہے کہ میں کبھی اس سے پاک نہیں ہوتی تو میں نماز ترک کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا، إن ذلك عرق ولكن دعي الصلاة قدر الأيام التي كنت تحيضين فيها، ثم اغتسلي وصلي»[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [325]

''نہیں (نماز نہ چھوڑ) یہ خون تو ایک رگ کے پھٹنے کی وجہ سے آتا ہے، بلکہ تم صرف اتنے ایام کی نماز ادا نہ کرو جتنے دن تمھیں حیض آیا کرتا تھا پھر ان ایام کے گزر جانے کے بعد غسل کرو اور نماز ادا کرو۔''

اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کہا:

« امكثي قدر ما كانت تحبسك حيضتك، ثم اغتسلي وصلي »[1]

''اتنی مدت رکی رہو جتنی مدت تمھارا حیض تمھیں روکتا تھا، پھر غسل کرو اور نماز ادا کرو۔''

پس اس بنا پر وہ مستحاضہ جس کو اپنے حیض کے ایام معلوم ہیں وہ اپنے حیض کے ایام میں نماز و روزہ سے بیٹھے اور یہ ایام گزر جانے پر غسل کرے، نماز ادا کرے اور تب اس خون کی، جو بعد میں آتا رہے، پرواہ نہ کرے۔

دوسری حالت: یہ کہ مستحاضہ کو استحاضہ لاحق ہونے سے پہلے حیض کے ایام معلوم نہ ہوں، وہ اس طرح کہ جب سے اسے خون حیض آنے لگا ہے تب سے اس کو ساتھ استحاضہ شروع ہو جائے تو یہ عورت خون حیض اور خون استحاضہ میں تمیز کرے، چنانچہ اس کا خونِ حیض وہ ہوگا جو کالے رنگ کا یا گاڑھا یا بدبودار ہو، اس خون پر حیض کے احکام لاگو ہوں گے اور جو خون اس کے سوا ہوگا وہ استحاضہ شمار ہوگا اور اس پر استحاضہ کے احکام جاری ہوں گے۔

اس کی مثال: ایک عورت نے جب سب سے پہلے خون دیکھا تو اس وقت سے لے کر اس کو مسلسل خون جاری رہا، لیکن وہ دیکھتی ہے کہ دس دن یہ خون کالا ہوتا ہے اور مہینے کے باقی ایام میں سرخ ہوتا ہے یا دس دن گاڑھا خون

[1] صحیح مسلم [334/65]

آتا ہے اور باقی دنوں میں پتلا خون جاری رہتا ہے، یا دس دن کے خون کی بدبو حیض کے خون کی سی بدبو ہوتی ہے مہینے کے باقی ایام میں خون کی بدبو نہیں ہوتی ہے تو پہلی مثال میں اس کا خون حیض کالے رنگ کا ہوگا اور دوسری مثال میں گاڑھا اور تیسری مثال میں بدبودار ہوگا، اور جو خون اس کے علاوہ ہوگا وہ استحاضہ تصور ہوگا، کیونکہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو حکم دیا:

« إذا كان دم الحيضة فإنه أسود يعرف، فإذا كان ذلك فأمسكي عن الصلاة فإذا كان الآخر فتوضئي وصلي فإنما هو عرق »[1]

''جب تمھیں حیض کا خون آئے جو کالے رنگ کا ہوتا ہے اور پہچانا جاتا ہے، پس جب اس طرح کا خون ہو تو تم نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا اس کے علاوہ کوئی خون ہو تو تم وضو کرو اور نماز ادا کرو کیونکہ وہ دوسرا خون رگ (کا خون) ہے۔''

اس روایت کو ابو داود اور نسائی نے بیان کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، اگرچہ اس حدیث کی سند اور متن محل نظر ہے، پھر بھی اہل علم نے اس کو قابل عمل مانا ہے۔ لہٰذا مستحاضہ کو اکثر عورتوں کی عادت کی طرف لوٹانے کی بجائے اس حدیث پر عمل کرنا اولیٰ اور بہتر ہے۔

تیسری حالت: یہ ہے کہ نہ تو عورت کو ایامِ حیض معلوم ہوں اور نہ حیض و استحاضہ کے درمیان کوئی واضح تمیز و فرق ہو سکے، وہ اس طرح کہ اس کو حیض کی ابتداء سے ہی استحاضہ شروع ہو جائے اور خون بھی ہمیشہ ایک ہی صفت پر جاری رہے اور ایسی مختلف صفات سے خون آئے جس کا خونِ حیض ہونا ممکن نہ ہو تو یہ

[1] حسن. سنن أبي داود، رقم الحديث [304] سنن النسائي، برقم [215]

عورت اکثر عورتوں کی عادت کے مطابق عمل کرے گی یعنی اس کا حیض ہر مہینے چھ یا سات دن شمار ہوگا۔ وہ اس اول مدت سے اس کی ابتداء کرے گی جب اسے پہلی مرتبہ خون آیا تھا اور حیض کے یہ چھ یا سات دن گزارنے کے بعد دوسرا خون استحاضہ کا خون شمار ہوگا۔

اس کی مثال: عورت مہینے کے پانچویں دن خون دیکھے، پھر اس کو خون آتا ہی رہے اور خون حیض کی معقول تمیز نہ کر سکے نہ اس کے رنگ کے ذریعہ اور نہ ہی کسی اور علامت کے ساتھ تو اس کا حیض ہر مہینے چھ یا سات دن ہوگا جس کی ابتدا وہ ہر مہینے کے پانچویں دن سے کرے گی۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بہت زیادہ استحاضہ آتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ اس نے تو مجھے نماز اور روزے سے روک رکھا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أنعت لك، الكرسف ـوهو القطنـ تضعينه على الفرج، فإنه يذهب الدم»

''میں تمھیں (اس سے بچنے کے لیے) روئی کا استعمال بتاتا ہوں کہ تم اپنی شرمگاہ پر اس روئی کو رکھ لیا کرو پھر وہ روئی خون کو اپنے اندر جذب کر لیا کرے گی۔''

انھوں نے عرض کیا: وہ اس سے زیادہ ہے (کہ روئی میں جذب ہو سکے) تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إنما هذا ركضة من ركضات الشيطان فتحيضي ستة أيام أو سبعة في علم الله تعالىٰ، ثم اغتسلي حتى إذا رأيت أنك قد طهرت واستنقيت فصلي أربعاً وعشرين أو ثلاثا

وعشرين ليلة وأيامها وصومي ﴾❶

''یہ تو صرف شیطان کے چونکوں میں سے ایک چونکہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قانون کے مطابق تم چھ یا سات دن حائضہ ہوتی ہو۔ پھر اس کے بعد جب تم دیکھو کہ تم پاک صاف ہوگئی ہو تو تم غسل کرو اور چوبیس یا تئیس دنوں اور راتوں کی نمازیں ادا کرو اور روزے رکھو۔''

اس حدیث کو احمد، ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے، اور امام احمد سے بھی منقول ہے کہ انھوں نے اس کو صحیح کہا ہے جبکہ امام بخاری سے مروی ہے کہ انھوں نے اس کو حسن کہا ہے۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

﴿ ستة أيام أو سبعة ﴾ ''چھ یا سات دن۔''

اس میں لفظ ''أوْ'' اختیار کے لیے نہیں ہے کہ عورت چھ دن یا سات دن حیض شمار کر لے بلکہ یہ اجتہاد کے لیے ہے، چنانچہ ایسی عورت غور وفکر کرے گی کہ اس کی جسمانی خلقت کس عورت سے مشابہ ہے اور اس کی ہم عمر عورت کونسی ہے اور اس کے رحم کی کیفیت کس عورت سے مشابہت رکھتی ہے یا کس عورت کا خون حیض اس کے خون سے مشابہت رکھتا ہے اور اس جیسے دیگر اعتبارات کے پیش نظر اگر وہ چھ دنوں والی عورت کے مشابہ ہیں تو وہ اپنا حیض چھ دن شمار کرے اور اگر وہ سات دنوں والی عورت سے مشابہ ہے تو یہ اپنا حیض سات دن تصور کرے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 240/11)

---

❶ **حسن**. سنن أبي داود، رقم الحديث [287] سنن الترمذي، رقم الحديث [128] مسند أحمد [436/6]

117-اس عورت کا حال جو مستحاضہ سے مشابہت رکھتی ہے

بعض اوقات عورت کے لیے کوئی ایسا سبب بن جاتا ہے جو اس کی شرمگاہ سے تیز خون کے بہاؤ کا باعث بنتا ہے جیسے رحم یا اس کے ساتھ کسی اور عضو کا آپریشن ہونا، اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جب یہ معلوم ہو کہ آپریشن کے بعد حیض کا آنا ممکن نہیں ہے مثلاً آپریشن اس طرح کا ہو کہ اس سے مکمل رحم کو ہی نکال دیا جائے یا اس کو اس طرح بند کر دیا جائے کہ اس سے خون نہ نکلے تو اس عورت کے لیے استحاضہ والی عورت جیسے احکام ثابت نہیں ہوں گے، اس عورت کا حکم اس عورت کا سا حکم ہوگا جس کو حیض سے پاکی کے بعد زردی مائل یا مٹیالے رنگ کا خون یا رطوبت آتی ہو، چنانچہ وہ نماز چھوڑے گی اور نہ ہی روزہ ، اور نہ ہی اس سے جماع کرنا ہی ممنوع ہوگا اور نہ ہی اس خون سے غسل واجب ہوتا ہے، لیکن اس پر بوقت نماز اس خون کو دھونا لازم ہے۔

نیز اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پٹی (لنگوٹ) وغیرہ باندھ لے تاکہ اس سے خون باہر نہ پھیلنے پائے، پھر وہ نماز کے لیے وضو کرے مگر وضو تب کرے جب نماز کا وقت شروع ہو جائے بشرطیکہ اس نماز کا کوئی خاص وقت ہو جیسے پانچ نمازیں ہیں، اور اگر اس نماز کا کوئی خاص وقت نہ ہو تو جب بھی وہ نماز ادا کرنے کا ارادہ کرے تو وضو کرے جیسے مطلق نفل ہیں۔

دوسری قسم: جب اس کے آپریشن کے بعد اس کے حیض کا بند ہو جانا معلوم نہ ہو بلکہ اس کا حائضہ ہونا ممکن ہو تو اس عورت کا حکم مستحاضہ والا حکم ہوگا اس کی دلیل آپ ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو فاطمہ بنت ابی حبیش کو فرمایا:

«إنما ذلك عرق وليس بالحيضة فإذا أقبلت الحيضة فاتركي الصلاة»
''یہ تو صرف ایک رگ ہے اور حیض نہیں ہے، پس جب حیض آئے تو نماز ترک کر دو۔''

آپ ﷺ کا یہ قول: «فإذا أقبلت الحيضة» ''پس جب حیض آئے۔'' اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ مستحاضہ ہونے کا حکم اس عورت پر لگتا ہے جس کو حیض کا آنا جانا ممکن ہو، لیکن جس عورت کو حیض آنا ممکن نہ ہو تو اس کا خون ہر حال میں رگ کا خون شمار ہوگا (استحاضہ نہ ہوگا)۔''
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 241/11)

118- مستحاضہ اور پاک عورتوں کے درمیان فرق

مستحاضہ اور پاک عورتوں میں صرف مندرجہ ذیل چیزوں میں فرق ہے:

پہلی: مستحاضہ پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا واجب ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش کو کہا تھا:

«توضئي لكل صلاة»[1] ''ہر نماز کے لیے وضو کرو۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ وقتی نماز کے لیے اس کا وقت شروع ہونے سے پہلے وضو نہ کرے، لیکن جب وقتی نماز نہ ہو تو جب بھی وہ اسے ادا کرنے کا ارادہ کرے وہ وضو کر کے نماز ادا کر لے۔

دوسری: جب مستحاضہ وضو کرنے کا ارادہ کرے تو وہ خون کے نشانات دھوئے اور شرمگاہ پر روئی وغیرہ رکھ کر پٹی باندھ لے تاکہ خون پھیلنے سے رکا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [228]

رہے، کیونکہ نبی ﷺ نے حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو کہا تھا:

《أنعت لك الكرسف فإنه يذهب الدم》

''میں تمھیں روئی استعمال کرنے کا مشورہ دیتا ہوں کیونکہ اس سے خون پھیلنے سے رکا رہے گا۔''

حمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس خون کا بہاؤ اس سے زیادہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

《فاتخذي ثوباً》 ''(اس روئی کے ساتھ) کپڑا رکھ لو۔''

انھوں نے عرض کیا: وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

《فتلجمي》 ''پس تم لنگوٹ باندھ لو۔''

اور اس کے بعد نکلنے والا خون عورت کے لیے نقصان دہ نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو کہا تھا:

《اجتنبي الصلاة أيام حيضتك ثم اغتسلي وتوضئي لكل صلاة ثم صلي، وإن قطر الدم على الحصير》[1]

''اپنے ایام حیض میں نماز سے اجتناب کرو، پھر غسلِ حیض کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کر کے نماز ادا کرو اگرچہ خون (استحاضہ) چٹائی پر ٹپکتا رہے۔''

تیسری چیز جماع ہے۔ علما رحمہم اللہ کا اس کے جواز کے متعلق اس صورت میں اختلاف ہے جب انسان کو جماع ترک کرنے کے نتیجے میں گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہو، جبکہ درست بات یہ ہے کہ مستحاضہ سے جماع کرنا مطلق طور پر جائز ہے کیونکہ بہت سی عورتیں، جن کی تعداد دس یا اس سے بھی متجاوز ہے، نبی ﷺ کے دور میں استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں تو اللہ تعالیٰ نے اور

[1] صحیح. سنن النسائي، رقم الحديث [170] سنن ابن ماجه، برقم [624]

اس کے رسول ﷺ نے ان سے جماع کو ممنوع قرار نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ﴾ [البقرة: 222]

''سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو۔''

اس بات کی دلیل ہے کہ سوائے حیض کے عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنا واجب نہیں ہے، نیز اس لیے بھی کہ جب استحاضہ والی عورت کا نماز ادا کرنا جائز ہے تو جماع تو اس سے ہلکا معاملہ ہے۔ مستحاضہ سے جماع کو حائضہ کے جماع پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں، حتیٰ کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جو ان سے جماع کی حرمت کے قائل ہیں، برابر نہیں ہیں، لہٰذا مستحاضہ کو حائضہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 243/11)

حمل اور نفاس کے احکام و مسائل

119- نفاس کی تعریف

نفاس: وہ خون جس کو ولادت کے نتیجے میں رحم باہر نکالتا ہے، خواہ ولادت کے ساتھ ہو یا ولادت کے بعد یا ولادت سے دو یا تین دن پہلے بشرطیکہ ساتھ دردزہ بھی ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''عورت دردزہ کے شروع ہونے کے وقت جو خون دیکھتی ہے وہ نفاس کا خون ہی تصور ہوگا۔'' اور انھوں نے اس خون کو دو یا تین کی مدت کے ساتھ محدود نہیں کیا ہے اور دردزہ سے ان کی مراد وہ درد ہے جس کے بعد ولادت ہوتی ہے، اگر اس درد کے بعد ولادت نہ ہو تو اس درد کے ساتھ آنے والا خون نفاس کا خون شمار نہیں ہوگا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 244/11)

120- خون نفاس کا چالیس دنوں سے پہلے بند ہو جانا

کم سے کم مدتِ نفاس کی کوئی تعیین اور حد نہیں ہے بلکہ بعض عورتیں تو ولادت کے بعد بالکل خون نہیں دیکھتی، اور بعض عورتوں کا خون ایک یا دو یا تین دن کے بعد بند ہو جاتا ہے، لہٰذا جب خون نفاس بند ہو جائے اور عورت طہر کی کوئی نشانی دیکھ لے تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے اور روزے رکھے اور اپنے

خاوند کے لیے حلال ہوجائے۔

اگر چالیس دن مکمل ہونے سے پہلے دوبارہ خون جاری ہوجائے تو وہ نماز ادا کرنے اور روزہ رکھنے سے نہ رُکے، لیکن اگر خون چالیس دن مکمل ہونے سے پہلے بند ہوکر دوبارہ شروع ہو اور اس نے اس دوران رمضان کے روزے رکھے ہوں تو وہ احتیاطاً روزوں کی قضا کرے، اگر خون چالیس دن کے بعد بھی آتا رہے اور ہو بھی وہ خون نفاس کی طرح اور وہ اس سے پہلے کسی وقت بند بھی نہ ہو تو وہ نفاس کا خون ہی تصور ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 16/16)

121- جو عورت خون نفاس کے بند ہونے کے بعد دوبارہ خون دیکھے

جب نفاس والی عورت کو نفاس سے پاک ہونے کے دس دن بعد خون کے دھبے لگیں تو اگر وہ دھبے اس کی عادت حیض کے ساتھ مشابہ نہ ہوں تو وہ نماز ترک کرے اور نہ ہی روزہ، کیونکہ یہ فاسد خون ہے اور اس پر لازم ہے کہ خون کے دھبے لگنے والے ایام میں جو اس نے نمازیں چھوڑی ہیں ان کی قضا کرے۔ (اللجنة الدائمة: 13160)

122- بوقت ضرورت مانع حمل گولیوں کا استعمال

سوائے انتہائی ضرورت کے بلا وجہ مانع حمل گولیوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اس کی ضرورت یہ ہے کہ اطباء یہ فیصلہ دیں کہ حمل کا ٹھہرنا عورت کی موت کا سبب بنے گا، لیکن حمل کو مؤخر کرنے یعنی اس میں مناسب وقفہ پیدا کرنے کے لیے ان گولیوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ عورت کو اس وقفے کی انتہائی ضرورت ہو، مثلاً جب عورت کی صحت پے در پے اور قریب قریب

حمل کو برداشت نہ کرتی ہو، یا نیا حمل اس بچے کے لیے ضرر رساں ہو جس کو وہ پہلے سے دودھ پلا رہی ہے، اور یہ گولیاں بھی ایسی ہوں کہ ان سے حمل میں صرف وقفہ ہوتا ہو، ایسی نہ ہوں کہ ان سے حمل کا سلسلہ مستقل طور پر بند ہو جائے تو ایسی گولیاں بقدر ضرورت استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز ان گولیوں کو ایک ماہر ڈاکٹر کے ساتھ مشورہ کے بعد استعمال کیا جائے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 452)

123- حاملہ کو آنے والا سرخ یا زردی مائل خون

حاملہ کو آنے والے عام یا زردی مائل خون کا کوئی ضرر و نقصان نہیں ہے کیونکہ وہ خون نہ تو خون حیض ہے اور نہ خون نفاس، ہاں اگر یہ خون ولادت کے وقت نکلے یا ولادت سے ایک یا دو دن پہلے دردِ زہ کے ساتھ نکلے تو ایسی صورت حال میں نکلنے والا خون خونِ نفاس شمار ہوگا، اور اسی طرح حمل کے آغاز سے جاری رہنے والا خون ہے۔ بعض عورتوں کی عادت یہ ہے کہ شروع حمل سے ہی ان کی عادت حیض تبدیل نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی طبیعت اور عادت کے مطابق بدستور خون جاری رہتا ہے تو اس حاملہ عورت کا یہ خون خونِ حیض تصور ہوگا۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 432)

124- حمل ساقط کروانا اور اس کا کفارہ

① اسقاط حمل جائز نہیں ہے لہٰذا جب حمل قرار پا جائے تو اس کی حفاظت کرنا واجب ہے اور اس حمل کی وجہ سے ضرر اور تنگی محسوس کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ حمل بھی ایک امانت ہے جو اللہ نے اس کے رحم میں رکھی ہے اور اس

حمل کا بھی حق ہے، لہٰذا اس کے ساتھ بدسلوکی کرنا یا ضرر پہنچانا یا اس کو ضائع کرنا جائز نہیں ہے، اور اس معاملے میں ڈاکٹر کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے جس میں ڈاکٹر کے قول کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے جبکہ شرعی دلائل حمل کے ناکام بنانے اور ساقط کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں، رہا اس عورت کا بغیر آپریشن کے بچہ پیدا نہ کرنا تو یہ حمل ساقط کرنے کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتا، کیونکہ کتنی ہی وہ عورتیں ہیں جو بغیر آپریشن کے بچہ پیدا نہیں کرتیں، لہٰذا یہ اسقاط حمل کے لیے معقول عذر نہیں ہے، اور پھر یہ کہ ڈاکٹر بھی تو ایک انسان ہے جس سے غلطی اور درستگی دونوں چیزوں کا احتمال موجود ہے لہٰذا اس پر کلی اعتماد جائز نہیں ہے۔

2 عورت کا اسقاط حمل کے کفارے کا سوال، تو جب حمل میں روح پھونکی جا چکی ہو اور بچہ حرکت کرنے لگا ہو پھر اس عورت نے اس کو ضائع کر دیا اور وہ مر گیا تو وہ ایک جان کو قتل کرنے والی تصور ہوگی، لہٰذا اس پر ایک گردن آزاد کرنے کا کفارہ لازم ہوگا، اور اگر وہ غلام آزاد نہ کر سکتی ہو تو اللہ سے یہ گناہ معاف کروانے کے لیے دو مہینے مسلسل روزے رکھے اور یہ کفارہ اس صورت میں ہے جب حمل پر چار ماہ گزر چکے ہوں کیونکہ اس وقت اس میں روح پھونک دی جاتی ہے، تو جب وہ اس کے بعد حمل ضائع کرے تو اس پر کفارہ واجب ہوگا جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے، یہ معاملہ انتہائی سنگین ہے لہٰذا اس میں کسی قسم کا تساہل برتنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر عورت

کسی بیماری کی وجہ سے حمل کو برداشت نہ کرسکتی ہوتو اس پر لازم ہے کہ وہ حمل ٹھہرنے سے پہلے مانع حمل ادویات کا استعمال کرے، وہ اس طرح کہ وہ ایسی گولیاں استعمال کرے جو اس سے اتنی مدت کے لیے حمل کو مؤخر کردے گا تاوقتیکہ اس کی صحت اورقوت بحال ہوجائے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 423)

نماز، اذان اور اقامت

125- عورتوں کے لیے اذان و اقامت کی مشروعیت

عورت کے لیے اپنی نماز کے لیے اذان یا اقامت کہنا مشروع نہیں ہے، یہ اذان و اقامت مردوں کی شان سے ہے، رہی عورتیں تو ان کے لیے اذان اور اقامت کہنا جائز و مشروع نہیں ہے بلکہ وہ بغیر اذان و اقامت کے نماز ادا کریں گی، البتہ ان پر وقت کی پابندی کرنا، خشوع و خضوع کرنا اور نماز میں عبث اور فضول حرکتوں سے پرہیز کرنا مردوں کی طرح فرض ہے، لہٰذا عورت پر لازم ہے کہ وہ نماز میں خشوع و خضوع کرے، اپنی نگاہ اپنے سجدے والی جگہ پر رکھے، ہاتھوں وغیرہ سے فضول حرکتیں کرنے سے بچے، ایک مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہی لائق ہے کہ وہ اس طریقے سے نماز ادا کرے۔ واللہ الموفق

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ و المقالات: 357/10)

126- عورت کے لیے نماز کی اقامت کہنے کا حکم

جب عورت اپنے گھر میں نماز ادا کر رہی ہو تو اس کے لیے نماز کی اقامت کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر وہ نماز کی اقامت نہیں کہے گی تو بھی اس پر کوئی حرج نہیں ہوگا کیونکہ نماز کی اقامت کہنا صرف مردوں کی جماعت کے لیے واجب ہے، حتیٰ کہ جب مرد اکیلا نماز ادا کرے گا تو اس پر اقامت کہنا واجب نہیں ہوگا لیکن اگر وہ اقامت کہہ لے تو افضل ہے اور اگر اقامت نہ کہے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 79)

نماز کا طریقہ

127- نماز شروع کرنے سے قبل مخصوص الفاظ بول کر نیت کرنا

اس قسم کی نیت کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہے کیونکہ اس طرح نیت کرنا نبی ﷺ سے منقول ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے، لہٰذا اس قسم کی نیت کا ترک کرنا واجب ہے اور ویسے بھی نیت کا محل اور جگہ دل ہے لہٰذا نیت کرتے وقت مخصوص الفاظ بولنے کی مطلق طور پر ضرورت نہیں ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 424/10)

128- نماز کا طریقہ

نمازی کے لیے لازم ہے کہ وہ بڑے سکون اور وقار کے ساتھ اور اللہ عزوجل کی تعظیم کرتے ہوئے نماز کے لیے کھڑا ہو اور بڑے احسن اور کمال طریقے سے اس کی تیاری کا اہتمام کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف: 31]

''ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔''

اور کامل طہارت حاصل کرنے کے لیے مسواک کا بھی استعمال کرے، پھر طہارت مکمل کرنے کے بعد قبلہ رو کھڑا ہوجائے اور ''اللہ اکبر'' (اللہ سب سے بڑا ہے) کہے، اسے تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے جس کے ساتھ وہ نماز میں داخل

ہوگا اور جس کے بغیر نماز درست نہیں ہے، لہٰذا وہ ''اللہ اکبر'' کہے اور اس کے بعد دعا استفتاح (نماز شروع کرنے) کی دعا پڑھے، چنانچہ نماز کا استفتاح کرنے کے لیے اس کے سامنے دوقسم کی دعائیں ہیں، پہلی یہ ہے کہ وہ پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقّٰى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلجِ وَالْبَرَدِ»❶

''اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان یوں دوری ڈال دے جیسے تونے مشرق ومغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے یوں صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے یوں صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھ سے میرے گناہ پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھوڈال۔''

اور وہ دوسری دعا یہ پڑھے:

« سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ»❷

''پاک ہے تو اے اللہ! اور اپنی تعریف کے ساتھ اور بابرکت ہے تیرا نام اور بلند ہے تیری شان اور تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔''

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [744] صحيح مسلم [598/147]

❷ **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [766] سنن الترمذي، برقم [243]

نمازی یہ دونوں دعائیں ایک ایک مرتبہ پڑھے کیونکہ ان میں ہر ایک دعا پڑھنا مسنون ہے، پھر وہ پڑھے:

«أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ»

''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔''

پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کر کے مکمل سورۃ فاتحہ پڑھے اور اس کی ہر ہر آیت پر وقف کرے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بدلے کے دن کا مالک ہے۔ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا، جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔''

پھر اس کے بعد آمین کہے۔ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد فجر کی نماز میں طوال مفصل، مغرب کی نماز میں قصار مفصل اور باقی کی نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل میں سے کوئی صورت پڑھے۔

سورتوں کی مذکورہ تقسیم کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ طوال مفصل سورۃ (ق) سے لے کر (عم) یعنی سورۃ نبا تک کی سورتیں ہیں، قصار مفصل سورۃ (الضحیٰ) سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتیں، اور اوساط مفصل سورۃ نبا سے لے کر سورۃ

(الضحیٰ) تک کی سورتیں ہیں۔ نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنی نمازوں میں اکثر بتائی گئی تفصیل کے مطابق ہی سورتوں کی تلاوت کیا کرے تاہم بعض اوقات مغرب کی نماز میں طوال مفصل سورتوں میں سے کسی سورۃ کی قراءت کرنا بھی سنت سے ثابت ہے۔ نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز میں سورۃ طور اور سورۃ مرسلات (جو کہ طوال مفصل سے ہیں) کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

پھر اس کے بعد نمازی رکوع کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ رکوع جاتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہے اور اپنی پشت کو پھیلا دے اور سر کو بھی پشت کے برابر رکھے نہ نیچے کرے اور نہ ہی اوپر اٹھائے اور اپنے ہاتھ ان کی انگلیوں کو کھولتے ہوئے گھٹنوں پر رکھے اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے جدا رکھے، اور رکوع میں کئی بار یہ تسبیح پڑھے:

﴿ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم﴾

''پاک ہے میرا رب عظمت والا۔''

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کلمات بھی پڑھے:

﴿ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ﴾

''پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اور اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

نیز یہ بھی پڑھے:

﴿ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ ﴾

''بہت پاکیزگی والا، بہت زیادہ مقدس، فرشتوں اور روح (الامین) کا رب۔''

پھر یہ کہتے ہوئے اپنا سر رکوع سے اٹھائے:

﴿ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ﴾

''سن لی اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی۔''

اور جب سیدھا کھڑا ہوتو پھر پڑھے:

«رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلَءَ السَّمَاوَاتِ وَ مِلَءَ الْأَرْضِ وَ مِلَءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلَءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»

''اے ہمارے رب! تیرے لیے ہی تعریف ہے، اتنی جس سے آسمان بھر جائیں اور زمین بھر جائے اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھر جائے اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے وہ بھر جائے اور تعریف اور بزرگی کے لائق! سب سے سچی بات جو بندے نے کہی وہ یہ ہے، جبکہ ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی شان والے کو اس کی شان تیرے ہاں فائدہ نہیں دے سکتی۔''

پھر ''اللّٰه أكبر'' کہتے ہوئے وہ سجدے میں گر پڑے اور سات اعضاء یعنی پیشانی اور اس کے ساتھ ناک، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دونوں پاؤں کے کناروں پر سجدہ کرے، اور دوران سجدہ اپنی کمر کو بلند رکھے اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے جدا رکھے اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور کئی بار یہ پڑھے:

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى»

''پاک ہے میرا رب سب سے بلند۔''

اور یہ بھی پڑھے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ»

''پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اور اپنی تعریف کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

نیز یہ بھی پڑھے:

«سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ»

''بہت پاکیزگی والا، بہت زیادہ مقدس، فرشتوں اور روح (الامین) کا رب۔''

اور سجدے میں کثرت سے دعائیں کرے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ألا وإني نهيت أن أقرأ القرآن راكعاً أو ساجداً، فأما الركوع فعظموا فيه الرب، وأما السجود فأكثروا فيه من الدعاء فقمن أن يستجاب لكم»[1]

''خبردار! مجھے رکوع وسجود کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، پس رکوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم بیان کرو (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم پڑھو) اور سجدے میں کوشش وجستجو سے دعا مانگا کرو کیونکہ یہ اس لائق ہے کہ تمھاری دعا قبول کر لی جائے۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

«أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد»

''بندہ سجدے میں اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔''

پھر وہ "اللّٰہ اکبر" کہتے ہوئے سجدے سے سر اٹھائے اور دو سجدوں کے درمیان ''مفترش'' ہو کر بیٹھ جائے۔ افتراش کا مطلب یہ ہے کہ وہ دائیں پاؤں کو باہر نکالتے ہوئے چوتڑ کے پاس گاڑھے اور بائیں پاؤں کے بطن پر بیٹھے اور

[1] صحیح مسلم [479/207]

اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ کر پڑھے:

«رَبِّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَاجْبُرْنِي وَارْزُقْنِي» ❶

''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، میرے نقصان پورے کر دے اور مجھے رزق عطا فرما۔''

پھر وہ اسی طرح دوسرا سجدہ کرے جس طرح اس نے پہلا سجدہ کیا تھا، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے اور دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کرے جیسے اس نے پہلی رکعت ادا کی دوسری رکعت میں وہ دعائے استفتاح نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ دعا صرف پہلی رکعت میں ہی پڑھی جائے گی، اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے ''أَعُوذُ بَاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمَ'' پڑھے گا یا نہیں؟ تو اس میں علماء کرام رحمہم اللہ کے دو قول ہیں، اگر دوسری میں بھی پڑھے تو اچھا ہے اور اگر چھوڑ دے تو بھی درست ہے پھر صرف سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملا کر پڑھ لے۔

دوسری رکعت قراءت اور رکوع و سجود کے اعتبار سے پہلی رکعت کی نسبت چھوٹی اور ہلکی ہونی چاہیے، پس جب نمازی اس طرح اپنی دوسری رکعت مکمل کر چکے تو وہ اسی طرح مفترش ہو کر تشہد کے لیے بیٹھے، جیسے دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا اور پھر یہ تشہد پڑھے:

«التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ» ❷

---

❶ **صحيح**. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [898]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [6265] صحيح مسلم [402/55]

''تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، سلام ہو تجھ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ بلاشبہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

اگر نماز فجر کی نماز کی طرح دو رکعتیں ہیں تو وہ تشہد مکمل کرنے کے بعد یہ درود پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ . اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»❶

''اے اللہ! (محمد ﷺ) پر درود بھیج اور محمد (ﷺ) کی آل پر جس طرح تونے درود بھیجا ابراہیم (علیہ السلام) پر اور ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔ اے اللہ! (محمد ﷺ) پر برکت نازل فرما اور محمد (ﷺ) کی آل پر جس طرح تونے برکت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) پر اور ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر، بے شک تو تعریف کیا ہوا بزرگ ہے۔''

پھر مکمل درود پڑھنے کے بعد مندرجہ ذیل اور دیگر دعائیں پڑھے:

«أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ»❷

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [3307] صحيح مسلم [406/66]

❷ صحيح مسلم [288/130]

"اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إذا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الآخر فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ من أَرْبَعٍ» [1]

"جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہوئے تو وہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ پکڑے۔" الحدیث

«رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ»

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

پھر اس کے بعد نمازی سلام پھیر دے اور اگر نماز تین رکعتی یا چار رکعتی ہو تو وہ پہلا تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے یعنی پہلے تشہد میں "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه" پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور اس کے بعد (تین رکعتی نماز میں ایک رکعت اور چار رکعتی نماز میں) دو رکعتیں ادا کرے اور ان میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے (اس کے ساتھ کوئی اور سورت ملانے کی ضرورت نہیں) پھر آخری تشہد کے لیے بیٹھ جائے لیکن آخری تشہد میں وہ "متورک" ہو کر بیٹھے یعنی دایاں پاؤں گاڑھے اور بائیں پاؤں کو دائیں پنڈلی کے نیچے سے دائیں جانب باہر نکالے اور مکمل تشہد پڑھے، پھر سلام پھیرے اور فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد کہے:

«أَسْتَغْفِرُ اللّٰه، أَسْتَغْفِرُ اللّٰه، أَسْتَغْفِرُ اللّٰه، اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام»

[1] ....

''میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں، میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں، میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھ سے ہی سلامتی ہے، اے بزرگی اور عزت والے! تو بڑی برکت والا ہے۔''

اور اس کے علاوہ سنت و حدیث سے جو مختلف قسموں کے اذکار ثابت ہیں وہ پڑھے، یہ رہا نماز کا وہ مکمل طریقہ جو نبی ﷺ سے مروی اور ثابت ہے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/133)

129- کیفیتِ نماز میں مرد اور عورت کے درمیان فرق

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں، اور بعض فقہاء نے جو فرق بیان کیا ہے قرآن و سنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ نبی ﷺ کا یہ فرمان:

«صلوا كما رأيتموني أصلي»[1]

''ویسے نماز ادا کرو جیسے تم نے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

کیفیت نماز میں اصل قاعدہ ہے جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے، اور تمام تر شرائع اسلامیہ تمام مردوں اور عورتوں کے لیے عام ہیں الا یہ کہ کسی حکم کے کسی ایک جنس کے ساتھ خاص ہونے کی کوئی دلیل مل جائے۔

لہٰذا عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ رکوع، سجدہ، قراءت، سینے پر ہاتھ باندھنے اور نماز کے دیگر کاموں میں ویسے ہی نماز ادا کرے گی جیسے مرد نماز ادا کرتا ہے، یہی افضل طریقہ ہے، اور ایسے ہی عورت مردوں کی طرح رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے اور ایسے ہی وہ سجدے میں دونوں ہاتھ زمین پر کندھوں یا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [631]

کانوں کے برابر رکھے اور ایسے ہی رکوع میں پشت کو سیدھی برابر کرے اور ایسے ہی جو کچھ رکوع و سجود اور رکوع سے اٹھنے کے بعد اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اور دو سجدوں کے درمیان جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ سب کچھ مردوں کی طرح ہی پڑھے تاکہ وہ نبی ﷺ کے اس فرمان پر کاربند ہو:

«صلوا كما رأيتموني أصلي»

''ویسے نماز ادا کرو جیسے تم نے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 80/11)

130- عورت کے دورانِ نماز اپنے بچے کو اٹھانے کا حکم

عورت کے لیے دورانِ نماز اپنی بیٹی کو اٹھا کر کھڑے ہونا جائز ہے خصوصاً جب بچی چیخ و پکار کر رہی ہو کیونکہ ایسی حالت میں دوران نماز ہی اس کو اٹھانا اس کی نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے والا اور اس کے دل کو اپنی بیٹی کے ساتھ مشغول ہونے سے بچانے والا ہے لہٰذا اس کو چیخ و پکار کرتے اور روتے ہوئے ماں کو پریشان کرتے ہوئے چھوڑنے کی بجائے اس کو اٹھا لینا اولیٰ اور بہتر ہے، اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماں اپنی بچی کو روتی ہوئی چھوڑ کر نماز ادا کرتی ہے اور پھر نماز کو اتنی تیزی سے ادا کرتی ہے جس سے اس کی نماز میں نقص اور خلل پیدا ہوجاتا ہے، پھر یہ کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنی نواسی امامہ کو، جس کا باپ ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ ہے، اٹھا کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ چنانچہ بیان ہے کہ آپ ﷺ نماز پڑھاتے اس حال میں کہ آپ ﷺ اس بچی کو اٹھائے ہوئے ہوتے، جب آپ ﷺ قیام کی حالت میں

ہوتے تو اس کو اٹھائے رکھتے اور جب سجدے میں جاتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے۔[1] (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 16/155)

131- بیٹے کے اپنی ماں کی نماز خراب کرنے کی وجہ سے ماں کا دوران نماز اس کو مارنا

1. سوائے حاجت اور ضرورت کے بچوں کو مارنا مناسب نہیں ہے اور بوقت ضرورت میں ان کو اس طرح مارا جائے کہ اس مار کے نتیجے میں ان کو کوئی ایسا زخم نہ لگے جو ان کی ہڈی کو ننگا کر دے۔
2. جب بچہ مار کھائے بغیر چپ نہ ہوتا ہو تو ماں کے لیے اس کو ہلکی پھلکی مار پیٹ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ بچہ اس کی نماز میں تشویش و خلل پیدا نہ کرنے پائے، لیکن مجھے خدشہ اس بات کا ہے کہ جب وہ اس کو مارے گی تو اس کی چیخ و پکار پہلے سے بڑھ جائے گی اور نتیجہ اس کے ارادے کے برعکس نکلے گا، لہٰذا بچے کو چپ کرانے کے لیے ایسے ذرائع استعمال کیے جائیں جو اس کی نماز میں خلل پیدا نہ کریں۔

(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 17/155)

132- عورت کا محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں جہری قراءت کے ساتھ نماز ادا کرنا

نماز خواہ فرض ہو یا نفل، یعنی جہری قراءت والی نماز، عورت کے لیے اس میں جہری قراءت کرنا مستحب ہے بشرطیکہ کوئی ایسا اجنبی مرد اس کی آواز کو نہ سنے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [917]

جس کے اس کی آواز سننے سے کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو، لہٰذا جب وہ کسی ایسی جگہ میں ہو جہاں کوئی اجنبی مرد اس کی قراءت نہ سنتا ہو اور جب وہ رات کی نماز میں ہو تو وہ جہری قراءت کرے الا یہ کہ اس کی قراءت سے کوئی دوسرا کسی تشویش و پریشانی میں مبتلا ہوتا ہو تو یہ مخفی قراءت کرے۔ رہی دن کی نماز تو اس میں وہ سری قراءت کرے کیونکہ دن کی نماز سری ہے۔ نیز اس لیے کہ دن کی نماز میں سنت کی مخالفت ہونے کی وجہ سے جہری قراءت کرنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 80)

133- جوڑوں کے درد میں مبتلا مریضہ، جو سجدہ نہیں کرسکتی، کی نماز کا طریقہ

نبی ﷺ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو کہا:

«صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعدا، فإن لم تستطع فعلیٰ جنب» [1]

''کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، پس اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو بیٹھ کر نماز ادا کرو اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو اپنے پہلو پر (لیٹ کر) نماز ادا کرو۔''

لہٰذا مذکورہ عورت اگر کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کرسکتی تو ہم اس کو کہیں گے: بیٹھ کر نماز ادا کرو، اور وہ قیام کی حالت میں چار زانوں ہو کر بیٹھے جیسا کہ یہ نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، پھر وہ چار زانوں بیٹھے ہوئے ہی اشارہ کرے، رکوع کرے، پھر اگر وہ سجدہ کرسکتی ہو تو سجدہ کرلے ورنہ سر کے ساتھ رکوع کے لیے کیے گئے اشارے سے قدرے زیادہ جھک کر اشارہ کے

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [1117]

ساتھ سجدہ کرے لیکن تکیہ یا اس قسم کی کوئی چیز رکھ کر اس پر سجدہ کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا ناپسندیدگی کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ عمل تکلف سے ہے اور اللہ کے دین میں خوامخواہ کی شدت اور سختی ہے جبکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«هلك المتنطعون، هلك المتنطعون، هلك المتنطعون»[1]

''غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے، تکلف کرنے والے برباد ہوئے، مبالغہ آمیزی کرنے والے تباہ ہوئے۔''

---

[1] صحیح مسلم [2670/7]

اوقاتِ نماز

134- پانچ نمازوں کے اوقات

یقیناً پانچ نمازوں کے اوقات دین اسلام میں معروف ومشہور ہیں جن کو اس امت کے متاخرین نے ان اسلاف سے نقل کیا ہے جنھوں نے یہ اوقات صاحب رسالت عظمی (محمد ﷺ) سے سیکھے ہیں، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ یقیناً پانچ نمازوں کے معلوم ومحدود اوقات مقرر کیے گئے ہیں اور ان اوقات کے بیان میں کئی ایک صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جنھوں نے تمام نمازوں کے اوقات کو کچھ یوں واضح کیا ہے:

ظہر کا وقت: زوال آفتاب سے لے کر ہر ایک چیز کا سایہ اس کی مثل ہونے تک ہے اور اس سائے کی پیمائش اس سائے کے بعد شروع کی جائے گی جو سایہ زوال آفتاب کے وقت موجود ہوتا ہے۔

عصر کا وقت: تب شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ زوال کے سائے کے بعد اس کی مثل ہوجاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل ہوجاتا ہے، عصر کا یہ وقت اختیاری وقت ہے، رہا عصر کا اضطراری وقت تو وہ سورج کے زرد ہونے سے لے کر غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت کے لیے کفایت کرنے والے وقت تک رہتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك

العصر》[1]

''جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت حاصل کر لی تو بلاشبہ اس نے نماز عصر حاصل کر لی۔''

مغرب کا وقت: غروب آفتاب سے لے کر سرخی غائب ہونے تک ہے۔

عشاء کا وقت: سرخی غروب ہونے سے لے کر آدھی رات تک ہے، یہ تو نماز عشا کا اختیاری وقت ہے، اس کا اضطراری وقت آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔

اور فجر کا وقت: فجر صادق کے طلوع سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔

ان اوقات کے بیان میں وارد احادیث درج ذیل ہیں:

(1) ایک حدیث بخاری و مسلم میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے نماز عصر کو کچھ مؤخر کر کے ادا کیا تو عروہ بن زبیر نے ان سے کہا: یقیناً جبریل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی، تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے انھیں کہا: اے عروہ! ذرا ہوش کر کے سمجھو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تو عروہ رحمہ اللہ فرمانے لگے: میں نے بشیر بن اُسود کو سنا فرماتے تھے کہ میں نے ابو مسعود سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

《نزل جبريل فأمني فصليت معه، ثم صليت معه، ثم صليت معه، ثم صليت معه، ثم صليت معه》 يحسب بأصابعه خمس صلوات.[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [579] صحيح مسلم [508/163]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [3221] صحيح مسلم [610/166]

''جبریل علیہ السلام اترے اور میری امامت کرائی تو میں نے ان کی امامت میں نماز ادا کی، پھر میں نے ان کی امامت میں نماز ادا کی، پھر میں نے ان کی امامت میں نماز ادا کی، پھر میں نے ان کی امامت میں نماز ادا کی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کو گنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کی امامت میں ادا کیں۔''

(2) وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کروا کر اوقاتِ نماز کی تفصیلات سمجھائیں۔ اس کو ابو داود، ترمذی، نسائی اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور نسائی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

« عن جابر بن عبد الله أن جبريل أتى النبي صلى الله عليه وسلم يعلمه مواقيت الصلاة فتقدم جبريل و رسول الله صلى الله عليه وسلم خلفه، والناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى الظهر حين زالت الشمس، وأتاه حين كان الظل مثل شخصه، فصنع كما صنع، فتقدم جبريل و رسول الله صلى الله عليه وسلم خلفه، والناس خلف رسول الله صلى الله فصلى العصر، ثم أتاه حين وجبت الشمس فتقدم جبريل ورسول الله صلى الله عليه وسلم خلفه، والناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى المغرب، ثم أتاه حين غاب الشفق، فتقدم جبريل ورسول الله صلى الله عليه وسلم خلفه، والناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى العشاء، ثم أتاه حين، انشقق الفجر فتقدم جبريل ورسول الله صلى الله

عليه وسلم خلفه، والناس خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى الغداة، ثم أتاه اليوم الثاني حيض كان ظل الرجل مثل شخصه فصنع مثلما صنع بالأمس فصلى الظهر، ثم أتاه حين كان ظل الرجل مثل شخصيه فصنع كما صنع بالأمس فصلى العصر، ثم أتاه حين وجبت الشمس فصنع كما صنع بالأمس فصلى المغرب فنمنا ثم قمنا ثم نمنا ثم قمنا، فأتاه فصنع كما صنع بالأمس فصلى العشاء، ثم أتاه حين امتد الفجر، وأصبح والنجوم بادية مشتبكة فصنع كما صنع بالأمس فصلى الغداة ثم قال: ما بين هاتين الصلاتين وقت»[1]

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اوقاتِ نماز کی تعلیم فرمانے کے لیے تشریف لائے، پھر اس مقصد کی تکمیل کے لیے جبریل علیہ السلام امام بن کر آگے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے تھے، اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے، چنانچہ اس طرح جبریل علیہ السلام نے سورج کے ڈھلتے ہی ظہر کی نماز پڑھائی، پھر جبریل علیہ السلام اس وقت حاضر ہوئے جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہوگیا، پھر انھوں نے وہی کچھ کیا جو پہلے کیا تھا، یعنی جبریل علیہ السلام امام بنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے تو اس طرح جبریل علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھائی، پھر غروب آفتاب کے وقت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے، وہ آگے کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان

[1] **صحيح**. سنن النسائي، رقم الحديث [513]

کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو انھوں نے مغرب کی نماز پڑھائی، پھر جبریل علیہ السلام شفق (سرخی) غروب ہونے کے وقت آئے اور آگے کھڑے ہوئے جبکہ رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے تو انھوں نے عشاء کی نماز پڑھائی۔

پھر جبریل علیہ السلام اس وقت حاضر ہوئے جب فجر (صادق) طلوع ہوئی اور امامت کے لیے آگے بڑھے جبکہ رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو اس طرح انھوں نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر دوسرے دن جبریل علیہ السلام اس وقت حاضر ہوئے جب آدمی کا سایہ اس کی مثل ہوگیا۔ پھر انھوں نے وہی کچھ کیا جو کل کیا تھا یعنی جبریل علیہ السلام آگے، رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر جبریل علیہ السلام اس وقت آئے جب آدمی کا سایہ اس کی دو مثل ہوگیا تو انھوں نے گزشتہ کل کی ترتیب سے کھڑے ہو کر عصر کی نماز پڑھائی، پھر غروب آفتاب پر جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کل کی ترتیب پر کھڑے ہو کر مغرب کی نماز پڑھائی، پھر ہم سوئے اور بیدار ہوئے، پھر ہم سوئے اور بیدار ہوئے (تو اس طرح کافی دیر گزرنے کے بعد) جبریل علیہ السلام آئے اور کل کی ترتیب کے مطابق کھڑے ہو کر عشاء کی نماز پڑھائی۔

پھر اس وقت حاضر ہوئے جب فجر کی روشنی پھیل چکی تھی اور ستارے ظاہر اور گنجان تھے تو کل کی ترتیب کے مطابق کھڑے ہو کر صبح کی

نماز پڑھائی اور فرمایا: ان دو دنوں میں پڑھی جانے والی نمازوں کے اوقات کے درمیان میں نماز کا وقت ہے۔''

3. امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وقت الظهر إذا زالت الشمس و كان ظل الرجل كطوله ما لم يحضر العصر، و وقت العصر ما لم تصفر الشمس، و وقت صلاة المغرب مالم يغب الشفق، ووقت صلاة العشاء إلى نصف الليل الأوسط، ووقت صلاة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس»[1]

''ظہر کی نماز کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لے کر آدمی کا سایہ اس کی مثل ہونے اور عصر کا وقت شروع ہونے سے پہلے تک ہے اور عصر کا وقت (ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے ساتھ ختم ہونے سے لے کر) سورج کے زرد ہونے تک ہے اور نماز مغرب کا وقت (غروب آفتاب سے لے کر) شفق (سرخی) غروب ہونے تک ہے اور نماز عشاء کا وقت (شفق غروب ہونے سے لے کر) درمیانی رات کے نصف تک ہے اور نماز صبح کا وقت طلوع فجر (صادق) سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔''

4. امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«من أدرك من الصبح ركعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك

---

[1] صحیح مسلم [612/172]

الصبح، ومن أدرك ركعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك العصر﴾ ❶

''جس نے طلوع آفتاب سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت حاصل کر لی یقیناً اس نے صبح کی نماز حاصل کر لی اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت حاصل کر لی بلاشبہ اس نے عصر کی نماز حاصل کر لی۔''

مذکورہ بیان کردہ نمازوں کے اوقات روئے زمین کے تمام ممالک کے لوگوں کے لیے عام ہیں اور ہر ملک کے لیے اوقات نماز کا حکم وہاں کے زوال آفتاب، غروب آفتاب اور طلوع فجر کے مطابق ہوگا خواہ بیان کردہ اوقات دائمی طور پر یا بعض اوقات ایک دوسرے کے قریب ہوں یا ایک دوسرے سے دور ہوں۔ (اللجنة الدائمة: 1668)

135- نماز کے ممنوعہ اوقات اور ان میں ادائیگی نماز کی ناپسندیدگی کا سبب

1. نماز فجر کے بعد سے لے کر سورج کے ایک نیزے کے برابر یعنی تقریباً ایک میٹر بلند ہونے تک اور یہ سورج کے طلوع ہونے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد ہوتا ہے، اس ممنوع وقت میں ''نماز فجر کے بعد'' سے مراد ہر انسان کی اپنی نماز فجر کی ادائیگی کے بعد سے ممنوع وقت شمار ہوگا۔
2. جب سورج سر پر آجائے، یہ ممنوع وقت سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے۔ یہ وقت دن کے آدھا ہونے پر سورج کے ڈھلنے سے تقریباً دس منٹ پہلے ہوتا ہے۔

❶ صحیح البخاري، رقم الحديث [579] صحیح مسلم [508/163]

3 نمازِ عصر کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک۔ اس میں بھی ہر شخص کی اپنی نمازِ عصر کی ادائیگی مراد ہے، چنانچہ جب انسان عصر کی نماز ادا کر لے تو اس پر غروب آفتاب تک نماز ادا کرنا حرام ہو جائے گا، لیکن اس حرمت سے فرض نمازوں کی ادائیگی مستثنیٰ ہے مثلاً انسان کے ذمہ ایک فرض فوت شدہ نماز کی ادائیگی باقی ہو اور اس کو ان ممنوعہ اوقات میں وہ نماز یاد آئے تو وہ یہ ان اوقات میں نماز ادا کرے گا۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ عمومی ارشاد ہے:

«من نام عن صلاة أو نسيها فليصلها إذا ذكرها»[1]

''جو شخص نماز کے وقت سویا رہ گیا یا نماز پڑھنا بھول گیا تو وہ اسی وقت وہ نماز ادا کرے جب اسے وہ یاد آئے۔''

اور راجح قول کے مطابق ان ممنوعہ اوقات میں سے ہر ایک نفل نماز مستثنیٰ ہے جس کا سبب قائم ہو جائے کیونکہ یہ سببی نماز اپنے سبب کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور یہ نماز اس سبب پر اس طرح اترے گی کہ اس سے اس حکمت کی نفی ہو جائے گی جس حکمت کی وجہ سے اس سے ممانعت پائی گئی ہے، مثلاً: تم نمازِ عصر کے بعد مسجد میں داخل ہوئے تو تم دو رکعتیں ادا کرو گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إذا دخل أحدكم المسجد فلا يجلس حتى يصلي ركعتين»[2]

''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعتیں نہ ادا کر لے۔''

---

[1] صحيح مسلم [684/315]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [444] صحيح مسلم [714/69]

اور ایسے ہی اگر تم نماز فجر کے بعد اور زوال آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہو گے تو تم دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کرو گے، اسی طرح اگر نماز عصر کے بعد سورج گرہن لگ جائے تو نماز کسوف (گرہن کی نماز) ادا کی جائے گی کیونکہ یہ سببی نماز ہے، ایسے ہی اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو اور آیت سجدہ پر سے گزرے تو وہ سجدہ کرے اگرچہ وہ ان ممنوعہ اوقات میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا سبب قائم ہو گیا ہے۔

ان اوقات میں ادائیگی نماز سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ اگر انسان کو ان اوقات میں نوافل ادا کرنے کی اجازت دے دی جائے تو وہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب تک نوافل ادا کرتا رہے گا اور یوں ایسا کر کے وہ ان کفار کی مشابہت اختیار کر لے گا جو سورج کے طلوع ہوتے وقت خوشی سے اس کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس کو سجدہ کرتے ہیں اور اسی طرح اس کے غروب کے وقت اس کو الوداع کرتے ہوئے اس کو سجدہ کرتے ہیں، اور نبی ﷺ نے ہر اس ذریعہ کو بند کرنے کی رغبت دلائی ہے جو شرک کی طرف لے جاتا ہو یا اس کی بنا پر مشرکوں سے مشابہت ہوتی ہو۔

رہا سورج کے سر پر آنے اور ڈھلنے تک کے وقت میں نماز پڑھنے سے منع کرنا تو وہ اس لیے ہے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔[1]

لہٰذا اس وقت بھی ادائیگی نماز سے رک جانا چاہیے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 909)

[1] صحیح مسلم [832/294]

سترہ اور قبلہ رو ہونے کے احکام

136- نماز میں سترہ اور اس کی مقدار کا بیان

نمازی کا، خواہ امام ہو یا منفرد، اپنے آگے سترہ رکھنا سنت ہے، رہا مقتدی تو اس کے امام کا سترہ ہی اس کا سترہ ہوگا خواہ وہ سترہ دیوار ہو یا ستون ہو یا چھڑی ہو جس کو وہ اپنے سامنے زمین میں گاڑھ لے یا اس کو اپنے سامنے لٹا لے یا کوئی بھی بلند چیز چاہے درخت ہو یا پتھر یہ سب سترہ بن سکتے ہیں، اور افضل یہ ہے کہ سترہ پالان کی پچھلی لکڑی کی مقدار میں بلند ہو، لیکن اگر اسے کوئی بلند چیز نہ ملے تو وہ خط ہی کھینچ لے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 57)

137- آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا

وہ آئینہ جس میں اس کے سامنے کھڑے ہونے والے کا عکس دکھائی دیتا ہے اس کو تصویر بنانے والا کیمرہ نہیں کہا جاتا کیونکہ اس میں جو عکس نظر آتا ہے وہ دائمی اور ثابت رہنے والا نہیں ہوتا، لہٰذا جس شخص نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اس کی نماز درست اور صحیح ہے اور اگر وہ اس کے بالکل سامنے ہو اور اپنے آپ کو اس میں دیکھتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی نگاہ کو پست رکھتے ہوئے اس میں دیکھنے سے گریز کرے، بلکہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ نمازی آئینے سے اور ہر اس چیز سے، جو اس کو نماز میں مشغول اور غافل کرنے والی ہو، دور ہو کر نماز ادا کرے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 17/13)

138- بحری جہاز یا ہوائی جہاز میں نماز ادا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی کیفیت

ہوائی جہاز کی سواری کرنے والا اگر اس میں نفل نماز ادا کرنا چاہتا ہو تو وہ جس طرف چاہے منہ کر کے نماز ادا کر لے اس کے لیے قبلہ کی جانب منہ کرنا لازم اور ضروری نہیں ہے، مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو ادائیگی نماز کے لیے قبلہ، جو کہ کعبہ ہے، کی جانب منہ کرے کیونکہ قبلہ کی جانب منہ کرنا نماز کی اہم شرائط میں سے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ [البقرة: 150]

''اور تو جہاں سے نکلے سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں کہیں ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو۔''

صرف عاجزی اور مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے، جیسے کسی شخص کو قبلہ کی مخالفت سمت منہ کر کے مضبوطی سے باندھ دیا گیا ہو اور ایسا مریض جس کے پاس کوئی نہ ہو جو اس کو قبلہ رخ کرے۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو۔''

اور ایسے ہی مسافر اپنے راستے کی جانب نفل ادا کرے چاہے اس کا رخ غیر قبلہ کی جانب ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا ثبوت موجود ہے، لہٰذا صحیح احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے کہ نبی ﷺ اپنی سواری پر نفل نماز ادا کر لیتے تھے اس

کا رخ جدھر بھی ہوتا تھا۔[1]

لیکن افضل یہ ہے کہ وہ احرام کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرے کیونکہ اس کے متعلق حدیث وارد ہوئی ہے۔

رہا وہ شخص جو قبلہ کی جانب منہ کر سکتا ہو تو فرض نماز کی ادائیگی کے لیے اس کو غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، لیکن جو شخص کشتی میں سوار ہو یا ہوائی جہاز میں یا اس طرح کی کسی سواری پر سوار ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ حتی الوسع اللہ سے ڈرتے ہوئے قبلہ رخ ہونے کی امکانی حد تک کوشش کرے اور جیسے جیسے کشتی اور ہوائی جہاز گھومیں یہ بھی گھوم کر قبلہ رخ ہو جائے اور اگر بعض اوقات وہ غیر قبلہ رخ ہونے پر مجبور ہو جائے تو اس کو اس کا کوئی ضرر اور نقصان نہیں ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾

[البقرة: 185]

اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج: 78]

"اور اس (اللہ) نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

"سو اللہ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو۔"

---

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [351]

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم»[1]

''جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم حتی الوسع اس پر عمل کرو۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 211/29)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6858] صحيح مسلم، برقم [1337]

ادائیگی نماز کے لیے عورت کا لباس

139- نماز ادا کرنے کے لیے عورت کے لباس کا حکم

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ساتر (جسم کو ڈھانپنے والا) لباس وہ ہے کہ جس کے پیچھے سے جلد کا رنگ دکھائی نہ دے، رہا جلد کا سایہ یعنی انسان آستینوں کے پیچھے سے اعضا کا سایہ دیکھے تو ایسا لباس ممنوع تو نہیں ہے البتہ اس میں بھی ایک طرح کا نقص اور خرابی پائی جاتی ہے، پس لباس تین قسموں کا ہوتا ہے: ایک تو وہ موٹا لباس ہے جس کے پیچھے سے نہ عضو کا سایہ نظر آئے اور نہ ہی جلد کا رنگ ہی دکھائی دے تو یہ سب سے افضل اور بہتر لباس ہے، اور لباس کی ایک قسم وہ ہے جس سے جلد کا رنگ دکھائی دیتا ہے تو ایسا لباس نہ ساتر ہے اور نہ ہی نماز کے لیے ضروری لباس سے کفایت کرتا ہے، اور لباس کی ایک تیسری قسم ہے جو ان دو قسموں کے درمیان ہے جس سے جلد کا رنگ تو دکھائی نہیں دیتا مگر اس سے اعضاء کا حجم دکھائی دیتا ہے ایسا لباس کفایت تو کر جاتا ہے لیکن ایسا لباس استعمال کرنا لائق اور مناسب نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1/128)

140- عورت کا نقاب اور دستانے پہن کر نماز ادا کرنا

جب عورت اپنے گھر میں نماز ادا کرتی ہو یا ایسی جگہ میں جہاں اس کو محرم رشتہ داروں کے سوا کوئی نہ دیکھ سکے تو اس کے لیے مشروع ہے کہ وہ چہرہ اور

دونوں ہاتھ کھول کر نماز ادا کرے تاکہ پیشانی اور ناک اور ایسے ہی دونوں ہتھیلیاں سجدہ کی جگہ پر بغیر کسی حائل اور رکاوٹ کے لگیں۔

لیکن جب وہ کسی ایسی جگہ نماز ادا کرے جہاں اس کے آس پاس غیر محرم افراد موجود ہوں تو اس کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا ضروری ہے کیونکہ غیر محرموں سے چہرہ چھپانا واجب ہے اور ان کے سامنے اس کا کھولنا جائز نہیں ہے جیسا کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور صحیح نظر وفکر اس پر دلالت کرتی ہے، کوئی عقل مند آدمی اس کا انکار نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی ایماندار آدمی اس کا انکار کرے۔

ہاتھوں میں دستانوں کا پہننا ایک مشروع عمل ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویوں کا ظاہر عمل یہی تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لا تنتقب المحرمة، ولا تلبس القفازين»[1]

''احرام والی عورت نہ نقاب لگائے اور نہ دستانے ہی پہنے۔''

سو یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابیات رضی اللہ عنہن کی عادات میں سے ایک عادت دستانے پہننا بھی تھی، اس بنا پر جب عورت اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز ادا کرے تو اس کے لیے دستانے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، رہا اس کا چہرہ چھپانا تو قیام اور جلوس کی حالت میں وہ اس کو چھپا کر رکھے اور جب وہ سجدہ کرنا چاہے تو وہ چہرہ کھول لے تاکہ پیشانی سجدہ گاہ کے ساتھ چھو جائے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 243/12)

141- ایک حدیث کی وضاحت

سوال نبی ﷺ کے اس فرمان کا مطلب کیا ہے: «لا یقبل اللّٰہ صلاۃ حائض

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1838]

إلا بخمار» [1] ''اللہ تعالیٰ بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں کرتا۔''

جواب مذکورہ حدیث میں موجود لفظ ''حائض'' سے مراد وہ عورت ہے جو حیض آنے کی عمر کو پہنچ چکی ہو اور اس لفظ کا استعمال نبی ﷺ کے اس فرمان کی طرح ہے:

«غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم» [2]

''جمعہ کے دن کا غسل ہر محتلم (یعنی بالغ) پر واجب ہے۔''

اس حدیث میں محتلم سے مراد وہ ہے جو احتلام ہونے کی عمر کو پہنچ چکا ہو، اسی طرح مذکورہ حدیث میں ''حائض'' کا معنی ہے جو عورت بالغہ ہوجائے اور حیض آنے کی عمر کو پہنچ جائے۔ اس کا معنی حائضہ لینا ممکن نہیں ہے کیونکہ حائضہ کے لیے تو نماز پڑھنا جائز ہی نہیں ہے تو پھر حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جونسی عورت حیض کی عمر کو پہنچ کر بالغہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ بغیر دوپٹہ لیے اور سر ڈھانپے اس کی نماز قبول نہیں فرماتے۔ اس حدیث سے علماءِ کرام رحمہم اللہ نے اپنے اس قول پر بھی دلیل پکڑی ہے کہ نماز میں بالغہ عورت کا سارا بدن ڈھانپے جانے کے لائق ہے، سوائے اس کے چہرے کے، وہ نماز میں ڈھانپے جانے کے لائق نہیں ہے، لیکن وہ اس اعتبار سے عورت ہے کہ اس کی طرف دیکھا جائے، چنانچہ عورت پر واجب ہے کہ وہ تمام مردوں سے سوائے اپنے خاوند اور محارم کے اپنا چہرہ چھپائے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 243/12)

142- عورت کا مرد کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا

جب وہ کپڑے جن کو عورت پہن رہی ہے، ایسے کپڑے ہوں جو مردوں

[1] **صحيح.** سنن أبي داود، برقم [641] سنن الترمذي [377] سنن ابن ماجه [655]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [858] صحيح مسلم [846/5]

کے ساتھ خاص ہیں تو ان کپڑوں کا پہننا حرام ہے، خواہ وہ حالت نماز میں پہنے یا حالت نماز کے علاوہ پہنے کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [1]

لہٰذا نہ عورت کے لیے حلال ہے کہ وہ ایسا لباس پہنے جو مردوں کے ساتھ خاص ہے اور نہ مرد کے لیے ہی حلال ہے کہ وہ ایسا لباس زیب تن کرے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔

لیکن ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ خصوصیت صرف رنگ میں ہی نہیں ہے بلکہ رنگ اور وصف دونوں میں ہے، لہٰذا عورت کے لیے ایسا سفید لباس پہننا جائز ہے جس کی ہیئت اور انداز مردوں کے لباس کا سا نہ ہو۔ جب یہ واضح ہوگیا کہ عورت کو وہ لباس پہننا حرام ہے جو مردوں کے ساتھ خاص ہے تو اس کا ایسا لباس پہن کر نماز ادا کرنا درست اور صحیح نہیں ہوگا، یہ موقف ان علمائے کرام رحمہم اللہ کا ہے جو جسم کو چھپانے والے لباس میں یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ وہ لباس مباح اور جائز ہو۔

بہرحال اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض علمائے کرام رحمہم اللہ نے ساتر (جسم کو چھپانے والا) لباس میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مباح اور جائز ہو اور بعض یہ شرط عائد نہیں کرتے ہیں، شرط لگانے والوں کی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ سترِ عورت نماز کی شرطوں میں سے ہے اور شرط کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان چیزوں سے ہو جن کی اللہ نے رخصت اور اجازت دے رکھی ہو، اور اگر اللہ نے اس کو جائز قرار دیتے ہوئے اس کی اجازت نہیں دی تو وہ

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [4097] سنن الترمذي، برقم [2748]

شرعی طور پر ساتر شمار نہیں ہوگا کیونکہ اس میں شریعت کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

رہی ان لوگوں کی دلیل جو گناہ کے ساتھ اس لباس میں نماز کی درستگی کے قائل ہیں تو ان کا کہنا ہے کہ اس لباس سے ستر پوشی تو حاصل ہوگی اور ناجائز لباس کا گناہ ستر پوشی کی حدود سے خارج ہے اور وہ نماز کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ حرام لباس کا پہننا نماز میں اور نماز کے علاوہ دونوں حالتوں میں حرام ہے، بہر حال حرام لباس پہن کر نماز ادا کرنے والا اس خطرے میں مبتلا رہتا ہے کہ اس کی نماز قبول نہ کی جائے بلکہ رد کر دی جائے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 247/12)

143- عورت کا پتلون پہن کر نماز ادا کرنا

ایسا تنگ لباس جو اعضاءِ بدن کو نمایاں کرتا ہو اور عورت کے جسم، اس کے سرین اور اس کے اعضاء کے ابھار کو واضح کرتا ہو، اس کو زیب تن کرنا جائز نہیں ہے۔ تنگ لباس نہ مردوں کو پہننا جائز ہے اور نہ ہی عورتوں کو لیکن عورتوں کا تنگ لباس پہننا زیادہ سنگین ہے کیونکہ ان کا ایسا لباس پہننا فتنے کو زیادہ بڑھکانے والا ہے۔

لیکن جہاں تک نماز کی حدود کا تعلق ہے جب انسان اس طرح کے تنگ لباس سے ہی ستر عورت کر کے نماز ادا کرے تو اپنی حدود میں نماز صحیح اور درست ہوگی کیونکہ اس نے ستر ڈھانپا ہوا ہے لیکن تنگ لباس میں نماز ادا کرنے والا گناہگار ہوگا کیونکہ تنگ لباس کی وجہ سے نماز کے بعض ارکان میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

یہ خرابی ایک اعتبار سے ہے جبکہ دوسرے اعتبار سے تنگ لباس میں نماز ادا کرنے والا فتنے کو دعوت دیتا ہے اور نظروں کو اپنی طرف مائل کرتا ہے، خاص

طور پر جب عورت تنگ لباس پہن کر نماز ادا کرے گی تو فتنہ زیادہ ابھرے گا اور نظریں اس کی طرف متوجہ ہوں گی۔

لٰہذا عورت پر واجب ہے کہ وہ ایسا کھلا اور پورا لباس پہنے جو اس کے سارے جسم کو ڈھانپ دے اور اس کے اعضاءِ جسم میں سے کسی بھی عضو کو نمایاں نہ کرے اور نہ ہی نظریں اس کی طرف مائل ہونے پائیں، اور عورت کا وہ لباس ہلاک اور شفاف نہ ہو بلکہ وہ ایسا ساتر لباس ہو جو عورت کو اس طرح مکمل طور پر ڈھانپ لے کہ اس کے جسم کا کوئی عضو نظر نہ آئے اور وہ اتنا چھوٹا بھی نہ ہو کہ اس کی پنڈلیاں، بازو اور ہتھیلیاں ننگی ہوں۔ نیز عورت اپنا چہرہ غیر محرم مردوں کے سامنے مت ننگا کرے بلکہ وہ اپنے تمام بدن کو ڈھانپ کر رکھے۔ اور عورت کا لباس اتنا شفاف بھی نہیں ہونا چاہیے کہ اس میں سے اس کا جسم جھلکتا ہو اور جلد کا رنگ نظر آتا ہو، کیونکہ ایسا لباس، لباس ساتر (ڈھانپنے اور چھپانے والا) شمار نہیں ہوگا۔

صحیح حدیث میں موجود ہے کہ نبی ﷺ نے امت کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

« صنفان من أمتي لم أرهما: رجال معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مائلات مميلات رؤوسهن كأسنمة البخت لا يجدن رائحة الجنة»[1]

''میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (مگر وہ ظاہر ہوں گی) ایک جماعت ان لوگوں کی جن کے ہاتھ میں گائے کی دم کی طرح (لمبے لمبے) کوڑے ہیں جس کے ساتھ وہ لوگوں کو مارتے ہیں، اور ایک جماعت ان عورتوں کی جو لباس پہننے

---

[1] صحیح مسلم [2128]

کے باوجود (لباس کے چست اور باریک ہونے کی وجہ سے) ننگی محسوس ہوتی ہیں وہ لوگوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔ ان کے سر ایسے ہیں جیسے بختی اونٹنی کی کوہانیں ہوتی ہیں وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گی۔"

حدیث کے لفظ "کَاسِیَاتٌ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ لباس تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن حقیقت میں وہ ننگی ہوں گی کیونکہ یہ لباس ان کے جسم کو ڈھانپ نہیں رہا ہوگا، اس لباس کی شکل تو لباس ہی کی ہوگی لیکن وہ اپنے پیچھے والے اعضا کو چھپا نہیں رہا ہوگا یا اس وجہ سے کہ وہ باریک اور شفاف ہوگا یا اس لیے کہ وہ چھوٹا ہوگا یا اس لیے کہ وہ پورے جسم پر پہنچ نہیں رہا ہوگا، لہٰذا مسلمان عورتوں کو اس طرح کے فحش لباس اور اس کے سنگین نتائج سے خبردار رہنا چاہیے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 456)

144- تنگ لباس میں نماز ادا کرنا

ایسے تنگ لباس میں نماز ادا کرنا جو اتنا موٹا اور دبیز ہو کہ اس سے جلد اور چمڑا نمایاں نہ ہوتا ہو صحیح اور درست ہے لیکن انسان کو لائق نہیں ہے کہ وہ ایسا تنگ لباس زیب تن کرے جس سے اس کے جسم کے ابھار اور نشیب و فراز نمایاں ہوتے ہوں بلکہ مرد ہو یا عورت ان کو ایسا کھلا لباس پہننا چاہیے جس سے بدن کے ابھار اور نشیب و فراز نمایاں نہ ہوتے ہوں، اہل علم رحمہم اللہ سے ثابت ہے کہ وہ ایسا تنگ لباس پہننا ناپسند کرتے ہیں جس سے اعضاءِ بدن نمایاں ہوتے ہوں۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 12/128)

145- نماز میں ستر کا ننگا ہونا

اس کی چند حالتیں ہیں:

① جب انسان قصد و ارادہ کے ساتھ ستر کو ننگا کرے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی، وہ ستر تھوڑا کھلا ہو یا زیادہ، خواہ زیادہ دیر کے لیے کھلا رہے یا تھوڑے وقت کے لیے۔

② جب بغیر ارادے کے معمولی سا ستر کھل جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔

③ اگر ستر غیر ارادی طور پر بہت زیادہ کھلے لیکن تھوڑے وقت کے لیے کھلے، جیسے مثلاً دوران نماز ہوا چل پڑے اور نمازی رکوع میں ہو اور تھوڑی دیر کے لیے اس کا ستر کھل جائے اور وہ فوراً ہی ستر کو چھپا لے تو صحیح بات یہ ہے کہ نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ ستر کھلنے کے بعد اس نے فوراً ہی اس کو ڈھانپ لیا تھا اور اس نے قصداً بھی ستر کو نہیں کھولا تھا۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو۔''

④ جب غیر ارادی طور پر بہت زیادہ ستر کھل جائے اور اس کے کھلنے کا وقت بھی اتنا زیادہ ہو کہ اس کو نماز کے آخر میں اس کا علم ہو، اب چونکہ ستر پوشی کرنا نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے اور مذکورہ صورت میں غالب گمان یہی ہے کہ اس میں اس کی کوتاہی شامل ہے۔ لہٰذا اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 245/12)

باجماعت نماز

146- عورتوں کے حق میں باجماعت نماز کی مشروعیت

عورتوں پر باجماعت نماز ادا کرنا فرض نہیں ہے لیکن اگر وہ باجماعت نماز ادا کریں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک اکیلی نماز ادا کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن جب وہ باجماعت نماز ادا کریں تو ہمیں امید ہے کہ ان کو باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت اور اجر وثواب حاصل ہوگا، خاص طور پر جب عورتوں کو کوئی طالب علم لڑکی میسر آ جائے جو ان کی امامت بھی کرائے اور دیگر مسائل میں ان کی راہنمائی بھی کرے، کیونکہ عورتوں کا نماز کے لیے اکٹھا ہونا نیکی اور تقوے میں تعاون ہے۔ عورتوں کی امامت کروانے والی پہلی صف میں ان کے درمیان کھڑی ہوگی اور جہری نماز میں مردوں کی طرح بلند آواز سے قراءت کرے گی۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 77/12)

147- عورت کے لیے ادائیگی نماز کی خاطر مساجد کی طرف جانے کی شرائط

اس بات کو جان لینا چاہیے کہ جب عورت مسجد وغیرہ جانے کے لیے نکلے تو اس پر واجب ہے کہ وہ مکمل باپردہ ہو کر اور زیب و زینت اور خوشبو لگائے بغیر گھر سے روانہ ہو۔ وہ اس طرح کہ وہ ایسے کپڑے پہنے جو اس کے جسم کو

چھپانے والے ہوں، ایسے کپڑے نہ پہنے جو زیب و زینت کو ظاہر کرتے ہوں اور نہ ہی ان کو خوشبو لگی ہوئی ہو۔ نیز وہ اس دوران ہر اس چیز اور کام سے بچے جو لوگوں کو کسی فتنے میں مبتلا کرے یا وہ اس عورت کو لوگوں کے متعلق فتنے میں مبتلا کرے۔ یہ ہے وہ عام ادب اور انداز جس کو بجا لاتے ہوئے عورت کو مساجد وغیرہ کی طرف جانے کی رخصت ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 211)

148- اس حدیث کا مفہوم: "خَیرُ صُفُوفِ النساءِ آخِرُها." (عورتوں کی صفوں سے بہتر صف سب سے آخری صف ہے)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب عورتیں باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے مردوں کے پیچھے صفیں بنائے ہوئے ہوں تو ان کی سب سے آخری صف افضل صف ہے کیونکہ وہ مردوں سے دور اور محفوظ ہے، لیکن جب عورتیں مردوں سے الگ پردے میں نماز ادا کر رہی ہوں تو ان کے حق میں مردوں کی صفوں کی طرح پہلی صف افضل ہے کیونکہ اس صورت میں اس خرابی کا ازالہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے عورتوں کی آخری صف کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 17900)

149- بیوی کا اپنے شوہر کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا

عورت کے لیے اپنے خاوند کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا مشروع نہیں ہے بلکہ وہ اس کے پیچھے کھڑی ہو کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور ان کی ماں یا ان کی خالہ کو نماز پڑھائی۔ فرماتے ہیں:

«فأقامني عن يمينه وأقام المرأة خلفنا»[1]

''پس آپ ﷺ نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت (ان کی ماں یا خالہ) کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔''

اور اگر عورت کا مرد کے ساتھ صف بنا کر کھڑا ہونا درست ہوتا تو رسول اللہ ﷺ انس رضی اللہ عنہ کی والدہ یا خالہ کو اپنے پیچھے کھڑا کرتے اور اس کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ کو کھڑا کرتے، بہر حال یہ حدیث عورت کے مرد کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 14837)

150- مسجد میں مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ لٹکانا

مسجد میں مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے خاص طور پر جب ضرورت اس کا تقاضا کرتی ہو، ایسی صورت میں عورتوں کا امام اور مقتدیوں کو دیکھنا ان کی نماز میں شریک ہونے کے لیے شرط نہیں ہے، بشرطیکہ وہ مسجد میں ہوں اور امام کی آواز سن رہی ہوں، لیکن بہتر یہ ہے کہ درمیان میں لٹکے ہوئے اس پردے میں کچھ سوراخ ہوں جس سے وہ مقتدیوں کو دیکھ سکیں تا کہ اگر امام کی آواز آنا بند ہو جائے تو ان کے لیے مقتدیوں کو دیکھ کر امام کی اقتداء کرنا ممکن ہو۔ (اللجنة الدائمة: 19175)

151- عورت کے لیے نماز جمعہ کی ادائیگی

عورت پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ وہ مردوں پر واجب ہے، اسی طرح باجماعت نماز ادا کرنا عورت پر نہیں بلکہ مردوں پر واجب ہے، اور سنت یہ ہے کہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [380] صحيح مسلم [688/266]

عورت جمعہ اور غیر جمعہ کی نماز اپنے گھر میں ادا کرے، اور اس کا گھر میں نماز ادا کرنا اس کے لیے بہتر ہے، لیکن اگر وہ لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرے تو یہ اس کی نماز ظہر کی طرف سے کفایت کر جائے گی۔ جب وہ جمعہ کے لیے روانہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم کو چھپا کر، نظر کی حفاظت کرتے ہوئے اور باپردہ ہو کر بغیر خوشبو لگائے نکلے، پس ایسی نیت اور انداز میں اس کا فائدہ کی باتیں سننے، خطبہ سننے اور دیگر مجالس میں شریک ہو کر وعظ سننے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ حجاب و پردہ کا اہتمام کرے اور اپنے جسم کو ڈھانپ کر فتنے سے دور رہنے کی کوشش کرے، اور وہ دوران راہ خوشبو لگائے اور نہ بے پردگی کا مظاہر کرے بلکہ وہ باپردہ اور جسم کو چھپا کر رکھے اور لوگوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بعض عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کیا کرتی تھی، لیکن آپ ﷺ نے ان کو یہ ہدایت کی:

((وليخرجن تفلات))[1] ''وہ خوشبو لگائے بغیر نکلیں۔''

یعنی وہ خوشبو مہکائے بغیر نماز کے لیے نکلیں تاکہ وہ مردوں کو اس خوشبو سے مسحور کر کے کسی فتنے میں مبتلا نہ کر دیں، نیز وہ نکلتے وقت اپنی زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وبيوتهن خير لهن))[2]

''اور ان کے گھر ان (کی نماز) کے لیے بہتر ہیں۔''

لیکن اگر وہ جسم کو ڈھانپ کر باپردہ ہو کر اور پوری توجہ سے، شر اور فتنے کے اسباب سے دور رہتے ہوئے اور خوشبو مہکائے بغیر نماز ادا کرے تو اس میں

---

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [567]

[2] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [567]

کوئی حرج نہیں۔

مذکورہ کلام سے ہم یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ یقیناً عورت پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ اس کی بجائے وہ اپنے گھر میں ظہر کی نماز ادا کرے، لیکن اگر وہ لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کر لے تو اس کا جمعہ ہوجائے گا اور اس کی نماز اسے نماز ظہر سے کفایت کرے گی، جس طرح مریض آدمی پر نماز جمعہ ادا کرنا فرض نہیں ہے وہ صرف نماز ظہر ادا کرے گا لیکن اگر وہ لوگوں کے ساتھ جمعہ ادا کرے تو اس کا جمعہ ہوجائے گا اور اس کی نماز اسے نماز ظہر سے کفایت کر جائے گی اور اسی طرح مملوک غلام پر جمعہ واجب نہیں اس پر تو صرف ظہر کی نماز واجب ہے، اور اگر وہ لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرے گا تو وہ اسے نماز ظہر سے کفایت کرے گی، اور اسی طرح مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرے تو وہ اسے نماز ظہر سے کفایت کرے گی۔ واللہ ولی التوفیق.(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 332/12)

152- عورتوں کا ریڈیو کے ذریعہ نماز جمعہ ادا کرنا

مردوں اور عورتوں کے لیے، خواہ وہ کمزور ہوں یا طاقتور، جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اکیلے یا جماعت کی شکل میں مسجد میں نماز پڑھانے والے امام کی اقتدا میں اپنی نماز کو اس کے ساتھ صرف لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ جوڑتے ہوئے نماز ادا کریں، خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل، نماز جمعہ ہو یا کوئی اور نماز، اور خواہ ان کے گھر امام سے پیچھے ہوں یا آگے، کیونکہ طاقتور صاحب استطاعت مردوں پر فرائض کا مسجدوں میں باجماعت ادا کرنا واجب ہے، اور عورتوں اور کمزور و ناتواں مردوں پر باجماعت نماز ساقط ہے۔ (اللجنة الدائمة: 2437)

عورت کی امامت

153- عورت کا عورتوں کی امامت کرانا

عورتوں کے لیے باجماعت نماز ادا کرنا جائز ہے جبکہ ان میں سے ایک ان کی امامت کرائے اور وہ پہلی صف کے وسط اور درمیان میں کھڑی ہو، اور ان پر صفوں کو درست کر کے ملانا اور خلا پُر کرنا مردوں کی صفوں کی طرح واجب ہے۔ اور ان کے لیے اذان کہنا اور اقامت کہنا ضروری نہیں ہے۔ جب جگہ تنگ ہو یا بعض عورتوں کی نماز رہ جائے تو دوسری جماعت کروانا بھی جائز ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ عورت کے لیے نماز میں اپنے پورے بدن کو ڈھانپنا اور چہرے کو کھلا رکھنا واجب ہے بشرطیکہ وہ اجنبی مردوں کی غیر موجودگی میں نماز ادا کر رہی ہو، اور اگر وہ اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز ادا کر رہی ہو تو اس پر اپنا چہرہ ڈھانپنا بھی واجب ہوگا۔ (اللجنة الدائمة: 18507)

154- عورت کا مردوں کی امامت کرانا

عورت مطلق طور پر مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی کیونکہ حدیث میں ہے:

«لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة»[1]

”وہ قوم ہرگز فلاح و کامیابی نہیں پائے گی جس نے اپنا امر (حکومت) ایک عورت کے سپرد کر دیا۔“

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 1007)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4425]

155- عورت کا بچوں کی امامت کرانا

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ عورت کے لیے مرد کا امام بننا جائز نہیں ہے، خواہ مرد چھوٹی عمر کا ہو یا بڑی عمر کا۔ اس بنا پر اس صورت حال میں جب عورت باجماعت نماز ادا کرنا چاہے تو وہ بچے کو امام بنا لے اور اس کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز ادا کر لے کیونکہ فرض نماز میں بچے کی امامت جائز ہے۔ عمرو بن سلمہ جرمی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حدیث مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا: میرے باپ نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حق لایا ہوں۔ کیونکہ ان کا باپ سن نو ہجری میں وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا تو انھوں نے واپسی پر کہا: میں تمھارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حق بات لے کر آیا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

« إذا حضرت الصلاة فليؤذن لكم أحدكم وليؤمكم أكثركم قرآنا »[1]

"جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھنے والا تمھاری امامت کرائے۔"

کہتے ہیں کہ انھوں نے امام تلاش کیا تو ان کو میرے سوا کوئی زیادہ قرآن پڑھنے والا نہ ملا، لہٰذا انھوں نے مجھے ہی امام بنا کر آگے کر دیا اور میں اس وقت چھ یا سات سال کا تھا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ فرض نماز میں بچے کو امام بنانا جائز ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 1005)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [628] صحيح مسلم [674/292]

عیدین کی نماز

156- نماز عیدین کا حکم

عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں سے ہر ایک کی نماز فرض کفایہ ہے، جبکہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ وہ نماز جمعہ کی طرح فرض عین ہیں، لہٰذا مومن کو ان کا ترک کرنا مناسب اور لائق نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 9555)

157- عورتوں کا نماز عید کی ادائیگی کے لیے نکلنا

عورتوں کے لیے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف جانا سنت ہے۔ بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں وہ فرماتی ہیں:

«أُمِرْنَا ـ وفي رواية اَمَرَنَا، تعني النبي صلى الله عليه وسلم۔ أن نخرج في العيدين العواتق و ذوات الخدور، وأمر الحيض أن يعتزلن مصلى المسلمين»[1]

"ہمیں حکم دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ ہمیں نبی ﷺ نے حکم دیا کہ ہم جوان لڑکیوں اور پردہ نشین عورتوں کو بھی عیدین میں ساتھ لے کر نکلیں، اور آپ ﷺ نے حیض والی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی عیدگاہ سے الگ رہیں۔"

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [324] صحيح مسلم [890/10]

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

«أمرنا أن نخرج، ونخرج العواتق وذوات الخدور»[1]

''آپ ﷺ نے ہمیں عیدگاہ کی طرف نکلنے کا اور جوان لڑکیوں اور پردہ نشین عورتوں کو بھی ساتھ لے کر نکلنے کا حکم دیا۔''

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنواری اور جوان لڑکیوں، پردہ نشین عورتوں اور حیض والی عورتوں کو عیدین میں ساتھ لے کر نکلتے تھے، لیکن حیض والی عورتیں عیدگاہ سے الگ رہتی تھیں، البتہ مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوتی تھیں۔ ان ہی میں سے کسی ایک عورت نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر عورت کے پاس اوڑھنے کو چادر نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فلتعرها أختها من جلابيبها»[2]

''اس کی بہن اپنی چادروں میں سے ایک چادر اس کو ادھار دے دے۔''

اور نسائی کی ایک روایت میں ہے: حفصہ بنت سیرین کہتی ہیں کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتیں: "بأبي" (میں آپ ﷺ پر اپنے باپ سمیت قربان ہو جاؤں) میں نے ان (ام عطیہ رضی اللہ عنہا) سے سوال کیا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو (حیض والی عورتوں کے عیدگاہ کی طرف نکلنے کے متعلق) ایسے ایسے فرماتے ہوئے سنا ہے؟ فرمانے لگیں: ہاں، "بأبي" (میرا باپ آپ پر قربان ہو) آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

«لتخرج العواتق وذوات الخدور والحيض فيشهدن العيد، ودعوة المسلمين، وليعتزل الحيض المصلى»[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [974]

[2] **صحيح.** سنن الترمذي، رقم الحديث [539]

[3] **صحيح.** سنن النسائي، رقم الحديث [1559]

''جوان لڑکیاں، پردہ نشین عورتیں اور حیض والیاں بھی نکلیں اور عید میں اور مسلمانوں کی دعا میں شرکت کریں، البتہ حیض والی عورتیں عیدگاہ سے الگ رہیں۔''

گزشتہ بحث کی بنا پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورتوں کا نماز عیدین کے لیے جانا سنت مؤکدہ ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ عورتیں باپردہ ہوکر عیدگاہ کی طرف نکلیں اور عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے بے پردگی سے اجتناب کریں جیسا کہ دوسرے دلائل سے بھی عورتوں کا باپردہ عیدگاہ کی طرف جانا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 5072)

158- نماز عید میں عورت کا عورتوں کی امامت کرانے کا حکم

میں اس مسئلہ میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، کیونکہ نماز عید مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے مشروع ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے صحراء میں نکلنا سنت ہے لیکن اگر عورتوں کے لیے باہر نکل کر عیدگاہ میں مردوں کے ساتھ نماز عید ادا کرنے کی سہولت میسر نہ ہو اور وہ اپنے گھروں میں ہی تنہا یا باجماعت نماز عید ادا کرلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ ان کو ایسا کرنے میں بہت سا اجر و ثواب ملے گا۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 277/3)

نماز کسوف اور نماز استسقاء

159- نماز کسوف کی ادائیگی کا طریقہ

نماز کسوف عام نماز کی طرح ہی ہے جس کو کامل طہارت کے بغیر ادا کرنا صحیح اور درست نہیں ہے، نیز اس میں نماز کی دیگر شرائط مثلاً نمازی کا مسلمان ہونا، نجاست کو زائل کرنا، ستر پوشی کرنا اور قبلہ رخ ہونا جیسی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ نماز کسوف میں تکبیر تحریمہ، دعاءِ استفتاح (نماز شروع کرتے وقت کی دعا) اور نماز کے دیگر اعمال کا بجالانا بھی ضروری ہے۔

نماز کسوف میں قیام کی حالت میں لمبی قراءت کی جاتی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسوف دن کے وقت ہو تو پہلے جہری طور پر سورۃ فاتحہ کی قراءت کی جاتی ہے، پھر سورۃ بقرہ یا اس جیسی لمبی سورت کی قراءت شروع کی جاتی ہے، پھر رکوع کیا جاتا ہے اور وہ بھی خاصا لمبا ہوتا ہے، پھر رکوع سے سر اٹھا کر دوبارہ سورۃ فاتحہ کی قراءت کر کے اس کے ساتھ پہلے پڑھی جانے والی سورت سے قدرے چھوٹی سورت پڑھی جاتی ہے، پھر پہلے رکوع سے کچھ چھوٹا مگر لمبا رکوع کیا جاتا ہے، پھر رکوع سے سر اٹھا کر یہ پڑھا جاتا ہے: "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد..." "سن لیا اللہ نے جس نے اس کی تعریف کی، اے ہمارے پروردگار! اور تیرے لیے ہی سب تعریف ہے...الخ۔"

پھر دو لمبے سجدے کیے جائیں اور ان کے درمیان بیٹھا جائے، پھر نمازی

کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے اور پہلی رکعت میں پڑھی جانے والی سورت سے قدرے چھوٹی سورت کی تلاوت کرے۔ پھر پہلی رکعت کے دوسرے رکوع سے کچھ چھوٹا رکوع کرے، پھر رکوع سے سر اٹھا کر لمبا قیام کرے اور سورۃ فاتحہ اور پہلی پڑھی جانے والی سورت سے چھوٹی سورت کی قراءت کرے، پھر تیسرے رکوع سے کچھ چھوٹا رکوع کرے، پھر رکوع سے سر اٹھائے (اور اس موقع کی دعا پڑھے) پھر اس طرح دو لمبے مگر پہلی رکعت کے سجدوں سے ہلکے سجدے کرے اور اس طرح وہ دو رکعتیں چار رکوعوں اور چار ہی سجدوں کے ساتھ مکمل کرے گا تو یہ نماز کسوف ادا ہو جائے گی۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 6/67)

160- عورتیں نماز کسوف کہاں ادا کریں؟

عائشہ رضی اللہ عنہا، اسماء رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن نے بیان کیا ہے کہ عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی باجماعت نماز کسوف ادا کی، اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو دیکھا کہ وہ نماز ادا کر رہی ہیں، میں نے دریافت کیا: لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ (بے وقت) نماز ادا کر رہے ہیں؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا، میں نے پوچھا: (کوئی) نشانی (ظاہر ہوئی ہے؟) تو انھوں نے (اشارے سے) کہا: ہاں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف میں اتنا لمبا قیام کرایا کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی، میں نے اپنے پاس ہی پڑے ہوئے پانی کے ایک مشکیزے کو پکڑا اور اپنے سر یا اپنے چہرے پر پانی ڈالنے لگی۔''

اور ایک روایت میں ہے: ''پھر میں ایک عورت کی طرف دیکھنے لگی جو مجھ

سے زیادہ عمر رسیدہ تھی اور ایک دوسری عورت کی طرف جو مجھ سے زیادہ بیمار تھی۔"[1]

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: پھر میں ایک کمزور سی عورت کی طرف متوجہ ہوئی اور (اپنے دل میں) کہنے لگی: "یہ تو مجھ سے بھی زیادہ کمزور ہے۔"[2]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس وقت عورتیں بھی مسجد میں نماز ادا کر رہی تھیں، لیکن اگر عورت کو فتنے کا ڈر ہو یا عورت نوجوان ہو اور اس بات کا خطرہ ہو کہ اس کی وجہ سے مرد فتنے میں مبتلا ہوں گے یا عورت نے خوشبو لگا رکھی ہو تو ایسی حالت میں اس کا مسجد میں آ کر نماز کسوف ادا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے گھر میں ہی نماز ادا کرے، خاص طور پر جب زیادہ عورتیں جمع ہوں اور ان میں کوئی ایسی عورت ہو جو نماز پڑھا سکتی ہو اور احکام شریعت سے خوب واقف ہو تو وہ ان کو باجماعت نماز پڑھائے یا ان کو ہی نماز کسوف ادا کرنے کا طریقہ بتا دے اور وہ اکیلی اکیلی ہی نماز ادا کر لیں۔ واللہ اعلم۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 7/67)

161- نماز استسقاء کا طریقہ

نماز استسقاء کی کیفیت اور طریقہ نماز عید کی طرح ہے، چنانچہ امام شہر کے قریب کسی صحرا میں مسلمانوں کو دو رکعت نماز پڑھائے، پھر نماز کے بعد خطبہ دے جس کی ابتدا عید کے خطبے کی طرح کرے، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کبریائی اور اس کی ثنا بیان کر کے اس کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے دعا و استغفار کرے اور اس سے (نزول بارش کی) مدد طلب کرے، پھر قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر اپنی چادر بدلے اور قبلہ رو ہو کر (اپنی حالت بدلنے کی) اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے

---

[1] صحیح مسلم [906/15]

[2] صحیح مسلم [906/16]

اپنے اور اپنے رب کے درمیان مخفی دعا کرے، اور اسی طرح نماز استسقاء میں شرکت کرنے والے بھی جہاں تک ممکن ہو اپنے لباس، چادر اور جبہ کو بدلیں۔ اور اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے جن چیزوں کو بدلنا ممکن ہو ان کے اوپر والے حصوں کو نیچے اور دائیں والے حصوں کو بائیں کر دیا جائے، یہ ہے نماز استسقاء پڑھنے کا طریقہ اور کیفیت۔

رہی نماز استسقاء پڑھنے کی جگہ تو وہ صحراء ہے جہاں پر عید کی نماز ادا کی جاتی ہے، اگرچہ نماز استسقاء مساجد میں پڑھنی بھی جائز ہے لیکن اس کو صحراء (اور عید گاہ) میں ادا کرنا افضل اور بہتر ہے۔

جہاں تک نماز استسقاء کے وقت کا تعلق ہے تو اس کا وقت وہی ہے جو نماز عید کا وقت ہے یعنی جب سورج ایک نیزے کے برابر بلند ہو جائے تو اس کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج کے آسمان کے درمیان آنے تک باقی رہتا ہے، اور اگر امام خطبہ جمعہ میں ہی اللہ کی جناب میں بارش طلبی کا استغاثہ پیش کر دے اور اس سے یہ دعا کرے کہ وہ مسلمانوں کو بارش سے سیراب کرے تو یہ طریقہ بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے، لہٰذا امام کے لیے نبی ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں بارش طلب کرنا جائز ہے اور نماز استسقاء پڑھے بغیر اور اس کا خطبہ دیے بغیر بارش کی دعا کرنا جائز ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 116)

162- نماز استسقاء میں عورت کا چادر پلٹنا

اگر عورت نماز استسقاء میں چادر پلٹتے ہوئے بے حجاب ہوتی ہو اور مرد حضرات اس کی طرف دیکھتے ہوں تو وہ ایسا نہ کرے، کیونکہ چار پلٹنا سنت ہے

اور مردوں کے سامنے بے حجاب ہونا فتنے کا باعث اور حرام ہے، اور اگر چادر پلٹنے سے وہ بے حجاب نہ ہوتی ہو تو اس کا حکم مردوں کا سا حکم ہے کیونکہ یہی اصل ہے، اور وہ یہ کہ مردوں اور عورتوں کا احکام شریعت میں برابر ہونا، الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل ہو جو ان کے احکام مختلف ہونے پر دلالت کرتی ہو۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 84/13)

نفل نماز

163- نفل نماز اور نفل و فرض نماز میں فرق

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کا ایک انداز یہ ہے کہ اس نے فرائض کی جملہ اقسام میں سے ہر قسم کے فرض کا ایک نفل بھی بنایا ہے، جو اس فرض سے مشابہت رکھتا ہے، چنانچہ نماز کا نفل اس سے مشابہت رکھنے والی نمازیں ہیں، زکوۃ کا نفل اس سے ملتے جلتے صدقات ہیں، روزے کا نفل اس سے مشابہت رکھنے والا روزہ ہے اور ایسے ہی حج ہے، اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اجر وثواب کما سکیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکیں اور فرائض میں پیدا ہونے والے خلل اور نقصان کی تلافی کر سکیں، کیونکہ قیامت کے دن نوافل کے ذریعہ ہی فرائض کی کمی پوری کی جائے گی۔

لہٰذا نفل نمازوں میں سے وہ رواتب سنتیں ہیں جو فرض نمازوں کے تابع ہیں یعنی ان سے پہلے اور بعد میں پڑھی جاتی ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

ظہر سے پہلے دو سلاموں کے ساتھ چار رکعتیں، یہ رکعتیں نماز ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد ادا کی جائیں گی، نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہرگز ادا نہ کی جائیں گی، اور دو رکعتیں ظہر کے بعد تو اس طرح یہ کل چھ رکعتیں ہیں جو ہمیشہ ظہر کی نماز کے ساتھ ادا کی جائیں گی۔

اور رہی عصر کی نماز تو اس کے ساتھ دائمی طور پر پڑھی جانے والی نفل نماز

نہیں ہے، ہاں مغرب کے ساتھ ہمیشہ پڑھے جانے والے نفل ہیں اور وہ ہیں مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اور دو ہی رکعتیں عشاء کے بعد ہیں، اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے۔ نماز فجر سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتوں کے لیے یہ بات خاص ہے کہ ان کی افضلیت اس میں ہے کہ انسان ان کو ہلکی اور خفیف ادا کرے اور ان میں یہ سورتیں تلاوت کرے: ﴿ قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ [الکافرون: 1] پہلی رکعت میں اور ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [الإخلاص: 1] دوسری رکعت میں اور کبھی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کرلے:

﴿ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ...﴾ [البقرة: 136] پہلی رکعت میں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ...﴾ [آل عمران: 64] دوسری رکعت میں تلاوت کرے۔

نیز فجر کی ان دو رکعتوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کو سفر و حضر ہر دو حالتوں میں ادا کیا جائے اور ان رکعتوں کی ادائیگی کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

«ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها»[1]

''نماز فجر کی دو سنتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہیں۔''

نمازوں کی شکل کے نوافل میں سے ایک قسم کے نفل وتر بھی ہیں اور یہ نوافل میں سے بڑی تاکید والے نفل ہیں حتی کہ بعض علماء کرام رحمہم اللہ اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں، چنانچہ وتر کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''من ترك الوتر فهو رجل سوء لا ينبغي أن تقبل له شهادة''

''جس نے وتر چھوڑا وہ برا آدمی ہے اور وہ اس لائق ہے کہ اس کی

[1] صحیح مسلم [725/96]

گواہی قبول نہ کی جائے۔''

اور نماز وتر وہ نماز ہے جس کے ساتھ رات کی نماز کا خاتمہ کیا جاتا ہے، لہٰذا جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھ کر وتر ادا نہ کر پائے گا تو وہ سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لے، اور جو شخص یہ طمع رکھے کہ وہ رات کے پچھلے حصے میں قیام کرے گا تو وہ اپنی نفل نماز، نماز تہجد ختم کرنے کے بعد وتر ادا کرے۔ نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«اجعلو آخر صلوتكم بالليل وترا»[1]

''وتر کو اپنی رات کی آخری نماز بناؤ۔''

اور نماز وتر کی کم سے کم تعداد ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں، اور کمال کے قریب ترین تین رکعتیں ہیں۔ اگر کوئی شخص تین رکعتیں وتر ادا کرے تو اس کو اختیار ہے چاہے ایک تشہد کے ساتھ تین رکعتیں ادا کر لے اور اگر چاہے تو دو رکعتیں ادا کر کے سلام پھیرے، پھر ایک رکعت ادا کرے، اور اگر وہ پانچ رکعتیں وتر ادا کرے تو پانچوں رکعتیں اکٹھی ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ادا کرے اور اگر وہ سات رکعتیں وتر ادا کرے تو اسی طرح ساتوں رکعتیں اکٹھی ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ادا کرے اور اگر نو (۹) رکعتیں وتر ادا کرے تو ان کو مسلسل پڑھتا رہے اور آٹھویں رکعت وتر میں بیٹھ کر تشہد پڑھے، پھر کھڑا ہو کر نویں رکعت ادا کرے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرے تو اس طرح نو رکعت وتر میں دو تشہد اور ایک سلام ہوگا، اور اگر وہ گیارہ رکعتیں وتر ادا کرے تو ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور گیارہویں رکعت اکیلی ادا کرے۔

جب انسان وتر ادا کرنا بھول جائے یا سویا رہنے کی وجہ سے وتر ادا نہ کر

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [998] صحيح مسلم [751/151]

پائے تو دن کے وقت اس کی قضا کرے لیکن دن کے وقت جفت ادا کرے وتر طاق نہ پڑھے، وہ اس طرح کہ اگر اس کی عادت یہ تھی کہ وہ تین رکعتیں وتر پڑھتا تھا تو دن کے وقت چار رکعتیں ادا کرے، اور اگر اس کی عادت پانچ رکعتیں وتر ادا کرنے کی تھی تو دن کے وقت چھ رکعتیں ادا کرے اور اسی طرح سات رکعت وتر پڑھنے والا دن کو آٹھ رکعتیں، نو(۹) رکعتیں وتر پڑھنے والا دن کو دس رکعتیں اور گیارہ رکعتیں پڑھنے والا دن کو بارہ رکعتیں ادا کرے کیونکہ ایسا کرنا صحیح حدیث کے ذریعہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وتر ادا کرنے سے سوئے رہ جاتے یا کسی درد وغیرہ کی وجہ سے وتر نہ پڑھ پاتے تو دن کے وقت بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔[1]

فرض اور نفل نماز میں فرق:

فرض اور نفل نماز میں ایک تو نمایاں فرق یہ ہے کہ نفل نماز دوران سفر سواری پر بیٹھے ہوئے ہی ادا کرنا درست ہے چاہے بلا ضرورت ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ جب انسان سفر میں ہو اور اپنی سواری پر ہی نفل پڑھنا چاہے، خواہ وہ سواری کار ہو یا ہوائی جہاز، اونٹ ہو یا کوئی اور سواری تو وہ نفل نماز اپنی سواری پر ہی جدھر اس کا چہرہ ہو رکوع وسجود اشارے کے ساتھ کرتے ہوئے ادا کر لے کیونکہ نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ سواری پر نفلی نماز ادا کر لیتے تھے۔

فرض اور نفل نماز میں مزید یہ فرق ہے کہ جب انسان فرض نماز شروع کر لے تو سوائے انتہائی ضرورت کے اس کو چھوڑنا حرام ہے، لیکن نفل نماز کسی صحیح غرض کے لیے چھوڑنا جائز ہے لیکن کسی غرض کے بغیر نفل نماز باجماعت ادا کرنا مشروع نہیں ہے سوائے متعین نمازوں کے جیسے نمازِ استسقاء اور نمازِ خوف ہیں، چنانچہ ان کو باجماعت ادا کرنا سنت ہے اور اگر انسان بعض اوقات نفل نماز

[1] صحیح مسلم [746/139]

باجماعت ادا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ بعض راتوں میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نفل نماز باجماعت پڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے، ایک دفعہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اور ایک دفعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ساتھ رات کو باجماعت نماز ادا کی۔

رہا رمضان کا معاملہ تو یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے تین راتیں قیام اللیل کروایا، پھر اس کو (باجماعت) ترک کر دیا تاکہ کہیں یہ قیام لوگوں پر فرض نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ ماہ رمضان میں باجماعت قیام اللیل (تراویح) کرنا سنت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے باجماعت یہ قیام کروایا اور محض اس کے فرض ہونے کے ڈر سے اس کو ترک کیا، چونکہ اب آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی فرضیت کا ڈر نہیں رہا لہٰذا اس کو اب باجماعت ادا کرنا آپ ﷺ کی سنت ہی ہوگا۔

فرض اور نفل نماز میں اور بھی فرق ہیں جن کو بعض علمائے کرام رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے جن کی تعداد بیس سے زیادہ ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 750)

164- عورتوں کے نماز تراویح میں شرکت کرنے کی مشروعیت

عورتوں کے لیے نماز تراویح کے لیے مساجد میں جانا جائز ہے بشرطیکہ ان کی طرف سے کسی فتنے کے پیدا ہونے کا کوئی خطرہ و خدشہ نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«لا تمنعو إماء اللّٰه مساجد اللّٰه» [1]

''اللہ کی بندیوں کو مساجد میں جانے سے مت روکو۔''

نیز عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی اجازت دینا سلف صالحین رضی اللہ عنہم کا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [858] صحيح مسلم، رقم الحديث [442]

بھی عمل رہا ہے، لیکن عورتوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے بدن کو ڈھانپ کر، باپردہ ہو کر، بے پردگی سے بچتے ہوئے، خوشبو لگائے بغیر، آواز بلند کیے بغیر اور زیب و زینت کا اظہار کیے بغیر مسجدوں میں جائیں، کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ﴾ [النور: 31]

''اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے۔''

یعنی جو چیزیں از خود ظاہر ہو جائیں اور ان کو چھپانا ممکن نہ ہو، یہ چیزیں اوپر والی چادر اور عبا وغیرہ ہیں۔ عورتوں کا باپردہ بڑی چادریں اوڑھ کر نکلنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ نبی ﷺ نے جب عورتوں کو عید کے دن نماز عید کے لیے جانے کا حکم دیا تو ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو (کیا وہ بغیر چادر کے عید گاہ چلی جائے یا گھر بیٹھی رہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لتلبسها أختها من جلبابها »[1]

اس کی بہن اس کو اپنی چادر کا کچھ حصہ اوڑھا دے۔''

اور مساجد میں صفیں بنانے کے لیے عورتوں کے حق میں سنت یہ ہے کہ وہ مردوں سے پیچھے ہٹ کر ان سے دور رہیں اور مردوں کے برعکس آخری صف سے صفیں بنانا شروع کریں کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« خير صفوف الرجال أولها، وشرها آخرها، وخير صفوف النساء آخرها، وشرها أولها »[2]

''مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور ان کی بدترین صف آخری

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [324] صحيح مسلم [890/12]

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث [440]

صف ہے جبکہ عورتوں کی آخری صف بہترین صف ہے اور ان کی پہلی صف بدترین صف ہے۔"

نیز عورتوں کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد واپس پلٹ جائیں اور بغیر کسی شرعی عذر کے مساجد میں پیچھے نہ بیٹھی رہیں، کیونکہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"جب نبی ﷺ اپنی نماز مکمل کرنے پر سلام پھیر لیتے تو اٹھنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے وہاں بیٹھے رہتے۔ فرماتی ہیں: ویسے تو اللہ بہتر جانتا ہے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ اس سے پہلے کہ مرد اٹھ کر عورتوں کی طرف جائیں عورتیں وہاں سے اٹھ کر جا چکی ہوں۔"[1]

اور عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے بچوں کو اپنے ساتھ مساجد میں لے کر آئیں جو ابھی شعور کی عمر کو نہیں پہنچے ہیں کیونکہ عموماً بچے فضول حرکتوں، شور وغل کرنے، گھومنے پھرنے، صفوں کے درمیان سے گزرنے اور اس جیسی حرکتوں سے باز نہیں رہ سکتے اور بچوں کی کثرت سے نمازی پریشان ہوتے ہیں اور تکلیف محسوس کرتے ہیں، نیز بچوں کے اس شور وغل اور بیکار حرکات کی وجہ سے نمازی اپنی نماز میں متوجہ نہیں ہو پاتا اور اس کا خشوع وخضوع متاثر ہوتا ہے لہٰذا بچوں کے اولیاء اور ذمہ داروں کو اس سے خبردار رہنا چاہیے اور کم عقل (بچوں وغیرہ) کو مساجد میں فضول حرکتوں اور کھیل کود کرنے سے روکنا چاہیے کیونکہ ان پر مساجد اور نمازیوں کا احترام کرنا واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 12/24)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [875]

165- جب عورت گھر کے بعض کاموں کا حرج کر کے نماز تراویح کی ادائیگی کے لیے مسجد میں جائے

جب عورت کے نماز تراویح ادا کرنے کے لیے مسجد میں جانے کی وجہ سے اس کے ذمہ واجب گھریلو کاموں میں حرج ہوتا ہو تو وہ مسجد میں نہ جائے بلکہ گھر میں ہی رہ کر اپنے گھر کے کام کاج کرے کیونکہ اس کے لیے اپنے گھر میں نماز ادا کرنا ممکن ہے اور اس کے لیے اس میں آسانی بھی ہے، نیز صحیح موقف کے مطابق اس پر گھریلو کام کاج کرنا واجب ہے اور اس کا مسجد میں جانا (اور نماز ادا کرنا) مباح اور جائز ہے، اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اس کے مسجد میں جانے سے کوئی حرج اور نقصان نہ ہوتا ہو۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 448)

متفرق مسائل

166- وہ عورت جس نے مارے شرم کے حالتِ حیض میں نماز ادا کی

عورت کے لیے جب وہ حائضہ یا نفاس والی ہو نماز ادا کرنا حلال نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عورت کے متعلق فرمایا:

«أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟»[1]

"کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو وہ نماز ادا کرتی ہے اور نہ ہی روزہ رکھتی ہے؟"

اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ حائضہ کے لیے روزہ رکھنا حلال ہے اور نہ ہی نماز ادا کرنا، سو اس بنا پر مذکورہ عورت پر، جس نے حالت حیض میں نماز ادا کی، واجب ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اس غلطی سے، جو اس سے سرزد ہوئی، بخشش طلب کرے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاوی والرسائل: 207)

167- طالبہ کا ظہر کا وقت ہوتے ہی تعلیمی پیریڈ میں حاضر ہونا اور اس پیریڈ کا دو گھنٹے تک جاری رہنا

دو گھنٹوں میں ظہر کا وقت ختم نہیں ہو جاتا، یقیناً ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لے کر عصر کا وقت (ہر چیز کا سایہ زوال کے سائے کے علاوہ ایک مثل) شروع ہونے تک رہتا ہے اور یہ سارا وقت دو گھنٹوں سے زیادہ ہے،

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [304]

مذکورہ طالبہ کے لیے پیریڈ کے اختتام پر نمازِ ظہر ادا کرنا ممکن ہے کیونکہ تب تک ظہر کا وقت باقی ہوگا اور یہ اس صورت میں ہے جب دوران پیریڈ اس کو نماز ادا کرنا میسر نہ آئے اور اگر اس دوران موقع مل جائے تو یہ بہت محتاط اور مناسب ہے، اور اگر صورت حال یہ ہو کہ مذکورہ پیریڈ عصر کا وقت شروع ہونے پر ہی ختم ہوتا ہے اور دوران پیریڈ نماز کے لیے نکلنے میں نقصان اور مشقت کا سامنا کرنا پڑے تو اس صورت میں اس طالبہ کے لیے ظہر اور عصر کو اس طرح جمع کر کے ادا کرنا جائز ہے کہ وہ ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کر کے دونوں نمازیں جمع کر کے ادا کر لے۔ اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی وہ روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

« جمع النبي صلى الله عليه وسلم في المدينة بين الظهر والعصر، وبين المغرب والعشاء من غير خوف ولا مطر، فقيل له في ذلك؛ فقال رضي الله عنه : أراد ـيعني النبي صلى الله عليه وسلم ـ أن لا يحرج أمته »

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے ادا کیا۔ کسی نے اس کی وضاحت طلب کرتے ہوئے وجہ پوچھی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بلاضرورت نمازیں جمع کر کے ادا کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں آسانی پیدا کریں اور امت کو کسی حرج میں مبتلا نہ کریں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب انسان پر کسی وقت حرج اور تنگی ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی دو نمازوں کو

جن کو جمع کر کے پڑھا جا سکتا ہے ان میں سے کسی ایک کے وقت میں جمع کر کے ادا کر لے، یہ رعایت اس آسانی اور سہولت میں داخل ہے جو اللہ عز وجل نے اس امت کے لیے پیدا فرمائی ہے، اور اس آسانی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾
[البقرة: 185]

اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ ﴾ [المائدة: 6]

"اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے۔"

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج: 78]

"اور اس (اللہ) نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

« إن الدين يسر »[1] "بلاشبہ دین آسانی اور سہولت والا ہے۔"

اور اس کے علاوہ بہت سی نصوص ہیں جو اس شریعت کے آسان اور سہولت والے ہونے پر دلالت کرتی ہیں لیکن یہ قاعدہ انسان کی خواہش اور مزاج کے تابع نہیں ہے بلکہ یہ شریعت کے تابع ہے، ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جس

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [39]

میں انسان آسانی اور سہولت محسوس کرے اس کو شریعت کا درجہ دے دے، کیونکہ سستی اور کوتاہی کرنے والے لوگ جو اپنے دین پر عمل کرنے کا اکثر اہتمام نہیں کرتے بعض اوقات وہ آسان کام کو بھی مشکل محسوس کرتے ہیں اور اس قاعدے پر بنیاد رکھتے ہوئے اس کو چھوڑ کر اس کام کو اختیار کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے مطابق ہوتا ہے لیکن یہ غلط فہمی ہے۔ دین اپنے تمام مشروع اعمال میں آسان اور سہولت والا ہے لیکن لوگوں کی خواہشات کے مطابق آسانی والا نہیں ہے۔ اور اگر حق ان کی خواہشات کا اتباع کرنے لگے تو آسمانوں و زمین میں ان کے اندر موجود ہر چیز میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 150)

168- بعض عورتوں کا مسجد میں آ کر عبادت کے علاوہ خارجی امور پر گفتگو کرنا

مردوں اور عورتوں میں سے جو بھی مسجد میں آئے وہ مسجد اور عبادت کی حرمت کا پورا لحاظ اور احترام کرے، اور دنیا کی باتوں میں مشغول ہو کر وقت ضائع نہ کرے کیونکہ مسجد میں ایسا کرنا برا کام ہے اور انسان کو عبادت کرنے سے غافل کر دیتا ہے، اس پاکیزہ جگہ میں آ کر مسلمان کو جو فرصت میسر آئی ہے اس کو ضائع کر دیتا ہے۔

اور باتوں میں مشغول و مصروف ہو کر ابتدائے نماز سے امام کے ساتھ شرکت کو چھوڑنا تو بالاولیٰ جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے تکبیر اولیٰ کی فضیلت جاتی رہتی ہے اور بعض اوقات تو پوری رکعت فوت ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، نیز اس طرح مسجد میں باتیں کرنا امام اور نمازیوں کو پریشان کرتا ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 154)

جنازہ کے احکام

169- قریب المرگ شخص کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنے کا حکم

قریب المرگ شخص کے پاس سورت یٰسین کی تلاوت کرنے کا حکم معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے اندر موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اقرأوا علی موتاکم یٰس» [1]

''اپنے مُردوں (قریب المرگ افراد) کے پاس سورۃ یٰسین کی تلاوت کرو۔''

محدثین کی ایک جماعت نے اس کو صحیح کہا ہے اور ان کا خیال یہ ہے کہ اس کی سند جید ہے اور یہ ابو عثمان نھدی کی روایت ہے، اور وہ اس کو معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں جبکہ کچھ دوسرے لوگوں (محدثین) نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اس کا راوی ابو عثمان نہدی نہیں ہے بلکہ اس کا راوی ایک اور آدمی ہے جو مجہول ہے، پس اس کے متعلق مشہور یہی ہے کہ وہ ابو عثمان کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا سورۃ یٰسین کا قریب المرگ شخص پر پڑھنا مستحب عمل نہیں ہے۔

جس نے قریب المرگ پر یٰسین کی تلاوت کو مستحب کہا اس نے سمجھا کہ مذکورہ حدیث صحیح ہے اس لیے اس نے اس عمل کو مستحب کہا لیکن مریض کے پاس

---

[1] **ضعيف.** سنن أبي داود، رقم الحديث [3121]

قرآن مجید کی تلاوت کرنا ایک اچھا عمل ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کا فائدہ پہنچائے، رہا اس تلاوت کو سورۃ یٰسین کے ساتھ مختص کرنا تو اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ اس کو ثابت کرنے والی حدیث ضعیف ہے لیکن خاص طور پر (مریض یا) قریب المرگ شخص پر سورۃ یٰسین کی قراءت کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 93/13)

170- قریب المرگ عورت کے ہاتھ پر مہندی لگانے کا حکم

مجھے اس کی کوئی دلیل معلوم نہیں کہ جس کی طرف رجوع کیا جائے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 98/13)

میت کو غسل دینا

171- میاں بیوی میں سے ایک کا دوسرے کو غسل دینا

خاوند کے لیے اپنی بیوی کے فوت ہونے پر اس کو غسل دینا جائز ہے اور خاوند کے فوت ہونے پر بیوی اس کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

«لو مت قبلي لغسلتك»[1]

''اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں تجھے غسل دوں گا۔''

نیز یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کو غسل دے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 51)

172- خاوند کا اپنی فوت شدہ اور رجعی طلاق یافتہ بیوی کو غسل دینا

اگر وہ رجعی طلاق ہے تو اس کو غسل دینے میں کوئی حرج نہیں یعنی اس کو پہلی یا دوسری رجعی طلاق دے رکھی ہو تو اس کے فوت ہونے پر اس کا خاوند اس کو غسل دے سکتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 110/13)

173- غسل میت کا طریقہ

غسل میت کا طریقہ یہ ہے کہ یہ غسل ایسی باپردہ جگہ میں دیا جائے

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [1465]

جہاں لوگوں کی نگاہیں نہ پڑتی ہوں اور وہاں پر صرف وہی شخص موجود ہو جس نے میت کو غسل دینا ہے یا وہ جو غسل دینے والے کا معاون ہے، پھر میت کی شرمگاہ پر کوئی کپڑا رکھ کر اس کے کپڑے اتارے جائیں تا کہ اس کی شرمگاہ پر حتی کہ غسل دینے والے کی بھی نگاہ نہ پڑے، پھر اس کو ظاہری آلائشوں اور نجاستوں سے پاک کیا جائے، پھر اس کو نماز والا وضو کروایا جائے مگر اہل علم کے قول کے مطابق اس کے منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے بلکہ صرف کپڑے کا ایک ٹکڑا پانی سے گیلا کر کے اس کے دانتوں اور ناک کے اندر پھیر دیا جائے، پھر اس کا سر دھویا جائے، پھر اس کا سارا بدن دھویا جائے اور اس سارے عمل میں دائیں اعضا کو پہلے دھویا جائے، نیز بہتر ہے کہ جس پانی سے غسل دیا جائے اس میں بیری (کے پتوں) کو ڈال دیا جائے کیونکہ اس سے خوب اچھی طرح صفائی ہو جاتی ہے اور اس کے سر اور داڑھی کو بیری کی جھاگ سے دھویا جائے، اور یہ بھی مناسب ہے کہ آخری مرتبہ غسل دیتے وقت پانی میں کافور یا کافور ملی کوئی خوشبو کو شامل کر لیا جائے کیونکہ نبی ﷺ نے ان عورتوں کو، جو آپ ﷺ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں، فرمایا:

«اجعلن في الغسلة الأخيرة كافوراً أو شيئا من كافور» [1]

”آخری مرتبہ غسل دیتے وقت پانی میں کافور یا کافور ملی کوئی خوشبو ڈال لو۔“

پھر اس کے بدن کو خشک کر کے کفن کے کپڑوں پر لٹایا جائے۔ میت کو غسل دینا معروف موقف کے مطابق فرض کفایہ ہے، جب کفایت کے مطابق غسل دے دیا جائے تو باقیوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اس بنا پر جس نے یہ کام سر انجام دیا اس نے فرض کفایہ کو ادا کیا، اس کو فرض کی ادائیگی کا ثواب

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1253] صحيح مسلم [939/36]

ہوگا، اور مناسب یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کا کام وہی شخص سر انجام دے جو میت کے شرعی غسل کا طریقہ جانتا ہو اور یہ ضروری نہیں ہے کہ طالب علم یہ کام سر انجام دیں کیونکہ طالب علم اکثر (حصول علم کے) اہم کام میں مشغول و مصروف ہوتے ہیں، پھر یہ کہ میت کے غسل کا کام وہ لوگ سر انجام دیں جو کفن دفن کا انتظام کرنے کے ذمہ دار ہیں (یعنی تجہیز و تکفین کے محکمے سے تعلق رکھتے ہیں) لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کو میت کو غسل دینے اور کفن دینے کا طریقہ سمجھایا جائے تا کہ وہ پوری بصیرت سے اپنی ذمہ داری کو ادا کر سکیں۔ واللہ اعلم

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 45)

میت کو کفن دینا

174- میت کو کفن دینے کی کیفیت

سنت یہ ہے کہ مرد کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے جیسے کہ نبی ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، اور اگر اس کو ایک ہی کشادہ کپڑے میں کفن دیا جائے جو اس کے بدن کو ڈھانپ دے اور اس کی ستر پوشی کر دے تو ایک کپڑا ہی کفایت کر جائے گا، اور اگر اس کو ایک قمیض، ازار بند اور لفافے میں کفن دیا جائے تو بھی جائز ہے، لیکن عورت کے لیے افضل یہ ہے کہ اس کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: تہبند، ڈوپٹہ، قمیض اور دو لفافے۔ پس اتنے کپڑوں میں عورت کو کفن دینا افضل ہے جیسا کہ اہل علم نے ذکر کیا ہے، اس کے ثبوت میں احادیث موجود ہیں، اور اگر اس کو پانچ کپڑوں سے کم میں کفن دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 127/13)

175- دوران احرام فوت ہونے والی عورت کے کفن کی کیفیت

احرام کی حالت میں فوت ہونے والی عورت کو عام عورتوں کی طرح ہی تہبند، دوپٹہ، قمیض اور دو لفافوں میں کفن دیا جائے گا اور دوسری عورتوں کی طرح اس کا چہرہ بھی ڈھانپا جائے گا لیکن اس کا چہرہ ڈھانپنے کے لیے نقاب استعمال نہیں کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے احرام والی عورت کو نقاب پہننے سے

منع کیا ہے، رہا بغیر نقاب کے اس کا چہرہ ڈھانپنا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس عورت کو خوشبو نہ لگائی جائے کیونکہ وہ احرام والی ہے۔ (اور احرام کی حالت میں خوشبو لگانا منع ہے)۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 128/13)

میت پر نماز جنازہ کی ادائیگی

176- عورت کے نماز جنازہ پڑھنے کی مشروعیت

مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے نماز جنازہ ادا کرنا مشروع ہے، عورت گھر میں یا مسجد میں نماز جنازہ ادا کرے، دونوں جگہ اس کے نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر مسجد نبوی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔ مقصد یہ کہ مردوں اور عورتوں سب کے لیے میت پر نماز جنازہ ادا کرنا مشروع ہے، عورتوں کے لیے صرف ان کا قبرستان کی زیارت کے لیے جانا اور جنازوں کے پیچھے جانا ممنوع ہے، رہا ان کا میت پر اپنے گھر یا مسجد یا عیدگاہ یا میت کے گھر میں نماز جنازہ ادا کرنا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ امر واقع یہ ہے کہ صحابیات رضی اللہ عنہن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے پیچھے میت کی نماز جنازہ ادا کیا کرتی تھیں۔ واللہ ولی التوفیق۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 133/13)

177- "ليس للنساء نصيب في الجنازة" (عورتوں کا نماز جنازہ کی ادائیگی میں کوئی حصہ نہیں) یہ حدیث کہاں تک صحیح ہے؟

ہمیں اس حدیث کی کوئی اصل معلوم ہے اور نہ ہی اہل علم میں سے ہم کسی کو جانتے ہیں جس نے اس حدیث کو روایت کیا ہو، اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے جو ثابت ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور ان پر مساجد بنانے اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔[1]

اور آپ ﷺ نے عورتوں کو قبرستان میں جنازے کے پیچھے جانے سے منع فرمایا ہے لیکن لوگوں کے ساتھ مسجد میں یا عید گاہ میں میت کی نماز جنازہ ادا کرنا مردوں اور عورتوں سب کے لیے مشروع ہے کیونکہ عورتیں نبی ﷺ کے ساتھ فرض نماز اور نمازِ جنازہ ادا کیا کرتی تھیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں ادا کی۔

حاصل کلام یہ کہ عورت کے لیے مردوں کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، رہا اس کا جنازے کے ساتھ قبرستان جانا یا قبروں کی زیارت کے لیے جانا تو یہ منع ہے اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 135/13)

178- عورت کا گھر میں میت پر نمازِ جنازہ ادا کرنا

عورت کا گھر میں میت پر نمازِ جنازہ ادا کرنا افضل ہے اور اگر وہ گھر سے باہر نکل کر لوگوں کے ساتھ مل کر نمازِ جنازہ ادا کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، لیکن چونکہ ہمارے ہاں یہ معروف و متداول نہیں ہے اس لیے افضل یہی ہے کہ وہ یہ نماز ادا نہ کرے یعنی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لیے مسجد میں نہ جائے بلکہ اگر فوت ہونے والا اس کے گھر والوں میں سے ہو تو وہ اپنے گھر میں ہی اس کی نمازِ

---

[1] **ضعيف**. سنن أبي داود، رقم الحديث [3236] سنن الترمذي، رقم الحديث [320] سنن النسائي، رقم الحديث [2034]

جنازہ ادا کر لے، لیکن اگر میت اس کے افراد خانہ کے علاوہ کسی اور کی ہو تو اس کے لیے اس کی غائبانہ نماز ادا کرنا ممکن نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 29)

179- نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت امام کہاں کھڑا ہو؟

اگر میت مرد ہو تو امام اس کے سر کے برابر کھڑا ہو اور اگر عورت ہو تو اس کے درمیان میں کھڑا ہو خواہ وہ مرد اور عورت چھوٹے ہوں یا بڑے، چنانچہ میت چھوٹا بچہ اگر مذکر ہو تو امام اس کے سر کے برابر کھڑا ہوگا اور اگر وہ چھوٹی بچی ہو تو امام اس کے درمیان میں کھڑا ہوگا جیسا کہ بڑوں کی میت کے سر کے برابر اور درمیان میں کھڑا ہوا جاتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 72)

180- نماز جنازہ کا طریقہ

میت کی نماز جنازہ کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ امام مذکر میت کے سر کے برابر اور مؤنث میت کے درمیان میں کھڑا ہو کر "اللہ اکبر" کہے اور "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم" (میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے) اور "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم" (اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے) پڑھے اور اس کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھے، اور مستحب ہے کہ اس کے ساتھ قرآن مجید کی کوئی چھوٹی سی سورت ملا کر تلاوت کرے، جیسے سورۃ اخلاص، سورۃ عصر یا کسی بھی سورت کی چند آیات، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح سند کے ساتھ نبی ﷺ سے مذکورہ عمل کی تصدیق ثابت ہے، پھر دوسری تکبیر کہے اور اس کے بعد نبی ﷺ پر وہی درود پڑھے جو وہ آخری تشہد میں پڑھا کرتا ہے، پھر تیسری

تکبیر کہے اور میت کے حق میں معروف دعائیں پڑھے اور مذکر میت کے لیے دعا کے مذکر الفاظ اور مؤنث میت کے لیے مؤنث الفاظ اور صیغوں کیساتھ دعا کرے، اور اگر وہ بیک وقت ایک سے زیادہ میتوں کی نماز جنازہ پڑھا رہا ہو تو وہ جمع کے صیغوں اور ضمیروں کے ساتھ دعا کرے، پھر چوتھی تکبیر کہنے کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر دائیں طرف ایک سلام پھیر دے۔

رہا نماز جنازہ میں دعائے استفتاح «اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ... الخ» وغیرہ کا پڑھنا تو گزارش یہ ہے کہ اس کا پڑھنا بھی درست ہے اور نہ پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کا نہ پڑھنا ہی افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«أسرعوا بالجنازة»[1]

''جنازے کے ساتھ (اس کو نماز جنازہ کے لیے لے جانے، نماز جنازہ پڑھنے اور تدفین میں) جلدی کرو۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 140/13)

181- ساقط شدہ جنین (حمل کا بچہ) کی نمازِ جنازہ کی کیفیت

جب حمل میں موجود بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے ساقط ہو جائے اور اس کی عمر چار ماہ یا اس سے زیادہ ہو چکی ہو تو اس کو غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے کیونکہ اس میں روح ڈالی جا چکی تھی، اور اگر وہ چار ماہ سے کم عمر کا ہو تو اس کو غسل و کفن دیے اور نماز جنازہ پڑھے بغیر ہی دفن کر دیا جائے کیونکہ اس میں ابھی روح نہیں ڈالی گئی تھی اور اس حالت میں اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 333)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1315] صحيح مسلم [944/80]

میت کو اٹھانا اور اس کو دفن کرنا

182-ایک حدیث کا مفہوم

سوال ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ﴿ نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا ﴾[1] ''ہم عورتوں کو جنازوں کے پیچھے جانے سے منع کیا گیا اور اس ممانعت میں ہم پر سختی نہ کی گئی'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک عورتوں کو جنازوں کے پیچھے جانے کی ممانعت غیر مؤکدہ ہے جبکہ نہی (ممانعت) میں اصل حکم یہ ہے کہ جس چیز سے منع کیا گیا ہوتا ہے وہ حرام ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ ما نهيتكم عنه فاجتنبوه، وما أمرتكم به فأتوا منه ما استطعتم ﴾[2]

''میں جس چیز سے تمھیں منع کروں اس سے اجتناب کرتے ہوئے رک جاؤ اور باز آجاؤ اور جس چیز کا میں تم کو حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرو۔'' اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے۔

یہ حدیث عورتوں کے جنازوں کے پیچھے لگ کر قبرستان کی طرف جانے کی

---

1. **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [3167] سنن ابن ماجه، برقم [1577]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [6858] صحيح مسلم، برقم [1337]

حرمت پر دلالت کرتی ہے، رہا عورتوں کا میت کی نماز جنازہ ادا کرنا تو وہ ان کے لیے مردوں کی طرح مباح ہے۔ واللہ ولی التوفیق

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 179/13)

183- تدفین کے وقت عورت کی قبر کو (کپڑے وغیرہ سے) ڈھانپنا اور چھپانا

بعض اہل علم نے یہ ذکر کیا ہے کہ عورت کی میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کی قبر کو ڈھانپا جائے تاکہ اس کے بدن کے ابھار نمایاں نہ ہوں لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے اور اس کی قبر کو ڈھانپنے کا عمل بھی صرف اس پر کچی اینٹیں چننے تک ہونا چاہیے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 321)

184- مرد اور عورت کو ایک قبر میں دفن کرنا

جب قتل و غارت اور وبائے طاعون پھوٹنے کے سبب کثرت سے اموات ہو جائیں تو اس طرح کی ضرورت کے وقت مرد وزن کو اکٹھے ایک قبر میں دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 312/13)

185- قبرستان کے بعض حصوں کو عورتوں کی تدفین کے لیے خاص کرنے کا حکم

مجھے اس کی کوئی اصل معلوم نہیں ہے، اس حوالے سے مشروع یہ ہے کہ قبرستان سب کے لیے مشترک ہو کیونکہ اسی میں سہولت اور آسانی ہے، اور اس لیے بھی کہ جہاں تک مجھے علم ہے نبی ﷺ کے دور سے لے کر ہمارے آج کے

دور تک مسلمانوں کا اسی پر عمل رہا ہے اور نبی ﷺ کے عہد مبارک میں مقبرہ بقیع مردوں اور عورتوں کی تدفین کے لیے مشترک تھا، اور خیر و بھلائی اسی بات میں ہے کہ نبی ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نیکی کے ساتھ ان کی راہ پر چلنے والوں کے منہج پر چلا جائے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ و المقالات: 213/13)

قبرستان کی زیارت

186- عورت کے لیے قبرستان کی زیارت کا حکم

عورتوں کے لیے قبرستان کی زیارت جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قبرستان کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اور اس لیے بھی کہ عورتیں فتنہ کا موجب ہیں اور ان میں صبر بھی کم ہوتا ہے، پس اللہ کی رحمت اور اس کے احسان کا تقاضا یہ تھا کہ ان پر قبرستان کی زیارت حرام کر دی جائے سو اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا تاکہ عورتیں نہ خود فتنے میں مبتلا ہوں اور نہ دوسروں کو فتنے میں مبتلا کریں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 325/13)

187- نبی ﷺ کے عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیارتِ قبور کی دعا سکھانے والی حدیث کا جواب

پہلے پہل زیارت قبور مردوں اور عورتوں سب کے لیے ممنوع تھی، پھر سب کو اس کی رخصت عنایت کر دی گئی، پھر عورتوں کو خاص کر کے اس سے منع کر دیا گیا، تو اس بنا پر نبی ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیارتِ قبور کے آداب کے ضمن میں دعاءِ زیارت تعلیم فرمانا اس وقت تھا جب سب کے لیے زیارتِ قبور مشروع تھی۔ واللہ ولی التوفیق۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 331/13)

188- عورتوں کا نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنا

ان عمومی احادیث کی وجہ سے، جن میں عورتوں کو زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے اور ان پر زیارت قبور کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے، عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کرنے کے متعلق مشہور اختلاف ہے لیکن ان کا اس زیارت کو ترک کرنا ہی احوط (احتیاطی عمل) ہے اور سنت کے مطابق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو زیارت قبور سے منع کرتے وقت اپنی یا کسی اور کی قبر کو مستثنیٰ نہیں کیا، بلکہ ان کو عمومی طور پر زیارت قبور سے منع فرمایا اور زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی، لہٰذا واجب یہ ہے کہ اس عمومی حکم پر عمل کیا جائے، الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جو کہ عورتوں کے لیے نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کو خاص کرتی ہو جبکہ صورت حال یہ ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جو نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کو زیارت کی عمومی ممانعت سے مستثنیٰ کرتی ہو۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 333/13)

189- جب عورت قبرستان کے قریب سے گزرے اور قبروں والوں کو سلام کہے

جب عورت قبروں والوں کو سلام کہے اور ان کے لیے رحمت و بخشش کی دعا کرے تو اس کے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ سے زیارت قبور کے وقت یہ دعا پڑھنا ثابت ہے:

« السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَمِنْكُمْ وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ،

نَسْأَلُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ، وَاغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ» ❶

''اے گھر میں رہنے والے مومن قوم کے لوگو! تم پر سلامتی ہو، اور ہم ان شاء اللہ تم سے ضرور ملاقات کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمھارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں، اے اللہ! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ہمیں ان کے بعد کسی فتنے میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اور ان کو بخش دے۔''

لیکن قبرستان جا کر یا اس کے پاس سے گزرتے ہوئے مذکورہ دعا پڑھنے کی بجائے سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص اور اس کے علاوہ قرآن کا کچھ حصہ تلاوت کرنا بدعت ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور صرف سلام اور دعا پر اکتفا کرنا چاہیے جو سنت سے ثابت ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 282)

❶ صحیح مسلم [974/103]

تعزیت کے احکام

190- تعزیت کا طریقہ

تعزیت کا احسن طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ تعزیت کی جائے جن الفاظ کے ساتھ نبی ﷺ نے اپنی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی سے تعزیت کی تھی جب اس نے آپ ﷺ کو بلانے کے لیے قاصد بھیجا تھا، صورت حال یہ تھی کہ آپ ﷺ کی اس بیٹی کا ایک بچہ یا بچی جان کنی کے عالم میں مبتلا تھی تو آپ ﷺ نے اس قاصد کو کہا:

«مُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ، فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَبْقىٰ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى»[1]

"(اے قاصد! میری) اس (بیٹی) کو جا کر کہو کہ وہ صبر کرے اور اپنے اس صبر پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے کیونکہ اللہ کے لیے ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اس کا ہے وہ سب کچھ جو اس نے باقی چھوڑا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔"

لیکن تعزیت کے وہ کلمات جو لوگوں میں مشہور ہیں: مثلاً "عظم اللّٰه أجرك" (اللہ تجھے اجر عظیم عطا کرے) "أحسن اللّٰه عزاءك" (اللہ تعالیٰ تمھیں اچھی تسلی عطا کرے) اور "غفر اللّٰه لميتك" (اللہ تعالیٰ تمھارے فوت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1284] صحيح مسلم [923/11]

شدہ کو بخش دے) یہ وہ کلمات ہیں جو علماء نے ترتیب دے کر تعزیت کے لیے اختیار کیے ہیں، لیکن تعزیت کے وہ کلمات اختیار کرنا جو سنت اور حدیث سے ثابت ہیں، زیادہ اولیٰ اور بہتر ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 692)

191- عورتوں کا تعزیتی اجتماع

ہم پر یہ جان لینا واجب ہے کہ تعزیت کوئی مبارک بادی کی چیز نہیں ہے کہ لوگ اس موقع پر جمع ہو کر رت جگے کا اہتمام کریں، بعض اوقات لوگ لائیٹیں جلاتے ہیں اور ان کے ذریعہ اس جگہ کو یوں جگاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے یہاں کوئی شادی کی تقریب ہے جیسا کہ ہم نے بعض شہروں اور ملکوں میں دیکھا ہے اور جیسے ہم اس طرح کی خبریں سنتے رہتے ہیں۔

دراصل تعزیت سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مصیبت زدہ کو صبر پر مضبوط کیا جائے، اور مصیبت زدہ کو صبر پر مضبوط کرنا ظاہری اور حسی معاملات میں نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ تو صرف اس کو اس بات کی یقین دہانی کرانے کے ساتھ ممکن ہے کہ جو مصیبت اور صدمہ اس کو پہنچا ہے یہ اس سے چوکنے والا نہ تھا اور جو اس سے چوک گیا وہ اس کو پہنچنے والا نہ تھا، اور یہ مصیبت اور صدمہ اللہ تعالیٰ طرف سے ہے۔ اور تعزیت اس طرح کرنی چاہیے جیسے نبی ﷺ نے اپنی ایک بیٹی سے تعزیت کی تھی، جب آپ ﷺ نے بیٹی کی طرف سے بلانے کے لیے آنے والے قاصد کو کہا تھا:

«مُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ، فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَبْقىٰ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى»[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1284] صحيح مسلم [923/11]

''(اے قاصد! میری) اس (بیٹی) کو جا کر کہو کہ وہ صبر کرے اور اپنے اس صبر پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے کیونکہ اللہ کے لیے ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اس کا ہے وہ سب کچھ جو اس نے باقی چھوڑا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے (اور وہ صرف اس وقت تک ہی باقی اور زندہ رہ سکتی ہے)۔''

(اجتماع کی شکل میں) تعزیت کا وہ انداز جو اوپر ذکر ہوا ہے، اگرچہ اس سے مقصود غم غلط کرنے کے لیے خوشی کا اظہار کرنا نہ ہو، صرف حسی انداز ہے یا تعزیت کا وہ ظاہری طریقہ ہے جو دلی یقین اور اللہ کی طرف رجوع کا باعث نہیں بنتا ہے۔

تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم مصیبت زدہ انسان کو کہیں: اے میرے بھائی! صبر کر اور اس صبر پر اللہ سے ثواب کی امید رکھ، یہ دنیا اور ملک اللہ کا ہے، جو اس نے لے لیا وہ اسی کا ہے، جو اس نے چھوڑا وہ بھی اسی کا ہے اور ہر چیز کے ختم ہونے کا وقت مقرر اور مقدر ہے جس میں تقدیم و تأخیر کی گنجائش نہیں ہے اور تعزیت کے یہ کلمات کہہ کر ہم واپس چلے آئیں (وہاں اجتماع کی شکل میں بیٹھ نہ رہیں)

اور یہ تعزیتی اجتماع، جس کا آپ نے ذکر کیا ہے، غیر مشروع ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت کے گھر والوں کے پاس اجتماع کرنے (پھوڑی ڈال کر بیٹھنے) اور کھانا تیار کرنے کو نوحہ شمار کرتے تھے، اور نوحہ کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔

اور جب میت والے عورت کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں کہ اگر ان کے پاس تعزیت کے لیے نہ جایا جائے تو وہ اپنے دلوں میں کوئی کدورت اور

ناراضگی محسوس کریں گے تو مرد حضرات عورتوں کو پانچ منٹ کے لیے ان کے پاس لے جائیں اور تعزیتی کلمات کہلا لیں، پھر وہ مرد ان عورتوں سے کہیں: ہم تو جا رہے ہیں تم بھی واپس لوٹو۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 312)

192- مصیبت کے وقت صبر کرنا

مصیبت کے وقت صبر کرنا تو واجب ہے، رہی رضا اور شکر تو یہ مستحب ہیں، مصیبت کے وقت تین امور ہوتے ہیں صبر تو واجب ہے (اللہ کی ڈالی ہوئی مصیبت پر) رضا سنت ہے اور شکریہ ادا کرنا افضل ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 413/12)

193- میت پر نوحہ کرنے کا حکم

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مصیبت کی ان گھڑیوں میں صبر سے کام لیں اور ثواب کی امید رکھیں، نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، رخسار نہ پیٹیں اور اس طرح کے بے صبری کا اظہار کرنے والے امور سے اجتناب کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

《 ليس منا من لطم الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية 》[1]

''جس نے رخسار پیٹے، گریبان چاک کیے اور زمانہ جاہلیت والی آوازیں نکالیں وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

نیز صحیح حدیث میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1294] صحيح مسلم [103/165]

«أربع في أمتي من أمر الجاهلية لا يتركونهن: الفخر في الأحساب، والطعن في الأنساب، والاستسقاء بالنجوم، والنياحة»❶

''میری امت میں جاہلیت کے چار کام موجود رہیں گے وہ ان کو ترک نہیں کریں گے: حسب پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں کے ذریعہ بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔''

ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

«النائحة إذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب»❷

''نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اس کو قیامت کے دن اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر گندھک کی شلوار اور کھجلی خارش والی قمیض ہوگی۔''

اور نوحہ کا مطلب ہے میت پر روتے ہوئے آواز بلند کرنا جبکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«أنا بريئ من الصالقة والحالقة والشاقة»❸

''میں (مصیبت کے وقت) بلند آواز سے رونے والی، بال مونڈھنے اور نوچنے والی اور گریبان چاک کرنے والی سے بری ہوں۔''

مذکورہ بالا روایت میں "الحالقة" سے وہ عورت مراد ہے جو مصیبت کے وقت اپنے بال مونڈھتی یا نوچتی ہے اور "الشاقة" سے مراد وہ عورت ہے جو

❶ صحيح مسلم [934/29]

❷ صحيح مسلم [934/29]

❸ صحيح البخاري، رقم الحديث [1296] صحيح مسلم [104/167]

مصیبت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑتی ہے، اور "الصالقة" سے مراد وہ عورت ہے جو مصیبت کے وقت (روتے ہوئے) اپنی آواز بلند کرتی ہے۔ مذکورہ تمام کام جزع اور بے صبری کے مظاہر ہیں لہٰذا کسی عورت یا مرد کے لیے ان کا ارتکاب جائز نہیں ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 413/13)

194- ایک حدیث کی شرح

سوال "إنما الميت ليعذب ببكاء أهله عليه" (بلاشبہ میت کو اس کے گھر والوں کے اس پر رونے کی وجہ سے اس کو ضرور عذاب دیا جاتا ہے) اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

جواب اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب میت کے گھر والے اس پر روتے ہیں تو اس کو اس کا علم ہوتا ہے اور ان کے اس عمل سے اس کو تکلیف ہوتی ہے (کہ وہ یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ان کے رونے کی وجہ سے کوئی سزا دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ﴾ [الإسراء: 15]

"اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔"

اور عذاب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سزا ہی ہو، کیا تم نبی ﷺ کے اس فرمان پر غور نہیں کرتے:

«إن السفر قطعة من العذاب»[1]

"بلاشبہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا اور حصہ ہے۔"

اور سفر تو سزا نہیں ہوا کرتا بلکہ انسان اس سے تکلیف محسوس کرتا ہے اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1804] صحيح مسلم [1927/179]

تھک جاتا ہے، اسی طرح جب میت کے گھر والے اس پر روتے ہیں تو اس کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور اس کو دکھ ہوتا ہے، اور اگر اس کو یہ دکھ ہوتا ہے تو یہ اس کو اللہ عزوجل کی طرف سے بطور سزا کے نہیں ہوتا۔ حدیث کی یہ تفسیر اور مفہوم بالکل واضح اور صریح ہے اس پر کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی تاویل میں یہ کہنے کی ضرورت پڑتی ہے کہ یہ اس شخص کے متعلق ہے جس نے اپنے گھر والوں کو نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو یا اس شخص کے متعلق ہے جس کے گھر والے اس کی موت کے وقت نوحہ کر رہے تھے اور اس نے ان کو منع نہیں کیا تھا، بلکہ ہم اس کے مفہوم کے متعلق کہیں گے کہ انسان کو کسی چیز کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور وہ اس سے نقصان نہیں اٹھاتا اور نہ ہی وہ اس سے کوئی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 933)

195- تعزیت کرنے والی عورت کا رونا دھونا اور چیخ و پکار کرنا

بلاشبہ یہ نوحہ ہے اور نبی ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی ہے، لہٰذا اس عورت کے لیے اس فعل کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی میت کے گھر والوں کے لیے یہ حلال ہے کہ وہ اس کو ایسا کرنے دیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ جب وہ دیکھیں کہ وہ مسلسل اس عمل کو کیے جاتی ہے تو وہ اس کو گھر سے نکال دیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 343)

196- آنکھ سے آنسو گرانے اور دل سے غمگین ہونے میں کوئی حرج نہیں

نوحہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن آنکھ سے آنسو گرانے اور دل سے غمگین

ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر کہا تھا:

« العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضي الرب، وإنا لفراقك يا إبراهيم لمحزونون »[1]

''آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی بولیں گے جس سے رب راضی ہو اور بلاشبہ ہم اے ابراہیم! تیری جدائی پر بہت غمگین ہیں۔'' (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 416/13)

197- عورتوں کا تعزیت کے لیے خاص لباس مثلاً سیاہ لباس پہننا

جہاں تک ہمارا خیال ہے تعزیت کے لیے مخصوص لباس پہننا بدعات میں سے ہے کیونکہ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اللہ عزوجل کی تقدیر و قضا پر راضی نہیں بلکہ ناراض ہے، اگرچہ بعض لوگ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے لیکن جب سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس پر عمل نہیں تھا اور وہ کام بھی ایسا ہے جو اللہ کی تقدیر پر ناراضگی کو ظاہر کرتا ہے تو اس کا ترک کرنا ہی اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ جب انسان اس قسم کا لباس پہنے گا تو وہ سلامتی کی نسبت گناہ کے زیادہ قریب ہوگا۔
(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 443)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1303]

زکوۃ کے احکام

198- سونے چاندی کی زکوۃ کا نصاب

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور بیس مثقال کا وزن گراموں میں پچاسی گرام بنتا ہے، رہا چاندی کا نصاب تو وہ ایک سو چالیس مثقال ہے۔ (جس کا گراموں میں پانچ سو پچانوے (595) گرام وزن بنتا ہے)

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 55)

199- عورت کے زیورات پر زکوۃ

علما کے اقوال میں سے صحیح اور میرے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ جب یہ زیورات نصاب زکوۃ کو پہنچ جائیں یعنی ان کا وزن پچاسی گرام ہوجائے تو ان پر زکوۃ واجب ہوگی، اگر اس کے پاس مال ہو اور وہ اس سے زیوارت کی زکوۃ ادا کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کا خاوند یا اس کے قریبیوں میں سے کوئی اس کی طرف سے زکوۃ ادا کر دے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہ عورت نہ اپنے مال سے زکوۃ نکال سکتی ہو اور نہ ہی کوئی اور اس کی طرف سے زکوۃ نکالے تو ان زیورات میں سے بقدر زکوۃ بیچا جائے اور اس کی زکوۃ ادا کر دی جائے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو اس کا سارا زیور ختم ہوجائے گا اور اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہے گا۔

تو ہم کہیں گے: یہ صحیح اور درست نہیں ہے کیونکہ جب زیور نصاب زکوۃ سے اگرچہ تھوڑا سا بھی کم ہو جائے گا تو اس پر زکوۃ واجب نہیں رہے گی اور اس وقت اس کے پاس زیور باقی رہے گا، جس کے ساتھ وہ زیب و زینت کر سکتی ہے، بہر حال اس مسئلہ میں راجح قول یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے ہر قسم کے زیورات پر زکوۃ ادا کرنا واجب ہے خواہ وہ پہنے جاتے ہوں یا عاریتاً دیے جاتے ہوں یا اجرت پر دیے جاتے ہوں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 88)

200- زیورات کی زکوۃ قیمتِ خرید پر یا ہر سال ادائیگی زکوۃ کے وقت کی قیمت پر ادا کرنا ہوگی؟

زیورات کی زکوۃ ہر سال واجب ہے اور قیمت خرید پر نہیں ہوگی بلکہ سال ختم ہونے پر زیورات کی جو موجودہ قیمت ہوگی اس کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرنا ہوگی، بالفرض اگر عورت نے سونے کے زیورات دس ہزار ریال کے خریدے تو جب ان پر ایک سال گزرا تو ان کی قیمت پانچ ہزار ریال رہ گئی تو اب وہ صرف پانچ ہزار ریال کی زکوۃ ادا کرے گی، اور اگر اس نے بالفرض پانچ ہزار ریال کے سونے کے زیورات خریدے اور سال گزرنے پر ان کی قیمت دس ہزار ریال ہوگئی تو اب وہ دس ہزار ریال کی زکوۃ ادا کرے گی کیونکہ ادائیگی زکوۃ میں زکوۃ واجب ہونے کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ واللہ الموفق

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 18)

201- صدقہ فطر

صدقہ فطر میں مشروع یہ ہے کہ وہ اس مشروع و مسنون طریقے سے ادا

کیا جائے جس کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے شہر یا ملک کی خوراک سے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) کی مقدار میں نکال کر اس کے وقت میں فقیر کو ادا کرے گا، رہا فطرانہ میں جنس کی بجائے قیمت کا ادا کرنا تو فطرانے میں یہ کفایت نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ نبی ﷺ کے حکم کے خلاف ہے، نیز یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو صرف جنس ہی دیا کرتے تھے قیمت نہیں دیتے تھے اور اس جائز و ناجائز کو وہ ہم سے زیادہ جانتے تھے، اور جن علماء نے فطرانے میں جنس کی بجائے قیمت دینے کا فتویٰ دیا ہے تو یہ ان کا ذاتی اجتہاد ہے اور جب اجتہاد نص اور دلیل کے خلاف ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کہا گیا: ایک قوم کا کہنا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فطرانے میں جنس کی قیمت وصول کیا کرتے تھے تو امام صاحب فرمانے لگے: لوگ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان چھوڑ کر کہتے ہیں کہ فلاں (عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ) نے یہ کہا ہے، جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ ایک صاع مقرر کیا ہے۔[1] (الفوزان: المنتقیٰ: 389)

202- میرے خاوند کا میرے مال کی زکوۃ ادا کرنا

جب تمھارے پاس سونا یا چاندی یا ان کے علاوہ نصاب زکوۃ یا اس سے زیادہ اموال ہوں تو تم پر ان کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہوگا اور اگر تمھاری طرف سے تمھارا خاوند تمھاری اجازت سے زکوۃ ادا کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر تمھارا باپ یا تمھارا بھائی یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور تمھاری اجازت سے تمھاری طرف سے زکوۃ ادا کر دے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 241/14)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1503] صحيح مسلم [984/13]

203- بیوی کا اپنے سونے کی زکوۃ سے اپنے خاوند کے قرضہ جات اتارنا

صحیح اور درست بات یہ ہے کہ میاں بیوی کی زکوۃ ایک دوسرے کو دینا درست نہیں ہے، خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوۃ میں سے کچھ نہ دے اور نہ ہی بیوی خاوند کو اپنی زکوۃ میں سے کچھ دے اور یہ حکم فرض زکوۃ کا ہے، رہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کی حدیث جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا تھا:

«زوجك و ولدك أحق من تصدقت عليهم»[1]

''تمھارے خاوند اور تمھارے بچے تمھارے صدقے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔''

تو یہ نفل صدقے کے متعلق ہے فرض زکوۃ کے متعلق نہیں ہے، لیکن اگر بیوی نے اپنے سونے کی (فرض) زکوۃ اپنے خاوند کو دے دی ہے تو وہ دوبارہ زکوۃ ادا کرے کیونکہ اس نے ایسے شخص کو زکوۃ دی ہے جو زکوۃ کا مستحق نہیں ہے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 4/43)

204- عورت کا اپنی فقیر بہن کو زکوۃ دینا

عورت کا نان ونفقہ اس کے خاوند کے ذمہ واجب ہے، پس جب وہ فقیر ہو تو اس کی بیوی کے بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے بہنوئی کو اپنے مالوں کی زکوۃ دیں تاکہ وہ اس میں سے اپنا، اپنی بیوی اور جن کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے ان پر خرچ کرے، نیز اس کی بیوی کے بھائیوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی بہن کو

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1462]

اپنے مالوں کی زکوۃ دیں تا کہ وہ اس میں سے اپنے پر، اپنے فقیر خاوند اور اس کی اولاد پر خرچ کرے، بلکہ اس بیوی کے پاس اگر مال ہو اور اس مال پر زکوۃ واجب ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اپنے مال کی زکوۃ دے دے تا کہ وہ اس میں سے ان پر خرچ کرے جن کے خرچے کا وہ ذمہ دار ہے۔ (اللجنة الدائمة: 278)

روزے کے احکام

205- فرضیتِ روزہ کی حکمت

جب ہم اللہ عزوجل کا یہ فرمان پڑھیں:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة: 183]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا لکھ دیا گیا ہے جیسے ان لوگوں پر لکھا گیا جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم بچ جاؤ۔''

تو ہمیں فرضیت روزہ کی حکمت معلوم ہوجاتی ہے اور وہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تقویٰ اور اس کی عبادت، تقویٰ کا مطلب ہے محارم کو ترک کر دینا اور جب تقویٰ کا لفظ مطلق طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اس کام کو بجالانا ہے جس کا حکم دیا گیا ہو اور اس کام کے ترک کرنے کو، جسے منع کیا گیا ہو، واجب کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من لم يدع قول الزور والعمل به والجهل، فليس لله حاجة أن يدع طعامه وشرابه»[1]

''جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا اور جہالت کا مظاہرہ کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایسا شخص اپنا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1903]

کھانا پینا چھوڑے۔''

بنابریں اس روزے دار کو یہ تاکیدی حکم ہے کہ وہ واجبات کو ادا کرے اور حرام اقوال و افعال سے اجتناب کرے، نہ وہ لوگوں کی غیبت کرے اور نہ جھوٹ بولے، نہ ان کے درمیان چغل خوری کرے اور نہ حرام خرید و فروخت کرے، الغرض ہمہ قسم کے محرمات سے اجتناب کرے، جب مہینہ بھر ایک انسان اوامر کی اتباع اور نواہی سے رکنے کا کام کرے گا تو باقی سارا سال بھی اس کا نفس سیدھا رہے گا، لیکن یہ امر قابل افسوس ہے کہ اکثر روزے دار اپنے روزے کے دن اور اپنے افطار کے دن میں فرق نہیں کرتے ہیں اور واجبات کے ترک اور محرمات کے ارتکاب کی پرانی روش پر قائم رہتے ہیں، ایسے لوگ اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ ان کے ذمہ روزے کا وقار قائم رکھنا لازم ہے، اور اس قسم کے اعمال (بد) اگرچہ اس کے روزے کو باطل تو نہیں کرتے لیکن اس کا اجر و ثواب کم کرتے دیتے ہیں اور بعض اوقات معاصی کے ارتکاب والے اعمال روزے کے اجر کے مقابلے میں بڑھ جاتے ہیں اور روزے کے ثواب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل:6)

206- حائضہ اور نفاس والی عورت کا روزہ

حائضہ اور نفاس والی عورت پر واجب ہے کہ وہ حیض و نفاس کے وقت روزہ چھوڑ دیں اور ان کے لیے حالت حیض و نفاس میں روزہ رکھنا اور نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے اور حیض و نفاس کے ختم ہونے پر وہ روزہ کی قضا کریں گی، نماز کی قضا نہیں کریں گی، اس کی دلیل وہ روایت ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا، کیا حائضہ نماز اور روزہ کی قضا

کرے گی؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا جبکہ نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔[1] اس کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے حائضہ اور نفاس والی عورت کے حق میں جو روزے کی قضا کے واجب ہونے اور نماز کی قضا کے واجب نہ ہونے کا ذکر کیا ہے اس پر علمائے کرام رحمہم اللہ کا اجماع ہے، اور نماز کی عدم قضا ان پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت اور ان کے لیے آسانی اور سہولت ہے کیونکہ ایک دن (اور رات) میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرنا ہوتی ہے اور اگر حائضہ اور نفاس والی عورت کو ان کی قضا کا حکم دے دیا جائے تو ان پر یہ حکم گراں ہوگا، لیکن روزے سال میں ایک مرتبہ اور وہ بھی صرف ماہ رمضان کے ہوتے ہیں اور ان کی قضا کرنے میں ان پر کوئی خاص مشقت نہیں ہے، اور جس عورت نے بغیر کسی شرعی عذر کے آئندہ رمضان کے بعد تک روزوں کی قضا کو مؤخر کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس سستی پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور ان روزوں کی قضا کرتے ہوئے (بطور جرمانہ) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 182/15)

207- جس عورت نے عدم واقفیت کی بنا پر حالتِ حیض میں روزہ رکھا

حائضہ کے لیے دورانِ حیض روزہ رکھنا اور نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے اور مذکورہ عورت نے جو دورانِ حیض روزہ رکھا اور نماز ادا کی اس کو اس کی غلطی شمار کیا جائے گا لہٰذا اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اس سے بخشش طلب کرے۔

نیز اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ ماہ رمضان میں جتنے دن اس کو

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [335]

ماہواری کا خون آیا اتنے دنوں کی قضا کرے خواہ اس نے ایک رمضان میں ایسا کیا ہے یا ایک سے زیادہ رمضان میں، اور اس کا دورانِ حیض رکھا ہوا روزہ اس سے کفایت نہیں کرے گا، اس پر لازم ہے کہ وہ ان ایام کی قضا کرتے ہوئے ملک کی متداول خوراک سے نصف صاع یومیہ کے حساب سے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ و المقالات: 190/15)

208- ایک عورت بالغ ہوئی اور اس حال میں ماہ رمضان شروع ہوگیا مگر اس نے شرمساری کی بنا پر روزے نہ رکھے

اس عورت پر لازم ہے کہ اپنی بلوغت کے بعد جس ماہ رمضان کے روزے اس نے ترک کیے ان کی قضا کرے چاہے وہ قضا وقفے وقفے سے ہی ہو، نیز اس پر لازم ہے کہ وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین پر صدقہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ [البقرة: 184]

''ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔''

اور یہ صدقہ تقریباً نصف صاع یومیہ کے حساب سے ہونا چاہیے۔ یہ صدقہ اس لیے ہے کہ اس کے ذمہ تھا کہ وہ بروقت روزے رکھتی (جبکہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے اس لیے اس کے ذمہ یہ صدقہ کرنا لازم ہے) اس لیے کہ بلوغت کی علامات میں سے ایک علامت حیض کا شروع ہونا ہے لہٰذا جب لڑکی کو حیض آنے لگے تو وہ بالغہ تصور ہوگی اور اس کے ذمہ روزہ رکھنا واجب ہوگا اگرچہ اس کی عمر ابھی تھوڑی ہو۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 10/14)

209- وہ عورت جس نے ماہواری خون کے دوران اپنے گھر والوں سے شرماتے ہوئے روزے رکھے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا یہ فعل غلط ہے اور اس طرح کے معاملے میں حیا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حیض ایک ایسا امر ہے جو اللہ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لاگو کیا ہے، اور حائضہ کو روزہ رکھنے اور نماز ادا کرنے سے روکا گیا ہے، مذکورہ عورت پر جس نے حالت حیض میں اپنے گھر والوں سے شرماتے ہوئے روزے رکھے، لازم ہے کہ وہ اتنے دنوں کی قضا کرے جتنے دن اس نے حالت حیض میں روزے رکھے اور پھر اس طرح کے فعل کا ارتکاب نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 11/14)

210- رمضان میں مانع حیض ادویات کا استعمال

عورت کے لیے ماہ رمضان میں مانع حیض ادویات کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ ماہر اور امانت دار ڈاکٹر اور وہ جو ان جیسی معرفت رکھتے ہیں وہ اس پر اطمینان کا اظہار کریں کہ یہ ادویات عورت کے لیے ضرر رساں نہیں ہیں اور اس کے حمل پر اثر انداز ہو کر اس کے اسقاط کا سبب نہیں بنیں گی، لیکن اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ ان ادویات کے استعمال سے گریز ہی کرے کیونکہ جب اس کو رمضان میں حیض آئے تو اللہ نے اس کو روزہ چھوڑنے کی رخصت عنایت کر رکھی ہے اور جن دنوں کے وہ روزے چھوڑ دے ان کی قضا کرنے کو اس کے لیے مشروع قرار دیا ہے اور اس کے لیے دین کا یہ انداز پسند کیا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 1216)

211- ایک عورت نے روزہ رکھا لیکن غروب آفتاب کے وقت اذان سے تھوڑی دیر پہلے اس کو حیض شروع ہوگیا۔

اگر اس کو غروب آفتاب سے پہلے حیض آیا تو اس کا روزہ باطل ہوگیا، لہٰذا اسے اس کی قضا کرنا پڑے گی، اور اگر غروب آفتاب کے بعد حیض آیا تو اس کا روزہ درست ہے اسے اس کی قضا نہیں کرنا پڑے گی۔ (اللجنة الدائمة: 10343)

212- مسئلہ

سوال ایک عورت ماہ رمضان میں طلوع فجر سے پہلے حیض سے پاک ہوگئی اور اس دن کا روزہ رکھا، جب وہ نماز ظہر ادا کرنے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس نے زردی مائل خون یا سیال مادہ دیکھا۔

جواب اگر وہ طلوع فجر سے پہلے حیض سے پاک ہوگئی پھر اس نے روزہ رکھا تو اس کا روزہ صحیح اور درست ہوگا اور طہر حاصل ہونے کے بعد زردی مائل خون یا سیال مادے کا اس کی طہارت میں کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:

«کنا لا نعد الصفرة والکدرة بعد الطهر شيئا»[1]

''ہم عورتیں طہر کے بعد مٹیالے رنگ کے اور زردی مائل خون اور مادے کو کسی خاطر میں نہیں لاتی تھیں۔'' (اللجنة الدائمة: 13507)

213- جب حائضہ حیض سے پاک تو فجر سے پہلے ہوجائے مگر غسل فجر کے بعد کرے

جب حائضہ طلوع فجر سے خواہ ایک منٹ پہلے پاک ہوجائے اور اسے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [307]

اپنی پاکی کا یقین ہو تو ایسا اگر رمضان میں ہوا ہے تو اسے مزید روزہ ترک کرنے سے رکنا ہوگا اور اس کا اس دن کا روزہ صحیح اور درست ہوگا کیونکہ اس نے پاکی کی حالت میں روزہ رکھا ہے، رہا اس کا طلوع فجر کے بعد پاکی کا غسل کرنا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ مرد اگر جماع یا احتلام کی وجہ سے جنبی ہوجائے اور وہ سحری کھا کر طلوع فجر کے بعد غسل کرے تو اس کا یہ روزہ درست ہوگا۔

اس مناسبت سے میں پسند کرتا ہوں کہ میں عورتوں کو ان کے متعلقہ ایک اور مسئلے سے آگاہ کر دوں۔ جب عورت کو اس دن حیض آئے جس دن کا اس نے روزہ رکھا ہوا تھا، تو بعض عورتیں یہ گمان کرتی ہیں کہ جب عورت کو عشاء کی نماز ادا کرنے سے پہلے غروب آفتاب کے بعد حیض آئے تو اس کا اس دن کا روزہ فاسد ہوجائے گا، لیکن اس کی کوئی اصل اور دلیل نہیں ہے بلکہ اگر عورت کو غروب آفتاب کے بعد، اگرچہ ایک لحظہ بعد ہی کیوں نہ ہو، حیض آئے تو اس کا روزہ درست طور پر مکمل ہوگا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 56)

214- جب حائضہ یا نفاس والی عورت ماہ رمضان میں دن کے وقت پاک ہوجائے

جب حائضہ یا نفاس والی عورت دن کے وقت پاک ہوجائے تو اس پر باقی دن میں (کھانے پینے جماع وغیرہ سے) رکنا واجب نہیں ہے بلکہ اسے اس دن کھانے پینے کی اجازت ہے کیونکہ اس کا (کھانے پینے وغیرہ سے) رکنا اس دن کی قضا کرنے کے وجوب سے کسی طرح بھی مفید نہیں ہے (یعنی جب اس دن کی قضا کرنا ہی ہوگی تو کھانے پینے سے رکنے کا کیا فائدہ؟) یہ مذہب امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی

مذہب کی تائید کرتی ہے، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"من أكل أول النهار فليأكل آخره."[1]

"جس نے دن کے پہلے حصے میں کھایا وہ آخری حصے میں بھی کھاتا رہے۔"

یعنی جس شخص کے لیے دن کے اول حصے میں روزہ چھوڑنا جائز ہے تو اس کے لیے دن کے آخری حصے میں روزہ چھوڑنا بھی جائز ہے۔

(ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 95)

215- نفاس والی عورت جب چالیس دن سے پہلے پاک ہوجائے

جب نفاس والی عورت چالیس دن کے اندر پاک ہوجائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ رکھے، نماز ادا کرے، حج کرے اور عمرہ کرے، نیز اس کے خاوند کے لیے اس سے مجامعت کرنا حلال ہے، پس اگر وہ بیس دنوں کے بعد نفاس سے پاک ہوجائے تو وہ غسل کرے، نماز ادا کرے، روزے رکھے اور اپنے خاوند کے لیے حلال ہوجائے اور عثمان بن ابی العاص سے جو یہ مروی ہے کہ انھوں نے اس کو ناپسند کیا ہے تو اس کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے گا، نیز یہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو، ان کا ذاتی اجتہاد ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں درست موقف یہ ہے کہ جب نفاس والی چالیس دن سے پہلے پاکی حاصل کر لے تو بلاشبہ اس کا طہر صحیح ہے اور اس کے نماز و روزہ وغیرہ کاموں کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر چالیس دنوں کے اندر اس کو

[1] مصنف ابن أبي شيبة [310/2]

دوبارہ خون جاری ہوجائے تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ اس خون کو چالیس دنوں کی مدت کے اندر خون نفاس ہی تصور کرے گی مگر اس کے حالت طہر میں رکھے ہوئے روزے، اس کی نماز اور حج وغیرہ تمام اعمال درست ہوں گے کیونکہ اس نے بحالت طہر یہ کام کیے ہیں تو ان میں سے کسی عمل کو دھرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 196/15)

216- نفاس والی عورت چالیس دن سے پہلے پاک ہوجائے پھر چالیس دن کے اندر اس کو دوبارہ خون جاری ہوجائے

جب نفاس والی عورت چالیس دن کے اندر خون نفاس سے پاک ہوجائے اور وہ چند دنوں کے روزے بھی رکھے پھر چالیس دن کے اندر اسے دوبارہ خون جاری ہوجائے تو اس کے روزے درست ہوں گے اور اب اس پر لازم ہے کہ وہ ان ایام کی نمازیں اور روزے ترک کر دے جن میں اس کو دوبارہ خون جاری ہوا ہے کیونکہ ان دنوں میں آنے والا خون اس کے پاک ہونے یا چالیس دن مکمل ہونے تک خون نفاس ہی تصور ہوگا، اور جب وہ چالیس دن مکمل کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ غسل کرے اگرچہ وہ پاکی نہ دیکھے کیونکہ علما کے اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق چالیس دن خون نفاس کی انتہا ہے اور اس کے بعد اس پر لازم ہے کہ وہ خون کے بند ہونے تک ہر نماز کے وقت میں وضو کر کے نماز ادا کیا کرے جیسا کہ نبی ﷺ نے استحاضہ والی عورت کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا، اور اس کے خاوند کو چالیس دن کے بعد اس سے (جماع وغیرہ کے ذریعہ) لطف اندوز ہونا جائز ہے خواہ وہ خون سے پاک نہ ہوئی ہو کیونکہ چالیس دن کے بعد آنے والا خون فاسد خون ہے وہ نماز اور روزے سے نہیں روکتا ہے

اور نہ ہی خاوند کو اپنی بیوی سے (جماع وغیرہ کا) فائدہ اٹھانے سے روکتا ہے لیکن اگر چالیس دن کے بعد آنے والا خون عورت کی عادت حیض سے موافقت کر جائے تو نماز اور روزہ ترک کر دے گی اور اس خون کو خونِ حیض سمجھے گی۔
(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 198/15)

217- حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت

حاملہ اور مرضعہ دونوں کا حکم مریض والا حکم ہے کہ جب ان کو روزہ رکھنے میں مشقت ہو تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا مشروع ہے اور جب ان کو روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہو تو ان کے ذمہ چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرنا بیمار کی طرح لازم ہوگا۔ اور بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ ان کو ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانا کافی ہوگا مگر یہ قول ضعیف اور مرجوح ہے، جبکہ درست بات یہ ہے کہ حاملہ اور مرضعہ کے ذمہ مسافر اور مریض کی طرح روزے کی قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾
[البقرة: 184]

"پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔"

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی اس موقف کی تائید کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إن الله وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلاة، وعن

الحبلیٰ والمرضع الصوم»[1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مسافر کو روزہ پس انداز کرنے اور نصف نماز کی رخصت عنایت کی ہے جبکہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ مؤخر کرنے کی رخصت دی ہے۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 225/15)

218- ایک لڑکی جس نے امتحانات کی وجہ سے روزے چھوڑے

اے لڑکی! تمھیں اس پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرنا لازم ہے کیونکہ تمھارے لیے اس حالت میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے اور تم پر ان ایام کے روزوں کی قضا کرنا واجب ہے جن کے روزے تو نے چھوڑے، اور اللہ اس شخص کی طرف رجوع اور توجہ فرماتے ہیں جو اس کے ہاں توبہ کرتا ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 247/15)

[1] **صحيح**. سنن الترمذي، برقم [715] سنن النسائي، رقم الحديث [2276]

روزہ توڑنے اور نہ توڑنے والی چیزیں

219- روزہ دار عورت کے لیے سرمہ، عطر اور بناؤ سنگھار کی دوسری چیزیں استعمال کرنے کا حکم

علما کے دو قولوں میں سے صحیح قول کے مطابق سرمہ لگانے سے مطلق طور پر عورتوں اور بڑوں کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے لیکن اگر روزہ دار اس کو رات کے وقت استعمال کرے تو یہ افضل اور بہتر ہے اور یہی صابن، تیل اور دیگر اشیاء کا حکم ہے، جن کا تعلق ظاہری جلد کے ساتھ ہے یعنی جن کے ساتھ چہرے کو خوبصورت بنایا جاتا ہے نیز یہی حکم ہوگا مہندی، سامان بناؤ سنگھار اور اس طرح کی دیگر اشیاء کا کہ روزے دار کے حق میں ان تمام چیزوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے مگر جب اشیاءِ بناؤ سنگھار چہرے کے لیے ضرر رساں ہوں تو ان کا استعمال مناسب نہیں ۔ واللہ ولی التوفیق ۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 260/15)

220- رمضان کے دنوں میں کھانا چکھنے کا حکم

منہ سے کھانا چکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس کو اندر نہ نگلا جائے، وہ اس طرح کہ اس کو منہ میں رکھ کر چکھے اور پھر اس کو باہر پھینک دے اور اس میں سے کچھ نہ نگلے، پس اگر وہ عمداً اس کھانے سے کچھ نگل جائے تو ایسا کرنے والے کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اور جہاں تک منہ کا تعلق ہے اس کا حکم خارج کا

حکم ہے یہ جوف اور پیٹ کا حصہ نہیں ہے اس میں کسی چیز کا جانا روزے پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے، جس طرح روزے دار وضو اور طہارت کے لیے کلی کرتا ہے اور اس کا کلی کرنا اس کے روزے پر اثر انداز نہیں ہوتا بشرطیکہ وہ منہ میں موجود پانی باہر پھینک دے ایسے ہی وہ کھانے کو اس کا ذائقہ چکھ کر اس کو نگلے بغیر باہر پھینک دے تو وضو کی طرح اس کا روزہ متأثر نہیں ہوگا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 441)

221- جس شخص نے رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے جماع کیا

ان دونوں میاں بیوی پر واجب ہے کہ وہ توبہ کریں اور ایک گردن (غلام) آزاد کر کے کفارہ ادا کریں، اور اگر وہ دونوں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھیں تو وہ پے در پے دو مہینوں یعنی ساٹھ دنوں کے روزے رکھیں، پھر اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں وہ اس طرح کہ ہر مسکین کو اپنے ملک میں متداول خوراک کا نصف صاع، جس کا وزن تقریباً ڈیڑھ کلو بنتا ہے، کھانا کھلائیں۔ مذکورہ کفارے کے ساتھ ساتھ ان دونوں پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اس دن کی قضا کرتے ہوئے روزہ رکھیں جس دن انھوں نے جماع کر کے روزہ توڑا تھا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 301/15)

222- جس عورت کو خاوند نے روزے کی حالت میں جماع پر مجبور کیا

یہ بات تو اجماع سے معلوم ہی ہے کہ بلاشبہ جماع روزہ توڑنے والی اشیاء میں داخل ہے اور اس کے نتیجہ میں کفارہ مغلظہ واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ

ایسا کرنے والا ایک گردن کو آزاد کرائے، اگر یہ میسر نہ ہوتو وہ دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھے اور اس کی بھی طاقت نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

لیکن جب عورت کو جماع پر مجبور کیا جائے وہ اس طرح کہ اس کا خاوند اس کو ایسا مجبور کرے کہ وہ اس سے بچ نہ پائے اور وہ اس سے روزے کی حالت میں جماع کرے تو اس صورت میں عورت پر کفارہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ اس کے روزے کی قضا لازم ہوگی اور اس کا کفارہ اس کے خاوند پر ہوگا، لہٰذا خاوند پر دو کفارے واجب ہوں گے، ایک کفارہ اپنی طرف سے اور ایک کفارہ اپنی بیوی کی طرف سے جس کو مجبور کر کے اس نے جماع کیا ہے، نیز اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ کرے اور اس دن کے روزہ کی قضا کرے۔ الغرض خاوند پر تین کام واجب ہوں گے:

1. اپنے اس کام پر جو اس سے سرزد ہوا ہے نادم اور پشیمان ہوتے ہوئے اللہ کے ہاں توبہ کرنا ایسی توبہ جس میں توبہ کی قبولیت کی تمام شرائط موجود ہوں۔
2. جس دن اس نے جماع کیا ہے اس دن کے روزے کی قضا کرنا۔
3. دو کفارے ادا کرنا، ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی اس بیوی کی طرف سے جس کو اس نے مجبور کر کے اس سے جماع کیا ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 456)

223- ماہ رمضان میں دن کے وقت مسافر کا اپنی بیوی سے جماع کرنا

جس شخص نے روزہ رکھنے کی حالت میں ماہ رمضان میں دن کے وقت جماع کیا اس پر کفارہ، یعنی اس دن کی قضا کے وجوب کے ساتھ ظہار والا کفارہ واجب ہوگا اور اس کفارہ کے ساتھ ساتھ اپنے اس فعل کے سرزد ہونے کی وجہ

سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں توبہ کرنا بھی واجب ہے لیکن اگر جماع کرنے والا مسافر یا ایسا مریض ہو جس کے لیے روزہ چھوڑنے کی اجازت و رخصت ہو تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے جماع کرنے میں کوئی حرج ہے، اس پر صرف اس دن کی قضا کرنا واجب ہوگا جس دن اس نے اپنی بیوی سے جماع کیا تھا کیونکہ مسافر اور مریض کے لیے جماع وغیرہ کے ساتھ روزہ توڑنا جائز ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾
[البقرة: 184]

''پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔''

اور اس مسئلہ میں عورت کا حکم مرد والا حکم ہی ہے یعنی اگر اس نے واجب روزہ رکھا ہوا ہے تو اس پر اس دن کی قضا کرنے کے ساتھ ساتھ کفارہ دینا واجب ہوگا اور اگر وہ مسافرہ یا ایسی مریضہ ہے کہ اس پر روزہ گراں گزرتا ہے تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 307/15)

224- جس شخص نے قضا کا روزہ رکھنے والی بیوی سے جماع کیا

اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں توبہ کرے اور وہ اس طرح کہ اپنے اس فعل پر نادم ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم و بڑھائی کو مانتے ہوئے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے عزم بالجزم کرے کہ آئندہ اس طرح کا کام نہیں کرے گا۔

رہی عورت تو اگر اس کو مجبور کر کے جماع کیا گیا ہے تو اس کے ذمہ کچھ

واجب نہیں اور اس کا روزہ درست ہوگا، لیکن اگر وہ بھی مرد کے ساتھ جماع کرنے میں متساہل (جماع پر آمادہ) واقع ہوئی ہوتو اس پر توبہ کے ساتھ اس دن کے روزے کی قضا کرنا واجب ہے، البتہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ واللہ ولی التوفیق۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 309/15)

روزے کی حالت میں مکروہ چیزیں

225- روزہ دار کا اپنی تھوک نگلنا

تھوک نگلنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی اس میں مجھے اہل علم کا کوئی اختلاف معلوم ہے کیونکہ اس میں مشقت ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے، رہے کھنگار، رینٹ اور بلغم تو جب وہ منہ میں آ جائیں تو ان کو پھینکنا واجب ہے اور روزہ دار کے لیے ان کو نگلنا جائز نہیں ہے کیونکہ برخلاف تھوک کے ان سے بچنا ممکن ہے۔ وباللہ التوفیق۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 313/15)

226- رمضان کے دنوں میں غیبت کرنا اور چغلی کھانا

غیبت کرنے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اور غیبت یہ ہے کہ کسی انسان کا ایسے ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو، لیکن یہ ایک معصیت اور نافرمانی ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ [الحجرات: 12]

''اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جبکہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو۔''

اور اسی طرح چغلی کھانا، گالی گلوچ کرنا اور جھوٹ بولنا ان تمام گناہوں سے روزہ بہر صورت نہیں ٹوٹتا ہے لیکن یہ نافرمانیوں والے کام ہیں، روزے دار اور غیر روزے دار سب پر ان تمام گناہوں سے بچنا اور اجتناب کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ گناہ روزے کو مجروح کر دیتے ہیں اور اس کا اجر و ثواب کم کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«من لم يدع قول الزور والعمل به والجهل، فليس لله حاجة أن يدع طعامه وشرابه»[1]

''جس (روزے دار) شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا اور جہالت کا مظاہرہ کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو یہ ضرورت بھی نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔''

نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«الصيام جنة فإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله فليقل: إني صائم»[2]

''روزہ ڈھال ہے جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش گوئی نہ کرے، بیہودہ پن کا مظاہرہ نہ کرے، پس اگر کوئی دوسرا شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا جھگڑے تو یہ کہہ دے: میں روزے سے ہوں۔''

اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 320/15)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1903]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [1894] صحيح مسلم [1151/162]

روزے کی قضا کے احکام

227- ایک عورت ماہ رمضان شروع ہوتے ہی بیمار پڑ گئی اور روزے نہ رکھ سکی

یہ عورت، جس کی بیماری اور اس کا علاج معالجہ چلتا ہی رہا، یہاں تک کہ اگلا رمضان شروع ہوگیا جبکہ اس کے ذمہ ابھی گزشتہ رمضان کے چند دنوں کی قضا بھی باقی ہے، اس کے ذمہ صرف انھی ایام کی قضا واجب ہے جن ایام کے روزے اس نے ترک کیے تھے، لہٰذا یہ عورت موجودہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد پچھلے سال کے ایام کی قضا کرے اور اس پر کسی کو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے، اس لیے کہ وہ اس معاملہ میں معذور ہے کہ اس سے گزشتہ رمضان کے روزوں کی قضا اگلے رمضان تک مؤخر ہوگئی کیونکہ اس کو بوجہ بیماری ان دو رمضانوں کے درمیان فرصت ہی میسر نہیں آئی کہ وہ اس میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرسکتی۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 497)

228- عورت پر دوسرا رمضان اس حال میں آ گیا اور وہ ابھی تک گزشتہ رمضان کے روزے بھی نہ رکھ سکی

جب اس پر دوسرا رمضان اس حال میں آیا کہ روزے چھوڑنے کا عذر ابھی باقی تھا تو وہ اب بھی روزے چھوڑتی رہے اور جب اس کی بیماری دور

ہوجائے اور اس کو روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہوجائے تو پہلے وہ گزشتہ رمضان کے روزوں کی قضا کرے، پھر اس کے بعد والے رمضان کے روزوں کی بالترتیب قضا کرے اور اس کے ذمہ سوائے روزوں کی قضا کے کچھ واجب نہیں ہے بشرطیکہ اس نے روزوں کی قضا کی طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے روزوں کو مؤخر کیا ہو۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 498)

نفلی روزے

229- بیوی کا نفل روزہ رکھنے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت لینا

عورت کے لیے اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ خاوند کو اپنی بیوی پر عشرت (صحبت و اختلاط) اور اجماع وغیرہ کا حق حاصل ہے، پس جب وہ روزہ رکھ لے گی تو وہ خاوند کو اس کے حقوق سے روک دے گی، لہٰذا اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور اس کا نفلی روزہ رکھنا اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 543)

230- ایک حدیث کی وضاحت

سوال نبی ﷺ کی اس حدیث «لا یجوز لامرأة أن تصوم و زوجها شاهد إلا بأذنه» کا مطلب کیا ہے؟ نیز یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب جس حدیث کا مطلب و مفہوم دریافت کیا گیا ہے وہ صحیح حدیث ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

«عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل لامرأة أن تصوم وزوجها شاهد ـيعني حاضرـ إلا بأذنه، ولا تأذن في بيته إلا بأذنه»[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5195]

"کسی عورت کے لیے اپنے خاوند کی موجودگی میں (نفلی) روزہ اس کی اجازت کے بغیر رکھنا حلال نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو آنے دے۔"

اس حدیث کو بخاری و مسلم اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے روایت کیا ہے، پس اس کے خاوند کو اسے نفل روزہ رکھنے سے منع کرنے کا حق حاصل ہے، نیز اس کو قضا کے وسعت رکھنے والے روزے سے روکنے کا بھی حق حاصل ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس پر رمضان کے کچھ ایام کی قضا کرنا باقی ہو اور ابھی دو رمضانوں کے درمیان کافی وقت ہو تو خاوند اپنی بیوی کو قضا کے روزے رکھنے سے روک سکتا ہے اور اگر وقت تنگ ہو اور صرف اتنے ہی دن باقی رہ جائیں جن میں قضا کے روزے رکھ سکے تو ایسی صورت میں خاوند کو اسے روکنے کا حق نہیں ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر رمضان کے روزوں کی قضا کرنا باقی ہوتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شعبان میں ہی ان کی قضا کر پاتی تھیں۔[1]

(الفوزان: المنتقیٰ: 544)

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [1849] صحیح مسلم، برقم [1146]

حج کے احکام

231- خاوند پر اپنی بیوی کے حج کے اخراجات شرعاً لازم نہیں ہیں

خاوند کے ذمہ اپنی بیوی کے حج کے اخراجات لازم نہیں ہیں اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ تو ایک قسم کی (اختیاری) نیکی ہے نیز مذکورہ عورت پر حج واجب نہیں ہے کیونکہ وہ خرچ نہ ہونے کی وجہ سے حج کی طاقت نہیں رکھتی۔ (اللجنة الدائمة: 10701)

232- بیوی کا اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر فرض حج ادا کرنے کے لیے جانے کا حکم

جب حج کی استطاعت والی شرطیں پوری ہو جائیں تو فرض حج کرنا واجب ہو جاتا ہے اور حج کی استطاعت کی شرطوں میں خاوند کی اجازت شامل نہیں ہے اور نہ ہی خاوند کا اس کو روکنا جائز ہے بلکہ اس کے لیے مشروع یہ ہے کہ وہ اس فریضے کی ادائیگی میں اس سے تعاون کرے۔ (اللجنة الدائمة: 5866)

233- وہ عورت جو ساٹھ سال سے آگے گزر چکی اور اس نے غیر محرم کے ساتھ حج کیا

جب عورت نے غیر محرم کے ساتھ حج کیا تو وہ نافرمان ہے اور وہ ایسا کر

کے گناہگار ہوئی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عورت کو محرم رشتہ داروں کے بغیر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے، خواہ وہ سفر حج ہو یا کوئی اور سفر، رہا حج تو وہ فی ذاتہ ان شاء اللہ صحیح ہے، لیکن گناہ کے ساتھ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 575)

234- عورت کا ہوائی جہاز کے ذریعہ محرم کے بغیر سفر کرنا

مسلمان عورت کے لیے ہوائی جہاز اور اس کے علاوہ کسی بھی سواری پر کسی ایسے محرم کے بغیر، جو اس کا شریک سفر ہو، سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ عمومی قول ہے:

«لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم»[1]

''عورت صرف محرم رشتہ دار کے ساتھ ہی سفر کرے۔''

اور اس لیے بھی کہ ہوائی جہاز میں سفر کے دوران اس بات کا امکان و احتمال موجود ہے کہ اس کو کسی نہ کسی ذریعہ سے قابل احتراز چیز کا سامنا ہو جائے اور اس وقت اس کے پاس (محرم رشتہ داروں میں سے) کوئی نہ ہو جو اس کو اس چیز سے بچا سکے۔ اور عورت کے اکیلے ہوائی جہاز میں سفر کرنے میں ایک قباحت اور بھی ہے، اور وہ یہ کہ بعض اوقات ہوئی جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو وہ مطلوبہ ائیر پورٹ پر اترنے کی بجائے کسی اور ائیر پورٹ پر لینڈ کر جائے، پھر اس کے سواروں کو ہوٹل یا کسی اور جگہ جہاز کے درست ہونے کے انتظار میں یا اس کے علاوہ کسی اور جہاز کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے، اور وہ اس انتظار میں لمبی مدت یا ایک دن یا اس سے بھی زیادہ دیر ٹھہرے رہیں، اس عرصہ میں اس اکیلی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1862] صحيح مسلم [827/417]

عورت کو قابل احتراز چیزوں سے بچانے والا کون ہوگا؟

قصہ مختصر شریعت اسلامیہ کے احکام میں بہت زیادہ اور عظیم الشان رموز و اسرار ہیں جن میں سے بعض ہم پر مخفی رہتے ہیں، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم شرعی دلائل پر تمسک اختیار کریں اور ان کی مخالفت سے پرہیز کریں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 383/12)

235- عورت کا اپنی بہن اور بہنوئی کے ساتھ فریضۂ حج ادا کرنا

عورت کا بہنوئی اس کا محرم نہیں ہے کیونکہ وہ اس کے لیے اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ حج نہیں کرسکتی۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 578)

236- عورت عورت کی محرم نہیں ہے

عورت کسی دوسری عورت کی محرم نہیں ہے، محرم تو صرف وہ مرد ہے جس پر وہ عورت نسبی رشتے کی وجہ سے حرام ہے جیسے اس کا باپ اور اس کا بھائی یا کسی مباح سبب سے اس کا محرم ہو جیسے خاوند، خاوند کا باپ، خاوند کا بیٹا اور جیسے رضاعی باپ، رضاعی بھائی اور ان جیسے دیگر محرم رشتے دار۔

اور آدمی کے لیے کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«لا تسافر المرأة إلا مع ذي محرم»[1]

''عورت صرف محرم رشتہ دار کے ساتھ ہی سفر کرے۔''

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1862] صحيح مسلم [827/417]

«لا يخلون رجل بامرأة، فإن ثالثهما الشيطان»[1]

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے (اگر وہ ایسا کرے گا) تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 380/16)

237-ماں کا اپنے فوت شدہ بیٹے کی طرف سے فریضۂ حج ادا کرنا

جب وہ اپنا فرض حج کر چکی ہو تو اس کے لیے اپنے فوت شدہ بیٹے کی طرف سے حج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خاص طور پر جب اس کے فوت شدہ بیٹے نے حج نہ کیا ہو۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 581)

238-بقید حیات بیوی کی طرف سے حج ادا کرنا

بقید حیات کی طرف سے عمرہ یا حج ادا کرنے کے مسئلہ میں قدرے تفصیل ہے، اگر تو وہ حج اور عمرہ، جو کسی دوسرے کی طرف سے ادا کرتا ہے، فرض ہو تو پھر ان کو کسی دوسرے کی طرف سے ادا کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ وہ جس کی طرف سے ان کو ادا کرتا ہے وہ ان کو خود ادا کرنے سے عاجز ہو یا تو بڑھاپے اور کبر سنی کی وجہ سے یا کسی ایسی طویل مرض کی وجہ سے جس کے ہوتے ہوئے وہ حج یا عمرہ ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی طرف سے ان کی ادائیگی کا انتظار کیا جا سکتا ہو۔

تب وہ اپنی طرف سے کسی کو مقرر کر دے جو اسلام کا فریضہ حج اور عمرہ اس کی طرف سے ادا کرے کیونکہ وہ خود ان کی ادائیگی سے معذور ہے، پس وہ کسی کو اپنا نائب بنا دے جو اس کی طرف سے حج یا عمرہ ادا کرے، لیکن جب

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2844] صحيح مسلم، برقم [1341]

تک اس کی طرف سے یہ توقع ہو کہ وہ خود ان کو ادا کرے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ فریضۂ اسلام حج وعمرہ کے لیے کسی کو اپنی طرف سے ان کی ادائیگی پر مقرر کرے، رہا نفل حج اور عمرہ تو نفل حج وعمرہ میں گنجائش اور وسعت ہے۔ چنانچہ اگر وہ ان کی ادائیگی پر کسی کو مأمور کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اولیٰ اور بہتر بلکہ بعض علما کے نزدیک واجب یہ ہے کہ وہ بذات خود حج اور عمرہ کرے جب وہ ان پر قادر ہوجائے اگرچہ یہ نفل حج اور عمرہ ہی کیوں نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 579)

239- مرد کا عورت کی طرف سے یا عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ جس کی طرف سے حج کر رہی ہے وہ فوت شدہ ہو یا حج کرنے سے عاجز ومعذور ہو یا کبرسنی کی وجہ سے یا ایسی بیماری کی وجہ سے جس سے شفایابی کی امید نہ ہو، خواہ حج فرض ہو یا نفل، کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً میرا باپ حج کرنے اور سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تو کیا میں اس کی طرف سے حج اور عمرہ ادا کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

«حج عن أبيك واعتمر» [1]

''(ہاں) اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔''

نیز آپ ﷺ سے ثابت ہے کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت نے سوال کیا: یا

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [1840] سنن الترمذي، رقم الحديث [930] سنن النسائي، رقم الحديث [2621] سنن ابن ماجه، برقم [2906]

رسول اللہ ﷺ! یقیناً میرا باپ حج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کروں؟ آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا:

« حجي عن أبيك » ''(ہاں) اپنے باپ کی طرف سے حج ادا کرو۔''

اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں اور نبی ﷺ نے فرض اور نفل حج کے درمیان فرق نہیں کیا ہے۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ فرض اور نفل دونوں میں مرد اور عورت کی طرف سے مذکورہ شرط کے ساتھ نیابت جائز ہے، اور وہ شرط یہ ہے کہ جس کی طرف سے حج کیا جا رہا ہے وہ فوت شدہ ہو یا کبر سنی یا ایسی بیماری کی وجہ سے عاجز آچکا ہو جس بیماری سے شفایابی کی امید باقی نہ رہی ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 422/16)

240- حائضہ اور نفاس والی عورت کا احرام

احرام باندھنے والے کے لیے طہارت صغری (وضو) اور طہارت کبریٰ (غسل) شرط نہیں ہے، اسی لیے حائضہ اور نفاس والی عورت کا احرام باندھنا صحیح ہے۔ ہاں! سب کے لیے غسل کرنا صرف مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ احرام فرض یا نفل نماز کے بعد باندھا جائے سوائے حائضہ اور نفاس والی عورت کے کیونکہ وہ تو حیض و نفاس کی وجہ سے نماز ہی ادا نہیں کر رہی ہوتیں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 126/16)

241- جب حائضہ اور نفاس والی میقات پر آئیں تو ان پر کیا واجب ہے؟

جب فرض حج یا عمرہ کی نیت سے حائضہ اور نفاس والی عورتیں میقات پر

پہنچیں تو ان پر احرام باندھنا واجب ہے لیکن اگر وہ نفل حج وعمرہ کی نیت سے آرہی ہوں جبکہ انھوں نے اسلام کا فرض کیا ہوا حج اور عمرہ پہلے ادا کرلیا ہو تو ان کے لیے دوسری حج اور عمرہ کرنے والی پاک عورتوں کی طرح بھلائی کی رغبت رکھتے ہو اور اعمال صالحہ کا زاد راہ جمع کرتے ہوئے میقات سے احرام باندھنا مشروع ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [البقرة: 197]

''اور زاد راہ لے لو کہ بے شک زاد راہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے اور مجھ سے ڈرواے عقلوں والو!''

نیز اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے میقات پر محمد بن ابی بکر کو جنم دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غسل کرنے اور احرام باندھنے کا حکم دیا۔[1]

پس جب حائضہ اور نفاس والی عورتیں پاک ہوجائیں تو وہ اپنے حج اور عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا ومروہ کی سعی کریں، اور پھر اگر وہ عمرے کا احرام باندھے ہوئے ہوں تو وہ بال کاٹیں، لیکن اگر وہ حج اور عمرے کا اکٹھا احرام باندھے ہوئے ہوں تو پھر ان کے لیے مشروع یہ ہے کہ وہ اپنے احرام کو عمرے کا احرام بنائیں اور پھر بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کریں اور بال کاٹ کر احرام کھول دیں، پھر دوسرے عمرہ کر کے احرام کھولنے والے حاجیوں کی طرح آٹھ ذوالحج کو دوبارہ احرام باندھیں اور اگر وہ عمرہ کر کے اپنے احرام میں ہی رہیں اور احرام نہ کھولیں تو بھی ان پر کوئی حرج

---

[1] صحیح. سنن أبي داود، رقم الحديث [1905] سنن الترمذي، رقم الحديث [1858] سنن النسائي، رقم الحديث [429] سنن ابن ماجه، برقم [3047]

نہیں ہے، لیکن ان کا یہ عمل خلاف سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں سوائے اس شخص کے جو قربانی کا جانور ساتھ لے کر آیا ہو وہ عمرہ کر کے احرام نہیں کھولے گا بلکہ اسی احرام کے ساتھ حج (قران) ادا کرے گا۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 126/16)

242- اس عورت کا حکم جس نے عمرے کا احرام باندھا تو اس کو حیض آ گیا وہ سفر پر روانہ ہوگئی اور عمرہ نہ کیا

یہ عورت احرام کے حکم میں ہی ہوگی اور اس کا وہ لباس اتارنا جس میں اس نے احرام باندھا تھا اس کو احرام کے حکم سے نہیں نکالتا ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ مکہ واپس آئے اور اپنا عمرہ مکمل کرے اور اس پر اپنا لباس اتارنے یا اپنے ناخن تراشنے یا اپنے بال کاٹنے اور اپنے ملک روانہ ہوجانے کی وجہ سے کسی قسم کا کفارہ نہیں ہے بشرطیکہ اس نے یہ سب کام لاعلمی کی وجہ سے کیے ہوں، لیکن اگر اس کا خاوند ہو اور وہ اس کے مناسک عمرہ ادا کرنے کے لیے لوٹنے سے پہلے اس سے جماع کر لے تو اس کے ساتھ اس کا عمرہ فاسد ہوجائے گا لیکن اس کے عمرے کے فاسد ہونے کے باوصف اس پر مناسک عمرہ کو ادا کرنا واجب ہے، پھر وہ اس کے بعد اس میقات سے احرام باندھ کر، جہاں سے اس نے پہلے عمرے کا احرام باندھا تھا، دوسرے عمرے کے ذریعہ پہلے عمرے کی قضا کرے اور اس کے ساتھ اس پر فدیہ دینا واجب ہوگا، یہ فدیہ اونٹ کا ساتواں حصہ یا گائے کا ساتواں حصہ یا ایک بکری یا بھیڑ کا جذعہ اور مؤنث بھیڑ ہے جس

کوحرم مکی میں ذبح کیا جائے اور حرم کے فقراء میں تقسیم کیا جائے اور یہ کفارہ جماع کے ذریعہ اپنا عمرہ فاسد کرنے کی وجہ سے ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 169/17)

243- عورت کا حج میں لباس

عورت کے لیے کوئی خاص لباس نہیں ہے جس کو وہ حج میں پہنے، وہ تو صرف اپنی عام عادت کے مطابق پہنا جانے والا لباس زیب تن کرے گی، جو اس کے پورے بدن کو ڈھانپنے والا ہو اور اس میں زیب و زینت کا اظہار نہ ہو اور نہ ہی وہ لباس مردوں کے لباس سے مشابہ ہو، احرام باندھنے والی عورت کے لیے ایسا برقع اور نقاب اوڑھنا ممنوع ہے جو خاص طور پر چہرے پر پہننے کے لیے بنایا گیا ہو، نیز محرمہ کے لیے وہ دستانے منع ہیں جو خاص ہاتھوں کے لیے بُنے گئے ہوں، البتہ اس کے لیے برقع اور نقاب پہنے بغیر اپنے چہرے کو ڈھانپنا واجب ہے اور دوران احرام ان کو مطلق طور پر چہرے اور ہاتھوں کو ڈھانپنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ ان کو صرف برقع و نقاب اور دستانوں کے ذریعہ ڈھانپنے سے منع کیا گیا ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 604)

244- دوران احرام خوشبو والا صابن استعمال کرنے کا حکم

احرام کے دوران خوشبودار صابن استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ خوشبو تو نہیں ہے اور نہ ہی خوشبودار صابن استعمال کرنے والے کو خوشبو لگانے والا کہا جاتا ہے، اس قسم کا صابن استعمال کرنے سے تو صرف استعمال کرنے والے سے اچھی خوشبو آتی ہے اور ان شاء اللہ یہ اس کے احرام کے لیے

ضرر رساں نہیں ہے، لیکن اگر وہ تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے بچے تو یہ بہت اچھا عمل ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 131/16)

245- عورت کے حج میں بال کاٹنے کی کیفیت اور طریقہ

عورت اپنی ہر ایک مینڈھی اور لِٹ سے ایک انگلی یا اس سے کم بال کاٹے گی۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 148/16)

246- عورتوں کا مزدلفہ سے لوٹنا

عورتوں کے لیے مطلق طور پر مزدلفہ والی رات یعنی نحر والی رات آدھی رات کے وقت ہی مزدلفہ سے پلٹ آنا جائز ہے، خواہ وہ مضبوط اور طاقتور ہی ہوں، اور اسی طرح دوسرے کمزور، بڑی عمر کے بوڑھے اور ان جیسے دیگر لوگ بھی رات کو مزدلفہ سے منیٰ آجائیں کیونکہ نبی ﷺ نے ایسے لوگوں کو رات کے وقت مزدلفہ سے لوٹنے کی رخصت دی ہوئی ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 142/16)

247- عورت کا حجر اسود کو بوسہ دینا

دورانِ طواف حجر اسود کو بوسہ دینا طواف کی سنتوں میں سے ایک سنت مؤکدہ ہے بشرطیکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے بغیر رش کیے بوسہ دیا جا سکے اور کسی کو تکلیف دیے بغیر بوسہ میسر آئے، اور اگر رش اور تکلیف دہی کے بغیر بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو پھر اس کو ترک کرنا اور صرف اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا ہی کافی ہے، خاص طور پر عورت کے لیے کیونکہ وہ پردہ ہے،

اور جب حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت رش کرنا مردوں کے حق میں مشروع نہیں ہے تو عورتوں کے حق میں بالاولیٰ مشروع نہیں ہے، اسی طرح اگر اس کو بغیر رش کے بوسہ دینا میسر بھی آجائے تو اس کے لیے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت اپنا چہرہ ننگا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس جگہ ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو اس کے محرم نہیں ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 1775)

248- جو عورت طواف افاضہ سے پہلے حائضہ ہو جائے

جونسی عورت طواف افاضہ کرنے سے پہلے حائضہ ہو جائے اس پر اور اس کے محرم پر واجب ہے کہ وہ انتظار کریں حتی کہ یہ عورت حیض سے پاک ہو جائے اور پھر طواف افاضہ کرے، پس اگر وہ انتظار کرنے کی قدرت نہ رکھتی ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر کر کے چلی جائے اور پھر دوبارہ آ کر طواف افاضہ کر لے، اور اگر وہ دوبارہ آنے کی طاقت نہیں رکھتی اس لیے کہ وہ دور دراز ملکوں میں سے کسی ملک کی رہنے والی ہے جیسے انڈونیشیا یا مغربی ممالک یا اس طرح کے دور دراز ملک تو صحیح قول کے مطابق اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر لپیٹ کر حج کی نیت سے طواف کر لے، اور اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک اس کا اس حالت میں طواف کرنا اس کی طرف سے کفایت کر جائے گا، ایسا کہنے والے اہل علم میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 148/16)

249- حائضہ اور نفاس والی عورت کے حق میں طوافِ وداع کا حکم

حائضہ اور نفاس والی عورت پر طواف وداع واجب نہیں ہے کیونکہ ابن

عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ (مکہ سے روانگی پر) ان کا آخری وقت بیت اللہ کے پاس گزرنا چاہیے (یعنی اس کا طوافِ وداع کرنا چاہیے) لیکن حائضہ عورت سے اس کی تخفیف کی گئی ہے۔[1]

اور اہل علم کے نزدیک مذکورہ حکم میں نفاس والی عورتیں بھی حائضہ کی طرح شامل ہیں۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 151/16)

250- دورانِ حج اپنی بیوی سے مباشرت کرنا

محرم کو اپنی بیوی سے مباشرت یا جماع یا جماع کے ذکر والے کلام کے ذریعہ استمتاع (لطف اندوزی) کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾ [البقرة: 197]

''پھر جو ان میں حج فرض کر لے تو حج کے دوران نہ کوئی شہوانی فعل ہو اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا۔''

مذکورہ فرمان میں ''رفث'' کا مطلب ہے جماع یا ایسا کلام کرنا جو جماع پر ابھارنے اور اکسانے والا ہو، نیز رفث کا کوئی مطلب ہے بیوی سے مباشرت کرنا، اس کی طرف جنسی نظر سے دیکھنا اور اس طرح کا دیگر کام کرنا، اور ﴿ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ ﴾ [البقرة: 197] ''ان میں حج فرض کر لے۔'' کا مطلب ہے جس نے حج کا احرام باندھا، لیکن جب وہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد اپنے احرام کو کھول دے یعنی عید کے دن دس ذوالحجہ کو جمرہ کبری کو کنکریاں مارے، اپنا سر منڈھوا لے یا بال چھوٹے کروا لے۔ طواف افاضہ کر لے اور طواف افاضہ کرنے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5889] صحيح مسلم [1328/38]

کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لے اگر اس پر سعی واجب ہو، جب وہ مذکورہ تین کام کر چکے تو اس کے لیے اپنی بیوی سے لطف اندوز ہونا، جماع کرنا اور اس انداز میں مباشرت کرنا جو اللہ نے اس کے لیے مباح کیا ہے حلال ہو جاتا ہے۔
(الفوزان: المنتقیٰ: 601)

251- جس شخص نے پہلے تحلل (حلال ہونے) کے بعد دوسرے تحلل سے قبل اپنی بیوی سے جماع کیا

جس شخص نے پہلے تحلل کے بعد اور دوسرے سے قبل اپنی بیوی سے جماع کیا تو اس پر اور اس کی بیوی پر، اگر وہ اس جماع پر آمادہ تھی، ایک بکری یا اونٹ کا ساتواں حصہ یا گائے کا ساتواں حصہ فدیہ دینا واجب ہے اور جو شخص یہ دونوں فدیے دینے سے عاجز آ جائے تو وہ دس دن کے روزے رکھے۔
(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 132/16)

252- مسئلہ

سوال جب عورت اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے یا اپنے والدین کی طرف سے قربانی کا ارادہ رکھتی ہو تو عشرہ ذی الحجہ شروع ہونے سے پر اس کے لیے کیا جائز ہے؟

جواب اس کے لیے اپنے بالوں کو کھولنا اور ان کو دھونا جائز ہے لیکن وہ بالوں کو زور سے ملے اور نہ کھجلائے، اور بال کھولتے اور دھوتے وقت جو بال گر جائیں ان سے کچھ نقصان نہیں ہوتا ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 48/18)

تیسری قسم

معاملات

1. احکام نکاح۔
2. احکام طلاق۔
3. احکام خلع۔
4. احکام ظہار۔
5. ایلاء اور لعان۔
6. نسب ملانا اور متبنّٰی بنانا۔
7. عدت اور سوگ۔
8. نان ونفقہ کے احکام۔
9. رضاعت کے احکام۔
10. کفالت کے احکام۔
11. قسم اور نذر۔
12. لباس اور زینت۔
13. محارم کے احکام۔

منگنی اور حق مہر

253- وہ امور جن کی بنیاد پر لڑکی اپنے خاوند کا انتخاب کرے

وہ اہم اوصاف جن کی وجہ سے لڑکی کے لیے یہ لائق اور مناسب ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے کا انتخاب کرے وہ حسن خلق اور دینداری ہے، رہا مال اور نسب تو یہ ثانوی حیثیت کی چیزیں ہیں، لیکن اہم چیز یہ ہے کہ پیغامِ نکاح دینے والا دیندار اور خوش اخلاق ہو کیونکہ دیندار اور خوش اخلاق آدمی سے عورت کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی، اگر وہ اسے اپنے پاس بسائے گا تو اچھے طریقے سے بسائے گا اور اگر وہ اس کو فارغ کرے گا تو احسان کرتے ہوئے اچھے انداز میں ہی فارغ کرے گا۔

پھر یہ کہ دیندار اور خوش اخلاق شخص اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے بڑا بابرکت ثابت ہوگا، وہ سب اس سے خوش اخلاقی اور دینداری کا درس لیں گے، لیکن اگر وہ شخص خوش اخلاق اور دیندار نہیں ہے تو عورت پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص سے دور رہے، خاص طور پر ان لوگوں سے جو ادائیگی نماز میں سستی کرتے ہیں یا جو۔العیاذ باللہ۔شراب نوشی میں معروف و مشہور ہیں۔

لیکن وہ لوگ جو کبھی بھی نماز ادا نہیں کرتے وہ تو کافر ہیں، ان کے لیے مومن عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ ہی وہ مومن عورتوں کے لیے حلال ہیں، بہر حال اس معاملے میں اہم چیز یہ ہے کہ عورت خوش اخلاقی اور

دینداری کو بنیاد بنائے، لیکن اگر اچھا نسب بھی مل جائے تو یہ بھی بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إذا أتاكم من ترضون دينه و خلقه فأنكحوه»[1]

''جب تمھارے ہاں کوئی ایسا شخص پیغام نکاح دے جس کی دینداری اور خوش اخلاقی کو تم پسند کرتے ہو تو (اپنی بیٹی، بہن وغیرہ کا) اس سے نکاح کر دو (وگرنہ زمین میں فساد کبیر برپا ہوگا)۔''

لیکن جب عورت کو (دینداری، خوش اخلاقی کے ساتھ ساتھ) خاوند کی ہمسری و برابری بھی حاصل ہو جائے تو یہ افضل ہے۔

(ابن عثیمین: فتاویٰ المرأة المسلمة)

254- لڑکے اور لڑکی کے درمیان محبت کے تبادلے کا شرعی طریقہ

اس کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں کسی عورت کی محبت گھر کر جائے اور وہ عورت خاوند کے بغیر ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے گھر والوں کے پاس اس سے نکاح کا پیغام بھیجے پھر (اگر وہ مان جائیں تو) اس سے صحیح طریقے سے نکاح کر لے، وہ شرعی طریقے اور گناہوں سے محفوظ طریقے پر چلنے والا شمار ہوگا۔

لیکن اس صورت حال میں اس کے لیے عقد نکاح سے پہلے اس عورت سے انفرادی رابطہ کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس سے خطوطِ محبت کا تبادلہ کرے، اس سے اظہار تعلق کرے، اس سے خط و کتابت یا بالمشافہ ہم کلام ہو کر لطف اندوزی کا سامان پیدا کرے یا ان سے ملتے جلتے کام

[1] حسن. سنن الترمذي، رقم الحديث [1085]

کرے کیونکہ اس کے لیے صرف اتنا مشروع ہے کہ وہ اس چیز کو دیکھ لے جس نے اس کو اس عورت کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ کیا ہے اگر وہ ایسی چیز ہو جسے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ رہا پیغام بازی (SMS) کرنا، خط و کتابت کرنا، ٹیلی فون کے ذریعہ مکالمات کرنا اور اس طرح کے دیگر کام کرنا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے فتنہ برپا ہوتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شرعی نکاح کے ذریعہ سے اس عورت تک رسائی میسر نہیں آتی تو اس طرح اس لڑکے کا دل اس لڑکی سے اور لڑکی کا دل لڑکے سے معلق ہو کر رہ جاتا ہے جبکہ وہ ایک دوسرے کو حاصل نہیں کر پاتے ہیں جس کی بنا پر بے شمار خرابیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 13)

255- پیغام نکاح بھیجنے والے کا اپنی منگیتر کو دیکھنا

نکاح کا پیغام دینے والے کے لیے اپنی مخطوبہ (منگیتر) کو دیکھنا مسنون ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا، نیز اس لیے کہ اس کا منگیتر کو دیکھنا میاں بیوی کی زندگی کو باسعادت بنانے کے زیادہ لائق ہے، لہٰذا مرد اپنی منگیتر سے وہ سب کچھ دیکھ لے جو اس کو اس سے منگنی کرنے پر اکسا رہا ہے اور اس کی طرف مائل کر رہا ہے جیسے چہرہ، سر، ہتھیلیاں، پاؤں اور گردن کیونکہ یہی وہ سب اعضا ہیں جو مرد کو اس سے منگنی کرنے پر اکساتے اور ابھارتے ہیں، نیز عورت کو اجازت ہے کہ وہ مرد کے ظاہری اعضا کو دیکھ لے جیسے اس کا چہرہ، ہتھیلیاں، پاؤں، گردن اور اس کا سر جب اس پر کوئی پردہ نہ ہو کیونکہ دونوں افراد کو ایک دوسرے کو دیکھنے کی ضرورت ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ یہ دیکھنا خلوت میں نہ ہو، نیز شہوت کے ساتھ نہ ہو، اور مرد عورت کی طرف اس طرح

دیکھے جیسا بھاؤ لگانے والا اپنے اس سامان کی طرف دیکھتا ہے جس کا وہ بھاؤ لگاتا ہے، اور جب مرد پہلی نظر میں اچھی طرح نہ دیکھ سکے اور وہ دوبارہ دیکھنے کا خواہش مند ہو تو اس کو دوبارہ دیکھنے کی بھی رخصت ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

256- مخطوبہ (منگیتر) کا نکاح کا پیغام دینے والے کے والد سے مصافحہ کرنا

عورت کے لیے پیغام نکاح دینے والے کے باپ کے سامنے ظاہر ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ عقد نکاح کے بعد ہی اس عورت کا محرم بنے گا، رہا پیغام نکاح دینے والے کے سامنے ظاہر ہونا تو اس کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن بغیر خلوت اور شہوت کے، اور بغیر اس کے کہ وہ عورت کی طرف دیکھ کر لطف اندوز ہوتا رہے، وہ تو اس مرد کے سامنے صرف اس لیے ظاہر ہوگی تاکہ وہ اس کو دیکھ کر اپنی خواہش کا اظہار کر سکے، پس اگر مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے متعلق رغبت رکھیں تو ان کے درمیان عقد نکاح مکمل ہوگا وگرنہ دونوں اپنے اپنے باپ کے گھر میں بیٹھے رہیں گے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 10)

257- منگیتر کے ساتھ گھومنا پھرنا

مخطوبہ اپنے منگیتر کے لیے ایک اجنبی عورت ہے، وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے بلکہ وہ اس کے ساتھ اس کے علاوہ دیگر مردوں کی طرح ہے لہٰذا اس منگیتر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مخطوبہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے اور نہ ہی

یہ جائز ہے کہ وہ بذریعہ ٹیلی فون اس سے مخاطب ہو، اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ اس کے ساتھ عقد نکاح ہونے تک کسی بھی ذریعہ سے ہمکلام ہو کیونکہ وہ عورت، جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے، اس کے لیے ایک اجنبی عورت ہے، چنانچہ اس کا اس عورت کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور ایک اجنبی عورت کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا ایک جیسا ہی ہے۔ بعض لوگ اس مسئلہ میں یعنی اپنی منگیتر سے ہمکلام ہونے کے مسئلہ میں سستی کرتے ہیں اور بعض اوقات منگنی کرنے والا اپنی منگیتر کو لے کر تنہا کہیں (سفر اور Outing پر) چلا جاتا ہے، جو حرام ہے، اگر یہ اس کو لے کر کہیں جانا ہی چاہتا ہے تو پہلے اس سے نکاح کر لے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 6)

258- منگیتر کا اپنی منگیتر کے ساتھ بذریعہ ٹیلی فون ہمکلام ہونا

نکاح کا پیغام دینے والے کے اپنی مخطوبہ سے بذریعہ ٹیلی فون گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ یہ گفتگو مخطوبہ کے اس پیغام نکاح کو قبول کرنے کے بعد ہو، یہ گفتگو مفاہمت پیدا کرنے کے لیے ہو، بقدر ضرورت ہو اور اس میں کسی قسم کے فتنہ کا خدشہ نہ ہو، لیکن اگر ان کی یہ گفتگو عورت کے ولی کی معرفت ہو تو زیادہ بہتر اور شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

رہے وہ مکالمات جو مردوں اور عورتوں، نوجوان لڑکوں اور نوجوان لڑکیوں کے درمیان چلا کرتے ہیں جبکہ ان کی آپس میں منگنی نہ ہوئی ہو اور وہ تعارف (Understanding) پیدا کرنے کے نام سے یہ مکالمات کیا کرتے ہیں، تو یہ منکر اور حرام ہیں جو فتنہ بھڑکانے والے اور بے حیائی میں مبتلا کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ [الأحزاب: 32]

''بات کرنے میں نرمی نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کر بیٹھے، اور وہ بات کہو جو اچھی ہو۔''

پس عورت اجنبی مرد سے ضرورت کے تحت ہی گفتگو کیا کرے اور وہ گفتگو بھی ایسی ہو جو معروف طریقے سے ہو، فتنہ پرور اور شکوک و شبہات پیدا کرنے والی نہ ہو۔

علمائے کرام رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ محرمہ (احرام باندھنے والی) تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آواز بلند نہ کرے، جبکہ حدیث میں بھی آتا ہے:

«إذا نابكم شيء في صلاتكم فليسبح الرجال، ولتصفق النساء» [1]

''جب تمھیں اپنی نماز میں کوئی معاملہ پیش آجائے تو (اس سے خبردار کرنے کے لیے) مرد حضرات ''سبحان اللہ'' کہیں اور عورتیں تصفیق کریں (الٹے ہاتھ پر ہاتھ مار کر امام کو خبردار کریں)۔''

مذکورہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرد حضرات عورت کی آواز صرف انھیں حالات میں سنا کریں جن میں اس کے سننے کی انتہائی ضرورت ہو اور اس میں شرم و حیا کے پہلو کو مدنظر رکھا جائے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 186)

259- عورت مکمل مہر کی حقدار ہے

جب مرد عورت کے لیے عقد نکاح کے وقت حق مہر مقرر کرے یا خاوند اور عورت کے درمیان اتفاق سے حق مہر طے پا جائے پھر اس طے شدہ حق مہر پر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1218]

مرد عورت سے عقد نکاح باندھ لے تو محض عقد سے ہی عورت مہر کی مالک بن جائے گی، پھر اگر وہ مرد دخول سے قبل اس عورت کو طلاق دے دے تو وہ اس سے نصف حق مہر واپس لے گا، اور اگر وہ خلوت شرعیہ کے ساتھ اس سے دخول کر لے تو وہ پورے حق مہر کی مالک بن جائے گی، لیکن اگر اس نے عقد تو کر لیا مگر حق مہر مقرر نہ کیا تو جب وہ اس سے دخول کرے گا تو اس عورت کے لیے مہر مثل ثابت ہو جائے گا جس کی وہ دخول کے ساتھ مالک بن جائے گی۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 11/22)

260- مہروں کی حد بندی

ہمیں کتاب و سنت سے کوئی ایسی دلیل معلوم نہیں ہے جو مہر کی تحدید پر دلالت کرتی ہو، اس سلسلہ میں جو دلائل قرآن کے اندر بیان ہوئے ہیں ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو عورت کو بھاری مہر دینے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو قلیل اور کثیر دونوں قسم کے مہر پر دلالت کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے دلائل میں ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ﴾ [النساء: 20]

''اور اگر تم کسی بیوی کی جگہ اور بیوی بدل کر لانے کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔''

اور دوسری قسم کے دلائل میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [النساء: 124]

''اور خاوند والی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگر وہ (لونڈیاں) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں، یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں جو ان کے سوا ہیں کہ اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو، اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے۔ پھر وہ جن سے تم ان عورتوں میں سے فائدہ اٹھاؤ، پس انھیں ان کے مہر دو، جو مقرر شدہ ہوں اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مقرر کر لینے کے بعد آپس میں راضی ہو جاؤ، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اور دوسرا اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ﴾ [المائدة: 5]

''آج تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور

ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں اور نہ چھپی آشنائیں بنانے والے۔"

مذکورہ دو آیتوں میں استعمال ہونے والے الفاظ ''اموال'' اور ''اجور'' قلیل اور کثیر دونوں قسم کے حق مہر پر بولے جاتے ہیں، رہے وہ دلائل جو سنت اور حدیث میں مذکور ہیں تو وہ مختلف واقعات کے ضمن میں مذکور ہیں جن سے مہروں میں بہت زیادہ فرق ثابت ہوتا ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی بیویوں اور آپ ﷺ کی بیٹیوں کا حق مہر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویوں کے مہر جیسے شادی کرنے والے ایک صحابی کو جو قرآن حفظ ہے اس کی بنیاد پر اس کا نکاح کروانا، جوتوں کے ایک جوڑے کے عوض نکاح، گھٹلی کے وزن کے برابر سونے پر نکاح اور چار اوقیہ کے مہر کی بنا پر نکاح کروانا۔ جو شخص اس مسئلہ پر تفصیلی معلومات چاہتا ہو وہ صحیحین (بخاری و مسلم) اور ''سنن اَربعہ (نسائی، ترمذی، ابو داود، ابن ماجہ)'' وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔ (اللجنة الدائمة: 3424)

261- کچھ حق مہر کو مقدم یا مؤخر کرنا

یہ مسئلہ میاں بیوی یا خاوند اور عورت کے ولی کے اتفاق کرنے سے تعلق رکھتا ہے، وہ جس چیز پر بھی اتفاق کرلیں اس کے حق مہر بننے میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ وہ معجّل ہو یا مؤجل، الحمد للہ اس میں وسعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«المسلمون على شروطهم»[1]

''مسلمان اپنی شرطوں پر (قائم رہنے والے ہوتے) ہیں۔''

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [5349]

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«ان أحق الشروط أن يوفى به ما استحللتم به الفروج»[1]

''بلاشبہ وہ شرطیں جو پورا کیے جانے کی زیادہ حقدار ہیں وہ شرطیں ہیں جن کے ساتھ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔''

پس جب ان دونوں (میاں بیوی یا خاوند اور عورت کا ولی) کا اس بات پر ت ہوجائے کہ مہر کو مقدم یا مؤخر کیا جائے یا وہ کچھ مہر کو مقدم اور کچھ کو مؤخر نے پر متفق ہوجائیں تو ان تمام صورتوں میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مسنون ہے کہ عقد نکاح کے وقت کچھ نہ کچھ مقرر کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ﴾ [النساء: 24]

''کہ تم اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو۔''

پس وہ کچھ مہر مقرر کرے، اگر تو وہ کسی چیز کا نام لے کر مہر مقرر کرے تو ا ہے اور اگر یہ کہے: مہر مؤجل (بعد میں ادا کیا جانے والا) میرے ذمہ ہے اس کی مقدار دونوں کو معلوم ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یا نصف مہر جل ہو یا ایک تہائی یا چوتھائی مؤجل ہو۔ اور کتنا معجّل ہے اور کتنا مؤجل جب اس کی وضاحت کر دے تو کوئی حرج نہیں، الحمدللہ تمام صورتوں کی گنجائش جود ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ و المقالات: 89/21)

262- ایک شخص نے دوسرے کو اپنی بیٹی صدقہ کی اور صدقہ کرنے کو ہی حق مہر تصور کیا

کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص پر اپنی بیٹی بغیر حق مہر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2721] صحيح مسلم [1418/63]

کے صدقہ کرے، اس صورت میں یہ شادی صحیح تصور نہیں ہوگی، جب اس نے کسی کے ساتھ حق مہر نہ لینے کی نیت کے ساتھ شادی کی، چنانچہ اس عورت کو اپنے خاندان کی عورتوں جیسا یعنی مہر مثل دیا جائے گا کیونکہ وہ اس طرح صدقہ کرنے والے کی مملوکہ لونڈی نہیں ہے اور حق مہر اس کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔

کتاب وسنت کے دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نکاح میں حق مہر کا ہونا واجب ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ﴾ [النساء: 24]

''اور تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں جو ان کے سوا ہیں کہ اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو، نہ کہ بدکاری کرنے والے۔''

اور اس لیے بھی کہ محض عورت کے ہبہ کرنے اور حق مہر کے بغیر نکاح کرنا نبی اکرم ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک خاصہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الأحزاب: 50]

''اور کوئی بھی مومن عورت اگر وہ اپنا آپ نبی کو ہبہ کر دے، اگر نبی چاہے کہ اسے نکاح میں لے لے۔ یہ خاص تیرے لیے ہے، مومنوں کے لیے نہیں۔'' (اللجنة الدائمة: 1943)

263- بیوی کا عقد نکاح کے کچھ عرصہ بعد اپنے خاوند سے مہر کا مطالبہ کرنا

حق مہر عورت کے حقوق میں سے ہے، جب بھی وہ اس کا مطالبہ کرے تو خاوند کے ذمہ واجب ہوجاتا ہے کہ وہ اس کو مہر مثل (اس کے خاندان کی عورتوں جیسا مہر) ادا کرے کیونکہ جماع وغیرہ کا حق مہر عوض اور بدلہ ہے جو خاوند اپنی بیوی کی شرمگاہ سے حاصل کرتا ہے، پس جب عورت اپنا حق مہر ساقط کر دے یا خوشدلی کے ساتھ کچھ حق مہر سے دست بردار ہوجائے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ عقد نکاح کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ [النساء: 4]

''اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دو، پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمھارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہوجائیں تو اسے کھالو، اس حال میں کہ مزے دار، خوشگوار ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 20879)

264- بیوی کا اپنے حق مہر میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا

بیوی اپنے حق مہر کی مکمل مالک ہوتی ہے الا یہ کہ اس کا خاوند اس کو دخول کرنے اور اس کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے پہلے طلاق دے دے تو پھر اس کو نصف حق مہر ملے گا (بشرطیکہ حق مہر مقرر ہوچکا ہو اور اگر حق مہر مقرر نہ ہوا ہو تو دخول سے پہلے طلاق کی صورت میں عورت کو صرف کچھ فائدہ ملے گا) جب عورت اپنے حق مہر کی مکمل مالکہ ہے تو وہ تمام حق مہر کو یا بعض حق مہر کو بیچنا

چاہتی ہو تو خاوند کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے، جی ہاں! اگر وہ عورت سونے کے وہ زیورات فروخت کر دیتی ہے جس کے ساتھ وہ خاوند کے لیے بناؤ سنگھار کیا کرتی تھی اور اب وہ خاوند سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس کے بدلے میں اسے اور زیورات خرید کر دے تو اس کے لیے ایسا کرنا لائق اور مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا کر کے خاوند پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال رہی ہے اور بعض اوقات خاوند کم مال والا ہوتا ہے تو وہ محض اپنی بیوی کی خوشی کی خاطر قرض اٹھا کر اس کی خواہش کو پورا کرتا ہے جو مناسب نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 22)

265-باپ کا اپنی بیٹی کی رضا کے بغیر اس کے حق مہر پر قبضہ جما لینا

لڑکی کے اپنے حق مہر کی مالکہ بننے کے بعد اس کے باپ کو اس کے مہر میں سے کچھ لینے کا حق حاصل ہے، اگرچہ وہ اس پر راضی نہ ہو، الا یہ کہ جب باپ کے حق مہر لینے سے لڑکی کو ضرر و نقصان پہنچتا ہو، وہ اس طرح کہ لڑکی حق مہر کے مال کی کچھ اس طرح سے محتاج اور ضرورت مند ہو کہ اس کی ضروریات اس مال سے پوری ہو رہی ہوں اور اس کے مصالح اور گزر اوقات اسی مال سے وابستہ ہو تو ایسی صورت میں باپ کو اس کے حق مہر سے کچھ لینا حلال نہیں ہے کیونکہ اپنے نفس کی حاجت وضرورت دوسرے کی حاجت وضرورت سے مقدم ہے۔ اور اگر باپ عقد نکاح کے وقت یا اس کی منگنی کے وقت بیٹی کے حق مہر سے کچھ لینے کی شرط عائد کرتا ہے، مثلاً وہ کہتا ہے: میں تجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کروں گا کہ تو مجھے حق مہر میں سے اتنا اتنا مال عطا کرے گا تو یہ اس کے لیے حرام ہے، حلال نہیں ہے، کیونکہ اس کا مطلب تو ہوا کہ بیٹیوں کی حیثیت

اپنے باپوں کے مال و متاع کی ہے کہ جہاں اس کی زیادہ اور بڑی قیمت لگے وہیں وہ اس کو فروخت کر دے، باپ کا ایسا کرنا اس کو امانت میں خیانت کرنے کی طرف مائل کر دے گا، جیسے کہ اکثر لوگوں میں فی الواقع ایسے ہوتا بھی ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ آدمی کسی نیک پیغام نکاح بھیجنے والے کی دینداری اور خوش اخلاقی کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ وہ تو صرف اس شخص کا پیغام نکاح قبول کرتا ہے جو اس کو دوسروں کی نسبت اس کی بیٹی کے حق میں سے زیادہ حق مہر دے۔

اس مسئلہ میں اولیاء پر چند امور واجب ہیں، یہ کہ وہ عورت کے متعلق متنبہ اور خبردار رَہیں اور اس بات کو جان رکھیں کہ ان کے لیے حلال نہیں ہے، کہ وہ حق مہر میں سے اپنے لیے کچھ خاص کرنے کی شرط لگائیں نہ باپ کو نہ بھائی کو نہ چچا کو اور نہ ان کے علاوہ دیگر اولیاء کو، اور اگر وہ اپنے لیے اس حق مہر سے کچھ لینے کی شرط بھی لگائیں تو پھر بھی وہ شادی کرنے والی عورت کے لیے ہی ہے کیونکہ وہ اس کی شرمگاہ کا عوض اور اس سے استمتاع کرنے کا بدلہ ہے، لہٰذا کسی کو اس حق مہر پر تسلط اور قبضہ جمانے کا حق نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 14)

نکاح میں ولی کی حیثیت

266- عورت کا ولی کے بغیر شادی کرنا

ولی کی اجازت صحتِ نکاح کی شرائط میں شامل ہے، لہٰذا عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ولی کے بغیر شادی کرے۔ اگر وہ ولی کے بغیر شادی کر لے تو اس کا نکاح باطل ہوگا، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا نكاح إلا بولي»[1]

''ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ہے۔''

نیز اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو سلیمان بن موسیٰ نے زہری سے انھوں نے عروہ سے اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فإن دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها فإن اشتجروا فالسلطان ولي من لا ولي له»[2]

''جونسی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے اس کا نکاح

---

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [2085] سنن الترمذي، رقم الحديث [1101] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1881]

[2] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [2083] سنن الترمذي، برقم [1102]

باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، پس اگر اس (ولی کے بغیر نکاح کرنے والے) نے اس عورت سے دخول کیا تو عورت کے لیے حق مہر واجب ہوجائے گا، اس لیے کہ اس نے عورت کی شرمگاہ کو اپنے اوپر حلال کیا، پس اگر ان کا ولی میں اختلاف ہوجائے تو جس کا کوئی ولی نہ بن سکے سلطان اور بادشاہ اس کا ولی ہوگا۔''

ایک دوسری حدیث کو ابو داود الطیالسی نے روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

«لا نكاح إلا بولي، وأيما امرأة نكحت بغير إذن ولي فنكاحها باطل باطل باطل، فإن لم يكن لها ولي فالسلطان ولي من لا ولي لها»[1]

''ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، جونسی عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، پس اگر اس کا کوئی ولی نہ ہو تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی بادشاہ ہوتا ہے۔''

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی اس امر کی مخالفت کرنے والا معلوم نہیں ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 1273)

267- مطلقہ عورت کا ولی یا گواہوں کے بغیر ایجاب وقبول کے ساتھ اپنا نکاح کرنا

صحیح موقف یہ ہے کہ یہ شادی درست نہیں ہے کیونکہ اس میں ولی کی

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث[1463]

اجازت شامل نہیں ہے جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«لا نكاح إلا بولي»[1]

ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہے۔"

لیکن بعض علماء کرام رحمہم اللہ یہ سمجھتے ہیں کہ آزاد، بالغ اور سمجھدار عورت اپنا نکاح کر سکتی ہے، لہٰذا جب یہ عورت کسی ایسی قوم میں رہتی ہو جس قوم کے علماء یہ رائے رکھتے ہوں تو اس کا نکاح اس بنا پر صحیح ہے کہ یقیناً عامی آدمی کا مذہب وہی ہوتا ہے جو مذہب اس علاقے، شہر اور ملک کے علما کا مذہب ہوتا ہے لیکن جب وہ کسی ایسے علاقے کی رہنی والی ہو جہاں کے علما ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو جائز نہ سمجھتے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کرے، اور ولی کی اجازت کے ساتھ اپنا نکاح کرے، جو کچھ ہو چکا اس کو معاف کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ کام اس کی طرف سے شبہے کی وجہ سے سرزد ہوا ہے اور اگر اس دوران اولاد بھی ہو تو وہ انھیں میاں بیوی کی اولاد ہوگی۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 25)

268- عورت کے اپنی شادی خود نہ کر سکنے کی حکمت

یہ بات تو معلوم و معروف ہے کہ عورت عقل کی ناقص اور عاطفت و محبت میں مضبوط ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ما رأيت من ناقصات عقل و دين أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن»[2]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [2085]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [298] صحيح مسلم، رقم الحديث [79]

''میں نے تم عورتوں کے ناقص عقل اور ناقص دین ہونے کے باوجود عقل مند آدمی کی مت مارنے والی تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

پس جب عقل کی ناقص، محبت کی مضبوط ہے تو اکثر اسے دھوکا دیا جاتا ہے، لہٰذا اس کو ایسا شخص بھی پیغام نکاح دے دیتا ہے جو اس کے لائق اور مناسب نہیں ہوتا اور تب اس کو سعادت، خوشی اور مسرت کی بجائے ندامت و بدبختی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، شریعت کے پیش نظر یہی وہ حکمت ہے جس کے تحت اس نے عورت کو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے سے منع کر دیا ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 28)

269- کنواری لڑکی کا اپنے والد کی اجازت کے بغیر شادی کرنا

عورت کے لیے اپنے والد کی اجازت کے بغیر شادی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا والد اس کا ولی ہے اور وہ اس لڑکی کی نسبت اچھی نظر و فکر کا مالک ہے، لیکن باپ کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو نیک اور ہمسر شخص کے ساتھ شادی کرنے سے منع کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إذا أتاكم من ترضون دينه وأمانته، فزوجوه إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير»[1]

''جب تمھارے پاس (تمھاری بیٹی وغیرہ سے نکاح کے لیے) ایسا شخص پیغام نکاح لے کر آئے جس کی دینداری اور امانت داری کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے (اپنی بیٹی وغیرہ کی) شادی کر دو اور اگر تم

[1] **ضعیف**. شعب الإيمان [282/4]

ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہوگا۔"

اور لڑکی کو بھی یہ لائق نہیں ہے کہ وہ ایسے شخص کے ساتھ شادی کرنے پر اصرار کرے جس کو اس کا والد پسند نہ کرتا ہو کیونکہ اس کا والد اس سے زیادہ گہری نظر رکھتا ہے، نیز اس لیے کہ اس لڑکی کو کیا معلوم کہ شاید اس کی بہتری اس سے شادی نہ کرنے میں ہو، اور اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں:

﴿ وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ﴾ [البقرة: 216]

"اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو۔"

لہٰذا عورت پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے دعا کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک اور صالح خاوند عطا فرمائے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 139)

270- والد کا اپنی بیٹی کو شادی پر مجبور کرنا

والد کو اپنی بیٹی کو شادی پر مجبور کرنے کا حق نہیں ہے، لیکن اس بیٹی کا بھی حق یہی ہے کہ وہ اس معاملے میں اپنے والد کی نافرمانی نہ کرے کیونکہ وہ ہمیشہ سے اس کی مصلحت کا خیال رکھنے والا اور اس کے لیے ہمسر اور دیندار خاوند تلاش کرنے والا ہے، لہٰذا اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کی مخالفت کرے۔ رہا بیٹی کو مجبور کرنے والا معاملہ تو اگر وہ بیوہ ہو تو بالاتفاق اور اگر کنواری ہو تو صحیح قول کے مطابق باپ کو اسے مجبور کرنے کا حق نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم. (الفوزان: المنتقیٰ: 134)

عقدِ نکاح کے احکام

271- عقدِ نکاح کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ

ہر وہ لفظ جو عقدِ نکاح پر دلالت کرتا ہو اس کے ساتھ عقد نکاح کرانا صحیح اور درست ہے جیسا کہ علماء کے دو قولوں میں سے صحیح قول کے مطابق مذکورہ الفاظ اور ان کے معانی میں استعمال ہونے والے الفاظ، ان میں سے سب سے زیادہ واضح الفاظ درج ذیل ہیں: "زَوَّجْتُكَ" (میں نے تیری شادی کر دی) "أَنْكَحْتُكَ" (میں نے تیرا نکاح کر دیا) "مَلَّكْتُكَ" (میں نے تجھے مالک بنا دیا)۔

(اللجنة الدائمة: 4123)

272- عقد نکاح کے وقت سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنا

یہ مشروع نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے، سورۃ الفاتحہ یا اس کے علاوہ دیگر معین سورتیں صرف انھیں مواقع پر پڑھی جائیں جن میں شریعت نے ان کا پڑھنا مشروع قرار دیا ہے۔ اگر وہ ان کے علاوہ دیگر جگہوں اور دیگر مواقع پر عبادت کی نیت وغرض سے پڑھی جائیں گی تو ایسا کرنا بدعات میں شمار ہوگا۔ یقیناً ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہر مناسبت میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میت پر فاتحہ پڑھو اور فلاں اور فلاں چیز پر فاتحہ پڑھو، بلاشبہ یہ سب کچھ بدعی اور منکر کاموں میں سے ہے، لہٰذا

سورۃ فاتحہ ہو یا دیگر سورتیں ان کو کسی حالت اور کسی جگہ اور کسی موقع پر اس صورت میں پڑھا جائے جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ نے اس کا پڑھنا مشروع قرار دیا ہو، وگرنہ وہ بدعت تصور ہوگی اور اس کے کرنے والے کو اس سے روکا جائے گا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2)

273- عقدِ نکاح کو صرف تحریری طور پر منعقد کرنا

صرف تحریری نکاح نامے پر دستخط کرنا عقدِ نکاح کی صحت کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ ولی کی طرف سے ''ایجاب'' کے الفاظ بولنا واجب ہے، اور اسی طرح خاوند کی طرف سے ''قبول'' کے الفاظ ادا ہونے ضروری ہیں، وہ الفاظ اس معاشرے میں جیسے بھی متعارف ہوں، ایجاب وقبول کے لیے ان کو بولنا واجب اور ضروری ہے۔ (اللجنة الدائمة: 17979)

274- حائضہ سے عقدِ نکاح کرنا

جس شخص نے کسی عورت سے بحالتِ حیض عقدِ نکاح کیا تو اس کا حیض اس کے عقد پر اثر انداز نہ ہوگا، خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ، بلکہ یہ عقد صحیح ہوگا، اور یہ جائز ہے کہ عورت کو بحالت حیض تیار کر کے اس کے خاوند کی طرف رخصت کیا جائے لیکن یاد رہے اس کے خاوند کے لیے اس کے خون حیض بند ہونے اور پھر غسل کرنے سے پہلے اس سے جماع کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(اللجنة الدائمة: 4646)

275- خوشیوں کے مواقع پر ڈھول اور دف بجانا

جہاں تک دف کا تعلق ہے تو اس کا بجانا سنت وحدیث سے ثابت ہے

کیونکہ دف بجانے سے ایک تو نکاح کا اعلان ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے نکاح اور سفاح (بغیر عقد شرعی کے کسی عورت کے ساتھ رہنا) کے درمیان فرق اور تمیز ہوجاتی ہے، اس لیے کہ سفاح غالباً مخفی ہوتا ہے، بغیر اس کے کہ کسی کو اس کا علم ہو، لہٰذا دف بجانے سے نکاح کا اعلان ہوجاتا ہے اور حلال وحرام کی وضاحت اور شہرت ہوجاتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اعلان نکاح کا حکم دیا ہے کیونکہ اعلان نکاح میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہیں، ان میں سے ایک تو نکاح اور سفاح کے درمیان فرق وتمیز ہے اور ان میں سے ایک اس شعور کا اظہار ہے جس کا نبی ﷺ نے حکم دیا ہے:

« یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ة فلیتزوج فإنه أغض للبصر، و أحصن للفرج، و من لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء»[1]

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کر لے، کیونکہ وہ (شادی) نگاہ کو پست کرنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے، اور جو فی الحال شادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے، کیونکہ اس کا روزے رکھنا اس کی شہوت کو قطع کر دے گا۔“

نیز اعلان نکاح کے مصالح میں سے ایک مصلحت تہمت اور الزام کو دور کرنا ہے اس صورت میں جب عورت (نکاح کے فوراً بعد) حاملہ ہوجائے اور بچہ جنم دے، اب اگر نکاح خفیہ طریقے سے ہوتا تو ان میاں بیوی پر لوگوں میں سے کئی تہمت لگانے والے ہوتے لیکن جب وہ نکاح کا اعلان کرے گا تو اس قسم

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [1905] صحیح مسلم [1400/1]

کی تہمت زائل ہوجائے گی۔ ان مصالح میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات مرد اور عورت کے درمیان محرمیت کا رشتہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کا آپس میں نکاح حرام ہوتا ہے، جیسے رضاعت وغیرہ کا رشتہ، لہٰذا جب عملِ نکاح کا اعلان کرتے ہوئے اس کو مشہور کیا جائے گا تو جس کے پاس اس کے رشتہ حرمت کی شہادت ہوتی ہے وہ ان کو خبردار کر دیتا ہے اور یہ خرابی سے بچ جاتے ہیں، اور ان میں سے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بلاشبہ اعلانِ نکاح میں نکاح کی طرف سبقت کرنے کی ترغیب ہے، کیونکہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر چلا کرتے ہیں، تو یقیناً جب کوئی نوجوان یہ اعلان کرے گا کہ وہ نکاح اور شادی کر رہا ہے تو اس سے دوسرے نوجوانوں کے اندر شادی کرنے میں مقابلہ کی رغبت اور جلدی نکاح کرنے کی رغبت پیدا ہوگی۔

حاصل کلام یہ کہ اعلانِ نکاح میں بہت سے مصالح ہیں، اسی لیے نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 3)

276- عقد نکاح کرنے والے خاوند کا اپنی بیوی سے دخول اور رخصتی سے پہلے خلوت اختیار کرنا

جب آدمی اپنی بیوی سے عقد نکاح باندھ چکے اور عقد کے تمام ارکان اور اس کی شرائط پوری ہو جائیں اور اس کے موانع ختم ہوجائیں تو خاوند کے لیے اپنی بیوی سے ملنا اور اس سے خلوت اختیار کرنا جائز ہے اگرچہ یہ اجتماع اور خلوت ملک کے مروجہ دستور کے مطابق اعلانِ نکاح سے پہلے ہی کیوں نہ ہو۔

(اللجنة الدائمة: 4114)

ازدواجی حقوق

277- میاں بیوی کے باہمی حقوق

خاوند کے اپنی بیوی پر اور بیوی کے اپنے خاوند پر حق کو اللہ عزوجل نے اجمالی طور پر اپنے اس فرمان میں ذکر کیا ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔''

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [البقرة: 228]

''اور معروف کے مطابق ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے ان کے اوپر حق ہے۔''

پس میاں بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے کے ذمہ جو حق ہے وہ یہ ہے جو عرف عام کے مطابق ہو۔ عرف عام زمان و مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں لیکن چند امور ایسے ہیں جو ہر حال میں خاوند کے ذمہ واجب ہیں اور چند امور ایسے ہیں جو ہر حال میں بیوی کے ذمہ واجب ہیں، چنانچہ وہ امور جو ہر حال میں خاوند کے ذمہ واجب ہیں ان میں خاوند کا اپنی بیوی کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کا بندوبست کرنا شامل ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے دن ایک بہت بڑے مجمع، جس میں مسلمان جمع تھے، کو

خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

«ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف»[1]

''معروف کے ساتھ ان عورتوں (تمھاری بیویوں) کا نان ونفقہ اور ان کا لباس تمھارے ذمہ واجب ہے۔''

لہٰذا مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو ان میں سے کوئی چیز دینے میں کوتاہی کرے بلکہ اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو بدرجہ اتم پورا کرے، جی ہاں! الا یہ کہ عورت ''ناشزہ''، یعنی جن چیزوں میں اپنے خاوند کی اطاعت کرنا اس پر واجب ہے وہ ان میں اس کی نافرمانی کرے تو ایسی صورت میں خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عورت سے اس کے حقوق کو روک لے، اور جب خاوند کے ذمہ اپنی بیوی کا نان ونفقہ واجب ہے اور وہ اس میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی بیوی کو یہ رخصت ہے کہ وہ خاوند کو بتائے بغیر اس کے مال میں سے اپنے اخراجات کے پیش نظر اچھے طریقے سے خرچہ لے سکتی ہے، کیونکہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مسئلہ میں دریافت کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک بخیل آدمی ہے اور مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتا جو میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے کافی ثابت ہو سکے تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

«خذي من ماله ما يكفيك وولدك بالمعروف»[2]

''اس کے مال سے معروف کے ساتھ اتنا خرچہ لے لیا کرو جو تمھارے لیے اور تمھارے بچوں کے لیے کافی ثابت ہو۔''

رہا خاوند کا اپنی بیوی پر ہر حال میں حق تو وہ یہ ہے جس کی طرف

---

[1] صحیح مسلم [1218/147]

[2] صحیح البخاري رقم الحدیث [5363]

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنے خطبہ میں اشارہ فرمایا:

«ولكم عليهن ألا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه» ❶

''اور ان عورتوں (تمھاری بیویوں) پر تمھارا (خاوندوں کا) حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر (اور گھر) پر ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔''

چنانچہ عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے دے جس کے آنے کو وہ ناپسند کرتا ہو چاہے وہ عورت کا کتنا قریبی رشتہ دار ہو، کیونکہ یہ گھر اس کے خاوند کا ہے اور اسی کا حق ہے، اور عورت پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ خاوند کے حقوق میں اس کی اطاعت کرے، پس جب وہ اس کو اپنے بستر پر بلائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے الا یہ کہ اس کو اس کے پاس جانے سے کوئی نقصان ہو یا اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کا ترک لازم آتا ہو، اس کے علاوہ اگر وہ خاوند کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے بستر پر نہ جائے گی تو اس کی وعید میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ خبر دی ہے:

« أن من دعا امرأته إلى فراشه فأبت أن تجيء لعنتها الملائكة حتى تصبح» ❷

''جس شخص نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا تو اس نے آنے سے انکار کر دیا تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

رہے عرف عام کی بنیاد پر ثابت ہونے والے حقوق تو یہ حقوق عرف عام کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہیں، مثلاً ان میں سے ایک یہ ہے کہ کیا گھر کے

---

❶ صحيح مسلم [1218/147]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [3237] صحيح مسلم [1436/120]

کاموں مثلاً کھانا پکانا، گھر کی صفائی ستھرائی، کپڑے دھونا اور اس طرح کے دیگر کاموں میں عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے خاوند کی خدمت کرے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ اس کا تعلق عرف عام سے ہے جب لوگوں میں یہ بات رائج ہو کہ اس طرح کے کام عورت کیا کرتی ہے تو ان کاموں کو سرانجام دینا عورت پر واجب ہوگا۔

اور اگر عرف عام میں ان کاموں کا عورت کے ذمے ہونا رائج نہ ہو بلکہ بیوی کے علاوہ دوسرے افراد ان کاموں کو سرانجام دینے والے ہوں تو پھر بیوی کے ذمہ ان کاموں کا کرنا لازم نہیں رہتا ہے، البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویاں گھر کے کام کاج خود ہی کیا کرتی تھیں، جیسا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس تھکاوٹ کی شکایت کی جو ان کو چکی چلانے کی وجہ سے ہوتی تھی، کیونکہ وہ گھر میں کھانا تیار کرنے کے لیے غلہ پیستی تھیں، اور جیسے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، جو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں، مدینہ سے گھٹلیاں اٹھا کر مدینہ سے باہر واقع زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ میں لے جاتی تھیں، چنانچہ وہ کام جن کے متعلق شارع نے وضاحت نہیں کی کہ میاں بیوی میں سے ان کو کون سرانجام دے تو وہ عرف عام اور علاقے میں رائج عادت کے مطابق ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔''

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 19)

278- طلب علم اور گھر کے اور خاوند کے کام کاج کے درمیان موازنہ

مسلمان عورت پر بقدر استطاعت دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا فرض اور واجب ہے لیکن اپنے خاوند کی خدمت کرنا، اس کی فرمانبرداری کرنا اور اپنے

بچوں کی تربیت کرنا بھی ایک بہت بڑا فریضہ ہے، لہٰذا عورت ان دونوں چیزوں کے درمیان یوں تناسب قائم کرے کہ وہ روزانہ تھوڑا سا وقت حصول علم کے لیے نکال لیا کرے اور باقی کا وقت اپنے روز مرہ کے گھریلو کام کاج پر صرف کرے۔ الغرض نہ وہ دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے لیے حصول علم کو ترک کرے اور نہ ہی گھریلو کام کاج کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے دست کشی کرے اور نہ ہی اپنے بچوں کی تربیت اور ان کے متعلقہ کام چھوڑ کر ان کو خاوند کے سپرد کرے، بہر حال اس مسئلہ میں عورت اعتدال سے کام لے، کچھ وقت تفقہ فی الدین کے لیے وقف کرے اور گھر کے کام کاج کے لیے بہر صورت اتنا وقت ضرور نکالے جس سے گھریلو امور بخوبی چلتے رہیں۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 213)

279- عورت کا خاوند کی بدسلوکی کی وجہ سے اس کی خدمت سے دست کش ہونا

خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی سے بدسلوکی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔''

اور نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« وإن لزوجك عليك حقا »[1]

''اور (اے بے اعتدالی کا شکار ہونے والے!) بلاشبہ تجھ پر تیری بیوی کا بھی حق ہے۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1974] صحيح مسلم [1159/182]

اور جب شوہر اپنی بیوی سے بدسلوکی کرے تو بیوی کے لیے بہر صورت مناسب یہی ہے کہ وہ اس کے مقابلے میں صبر کا مظاہرہ کرے اور شوہر کے وہ حقوق جو اس کے ذمہ ہیں ان کو ادا کرتی رہے، تاکہ وہ اللہ کے ہاں اجر وثواب کی مستحق بنے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے اچھے رویے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے شوہر کو ہی ہدایت دے دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴾

[حم السجدة: 34]

”اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی، (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔“

(الفوزان: المنتقیٰ: 214)

280- بیوی کا اپنے خاوند کے لیے کھانا تیار کرنے کی اجرت و مزدوری لینا

عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے گھر کے وہ کام بغیر اجرت کے کرے جو کام اس کے ملکی دستور کے مطابق عورتیں کیا کرتی ہیں کیونکہ ملک میں رائج دستور العمل مشروط کے حکم میں ہوتا ہے اور ہمارے ملک میں جو دستور رائج ہے وہ یہی ہے کہ عورت ہی کھانا پکاتی اور گھر کے دیگر کام کیا کرتی ہے لہٰذا اسی پر یہ کام واجب ہیں۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 215)

281- میاں بیوی کے درمیان واقع ہونے والے ہجران (بغیر طلاق کے وقتی علیحدگی) کا حکم

جب بیوی اپنے شوہر کی نافرمانی کرے اور شوہر کے سمجھانے کے باوجود وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اس کو بستر میں الگ کر دے یعنی اس کے ساتھ ایک بستر پر تو سوئے لیکن اس سے کلام نہ کرے اور اس کی طرف سے اپنا چہرہ پھیر لے، تاوقتیکہ وہ اپنی غلطیوں سے تائب ہو جائے۔ اور خاوند کے یوں اپنی بیوی کو چھوڑنے کا اس حرمت سے کوئی تعارض نہیں ہے جس کے پیشِ نظر ایک مسلمان کے لیے اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ عرصہ کے لیے چھوڑنا حرام کیا گیا ہے کیونکہ خاوند کا اپنی بیوی کو چھوڑنا بستر پر چھوڑنے کے ساتھ مقید ہے، جبکہ منع تو اسے چھوڑنے سے کیا گیا ہے جو مطلق طور پر ہو، یا یوں کہا جاتا ہے کہ بغیر کسی نافرمانی کے کسی کو چھوڑنا ممنوع ہے اور عورت کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا وہ سبب ہے جو اس کے چھوڑنے کو جائز قرار دیتا ہے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 224)

282- عورت کا اپنے خاوند کو بستر سے الگ کرنا

وہ آیت جس میں مردوں کو اپنی بیویوں کے بستر الگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ مردوں کے ساتھ ہی خاص ہے اس میں عورتیں شامل نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ

سَبِيْلًا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ [النساء: 34]

''اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

رہا مرد کی زیادتی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا﴾ [النساء: 128]

''اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رخی سے ڈرے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت جاری کی ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کے نشوز (زیادتی) سے ڈرے تو وہ آپس میں صلح ہی کریں، اللہ تعالیٰ نے عورت کو یہ حکم نہیں دیا کہ عورت اپنے خاوند کو وعظ و نصیحت کرے یا اس کا بستر الگ کر دے یا خاوند کی پٹائی کرے کیونکہ عورت کا مرد پر غلبہ ممکن نہیں ہے بلکہ جب نبی ﷺ کو بتایا گیا کہ ایرانیوں نے کسریٰ ایران کی بیٹی کو اپنی حکمران بنا لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة»[1]

''وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جنھوں نے زمام حکومت عورت کے سپرد کر دی۔''

لیکن جب ہم مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ کے عموم کو دیکھیں:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4425]

﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ﴾ [البقرة: 194]

''پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔''

تو ہم کہیں گے: عورت کے لیے جائز ہے کہ جب اس کا شوہر اس کا حق روک دے تو یہ عورت بھی شوہر کے اللہ کے حکم کے مطابق راہِ راست پر آنے تک اس کا حق روک دے کیونکہ ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ﴾ کا عموم اسی بات کا تقاضا کرتا ہے، پس جب خاوند اپنی بیوی کے حق میں کوتاہی کا مرتکب ہو اور بیوی یہ محسوس کرے کہ اس کا شوہر اس وقت تک راہ راست پر نہیں آئے گا اور اس کے ذمہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے حق کو ادا نہیں کرے گا مگر اس صورت میں جب یہ اس سے اسی طرح حق کی ادائیگی روک دے جیسے اس نے روکی ہے تو ایسا کرنے میں عورت پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 48)

283- آدمی کا اپنی بیوی کو کسی ازدواجی مصلحت کے تحت اپنے گھر والوں کو ملنے سے روکنے کا حکم

مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو میکے جانے سے روکے خصوصاً جب اس کے وہاں جانے سے اس کی دینداری اور اس کے خاوند کے حق میں بگاڑ پیدا ہوتا ہو، اور اس کا اپنی بیوی کو اس حالت میں میکے جانے سے روکنا فساد کا سد باب کرنا شمار ہوگا۔ اور پھر یہ کہ عورت کا اس حالت میں میکے جائے بغیر بھی ان سے رابطہ ممکن ہے اور وہ خط و کتابت کے ذریعہ یا ٹیلی فون کے ذریعہ

ان سے حال احوال دریافت کر سکتی ہے بشرطیکہ ایسا کرنے سے بھی کسی ممنوع چیز کا ارتکاب نہ ہوتا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو۔''

اور یقیناً شریعت اسلامیہ میں اس شخص کے متعلق سخت وعید موجود ہے جو بیوی کو اس کے خاوند کے متعلق بدظن کر کے ان کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرتا ہے اور بیوی کو خراب کرتا ہے۔ حدیث میں ہے:

«ملعون من خبب امرأة علی زوجها»[1]

''وہ شخص ملعون ہے جو کسی عورت کو اس کے خاوند کے حوالے سے خراب کرتا ہے۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے عورت کے اخلاق و عادات بگاڑیں اور اس کے خاوند کی نافرمان بننے میں سبب بنا تو وہ ملعون ہے۔ لہٰذا عورت کے میکے والوں پر واجب ہے کہ وہ اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان صلح کی ہی کوشش کیا کریں کیونکہ ان کی بیٹی اور خود ان کی مصلحت اور خیر کا تقاضا یہی ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 218)

284- اس بیوی کا حکم جو اپنے ازدواجی معاملات میں اپنی آواز خاوند کی آواز سے بلند کرتی ہے

ہم اس عورت کو کہیں گے کہ اس کا اپنے خاوند کے سامنے بلند آواز سے بولنا سوئے ادبی ہے کیونکہ خاوند اس کا نگران اور اس کا سربراہ ہے، لہٰذا اس کو

[1] صحیح. سنن أبي داود، رقم الحدیث [2175]

لائق یہی ہے کہ وہ اپنے خاوند کا احترام کرے اور ادب کے ساتھ اس سے ہمکلام ہوا کرے کیونکہ اس سے ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار ہوگی اور ان کے درمیان پیار اور محبت قائم رہے گی، جیسے خاوند بھی جب اس سے ایسی ہی حسن سلوکی کا مظاہرہ کرے گا تو دونوں طرف سے حسن سلوکی کے تبادلے سے ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار ہوجائے گی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو، پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔''

لہٰذا اس عورت کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ اپنے اور خاوند کے تعلقات کے متعلق اللہ عزوجل سے ڈرے اور اپنے خاوند کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولا کرے، خصوصاً جب اس کا خاوند اس سے پست آواز سے اور پیار بھرے لہجے میں مخاطب ہوتا ہو۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 28)

285- جب بیوی غصے کی حالت میں اپنے خاوند اور اس کے اُقرباء کو گالیاں دیتی ہو

غصہ ایک انگارہ ہے جسے شیطان ابن آدم کے دل میں ڈالتا ہے تو اس کی رگیں پھول جاتی ہیں اور اس کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں۔ بعض اوقات وہ ایسا بے خود ہوجاتا ہے کہ اس میں اچھی طرح سے بولنے اور کچھ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہتی، یہی وجہ ہے کہ وہ شخص جس نے غصے کی ایسی حالت میں طلاق دی جس میں اسے بالکل ہوش نہیں تھی تو راجح قول کے مطابق اس کی

دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

اور ایسے ہی یہ سائلہ عورت جو اپنے شوہر اور اس کے رشتہ داروں کو گالی دیتی ہے، میرے گمان کے مطابق اس کو ایسا کرنے پر صرف اور صرف وہ غصہ ابھارتا ہے جو اس کے خاوند نے بھڑکایا ہوتا ہے ورنہ تو یہ بات سمجھ سے بالا ہے کہ ایک عورت اپنے خاوند کے ساتھ راضی خوشی رہتے ہوئے اس کو اور اس کے رشتہ داروں یعنی اس کی ماں، باپ، بہنیں اور اس کے بھائی کو گالی دے، یہ بات عقل سے بعید ہے۔ لیکن اس صورت حال سے جو سبب ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ خاوند نے اس کو کسی بات پر غضبناک کیا تو وہ اس کو اور اس کے اقرباء کو گالی دینے لگی، لہٰذا اس مناسبت سے میں خاوندوں کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ بیویوں پر ناحق زیادتی نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ [النساء: 34]

"پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔"

چنانچہ اے خاوند! جس عورت کے مقابلے میں تو بلند اور بڑا ہے، یاد رکھ! اور آگاہ رہ کہ اللہ تجھ سے کہیں بلند اور بڑا ہے۔

لیکن العیاذ باللہ بعض لوگ اپنی بیویوں کو خادمائیں سمجھتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ بات بات پر ان کو گالیاں دیتے ہیں اور ہر معاملے میں ان پر سختی اور تنگی کرتے ہیں اور ان کو اپنے جیسا انسان نہیں سمجھتے، باوجود اس کے کہ نبی ﷺ نے ایک مساویانہ راہ کی طرف خاوندوں کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

«لا يفرك مؤمن مؤمنة»

''کوئی مومن (خاوند) کسی مومن عورت (بیوی) کو غضبناک نہ کرے۔''

یعنی کوئی مومن کسی مومنہ کو غصہ نہ چڑھائے، مزید فرمایا:

«إن كره منها خلقا رضي منها خلقا آخر»[1]

''اگر وہ اپنی بیوی کی کسی بری عادت پر ناراض ہوا ہے تو وہ اس کی کسی دوسری (اچھی) عادت کو سامنے رکھ کر اس سے خوش ہو جائے۔''

یعنی اے شوہر صاحب! اگر تم کو اپنی بیوی کی کوئی عادت بری لگتی ہے تو اس کی دوسری عادتوں کو دیکھو، مثلاً اگر تم اس پر اس وجہ سے ناراض ہو کہ اس نے اچھی چائے بنانے میں کوتاہی کی ہے اور اس نے کھانے کا ستیاناس کر دیا ہے تو تم ان بہت سے ایام کو سامنے رکھو جن میں وہ مزیدار کھانا اور اچھی چائے اور دیگر اس جیسی چیزیں بنا کر تمھیں پیش کرتی رہی ہے۔ لہٰذا خاوندوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے متعلق اللہ عزوجل سے ڈریں اور درست طریقے سے ان کے حقوق ادا کریں، جس طرح کہ عورت پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے خاوند کے وہ حقوق بجا لائے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیے ہیں:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ [البقرة: 228]

''اور معروف کے مطابق ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے ان کے اوپر حق ہے، اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔''

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 37)

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1469]

286- وہ عورت جو اپنے خاوند کی بات نہیں سنتی اور بعض اوقات اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جاتی ہے

عورت پر واجب ہے کہ وہ معروف کے ساتھ اپنے خاوند کی اطاعت کرے کیونکہ اس پر خاوند کی نافرمانی کرنا حرام ہے اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بلا اجازت اپنے خاوند کے گھر سے نکلے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

« إذا دعا الرجل امرأته على فراشه فأبت أن تجيء فبات غضبان عليها، لعنتها الملائكة حتى تصبح »[1]

''جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے اور خاوند رات بھر اس سے غصے میں رہے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

« لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها من عظم حقه عليها »[2]

''اگر میں کسی کو یہ حکم دینے والا ہوتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس لیے کہ خاوند کو اس پر بہت زیادہ حق حاصل ہے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3237] صحيح مسلم [1436/120]

[2] **صحيح**. سنن الترمذي، رقم الحديث [1159]

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا، پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں محافظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو۔''

پس مذکورہ آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ مرد کو عورت پر حاکمیت حاصل ہے اور جب عورت اس کی حکم عدولی کرے تو وہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت پر خاوند کی اطاعت معروف کے ساتھ واجب ہے اور ناحق شوہر کی مخالفت کرنا حرام ہے۔
(الفوزان: المنتقیٰ: 212)

287- بیوی کا خاوند کی عدم موجودگی میں اس کے باپ یا ماں سے (گھر سے باہر جانے کی) اجازت لینا

ہم کہتے ہیں کہ اس معاملے میں اصل یہ ہے کہ عورت گھر سے باہر چلی جائے الا یہ کہ اس کے شوہر نے اس کو منع کر رکھا ہو، اگر تو اس نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اس کے گھر سے باہر نکلنے پر یہ کہہ کر پابندی لگا دی ہو کہ تم گھر سے نہ

نکلنا۔ یا یہ کہا ہو کہ اس اس کام کے لیے گھر سے نہ نکلنا۔ تو اس صورت میں وہ گھر سے نہ نکلے چاہے اس کو خاوند کا باپ اور اس کی ماں اجازت ہی کیوں نہ دے دیں کیونکہ اس کا اختیار اور کنٹرول اس کے خاوند کے ہاتھ میں ہے نہ کہ خاوند کے باپ اور اس کی ماں کے ہاتھ میں۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 52)

288- خاوند کی طرف سے اجازت کی امید پر بیوی کا گھر سے باہر نکلنا

اس معاملے کا انحصار عورت کے اپنے خاوند کے متعلق علم پر ہے، بعض خاوند اس طرح کے ہوتے ہیں کہ عورت جانتی ہوتی ہے کہ اس کا خاوند اس کو اپنے رشتہ داروں کے پاس کسی کام سے جانے کی اجازت دے ہی دے گا اور بعض خاوند ایسے ہوتے ہیں کہ عورت کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے حکم کی مخالفت کو برداشت نہیں کرے گا اور حکم عدولی کی اجازت نہیں دے گا تو عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے خاوند کی حالت کے پیش نظر جو مناسب ہو اس پر عمل کر لے لیکن جب خاوند اپنی بیوی پر پابندی لگا دے کہ سوائے اس کام کے کوئی بھی کام یا بغیر کام کے گھر سے نہیں نکل سکتی تو عورت کے لیے جائز نہ ہوگا کہ وہ سوائے اس کام کے، جس کے لیے خاوند نے نکلنے کی اجازت دی ہے، گھر سے نکلے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 52)

میاں بیوی کا رہن سہن

289- میاں بیوی کا شکرانے کے طور پر سہاگ رات میں دو رکعت با جماعت نماز ادا کرنا

مجھے تو کسی سنت اور حدیث سے اس کی کوئی دلیل معلوم نہیں ہے کہ جب انسان پہلی رات (سہاگ رات) اپنی بیوی کے پاس جائے تو وہ اس کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 64)

290- دوران جماع (میاں بیوی کا) تمام لباس اتار کر ننگا ہونا

ہر مرد اور عورت پر واجب ہے کہ وہ لوگوں سے اپنے ستر کی حفاظت کرے، مگر مرد اپنی بیوی اور لونڈی سے جماع کرتے وقت، اور اسی طرح عورت اپنے خاوند سے جماع کے دوران اپنا ستر کھول سکتے ہیں، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو احمد، ابو داود، ترمذی اور ابن ماجہ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنے ستر کہاں کھول سکتے ہیں اور کہاں ستر کھولنے کی اجازت نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«احفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك»

''اپنے ستر (اور شرمگاہ) کی حفاظت کر سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے۔''

میں نے عرض کی: جب لوگ ایک دوسرے کے پاس ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إن استطعت ألا يراها أحد فلا يرينها»

''اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ تمھاری شرمگاہ کو کوئی نہ دیکھے تو پھر ایسا ہی کرو (یعنی) یقیناً اس کو کوئی نہ دیکھے۔''

میں نے پوچھا جب ہم میں سے کوئی شخص تنہا ہو (پھر تو ستر کھولنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فالله أحق أن يستحيا منه» [1]

''پھر اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے حیا کی جائے (اور تنہائی میں بھی ستر نہ کھولا جائے)۔''

لہٰذا نبی ﷺ نے اس بات کی صراحت کر دی کہ عمومی تنہائی میں بھی ستر پوشی کرنا ہی مناسب اور لائق ہے (صرف خصوصی تنہائی یعنی میاں بیوی کے درمیان تنہائی میں ستر کھولا جا سکتا ہے)۔ (اللجنة الدائمة: 4624)

291- بیوی سے جنسی کھیل کود یا جماع کے دوران اس کے پستان چوسنا

اگرچہ (مدت رضاعت دو سال گزر جانے کے بعد) بڑی عمر میں عورت کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے، مگر ایسا کرنا یعنی خاوند کا اپنی بیوی کے پستان چوسنا، خواہ ان میں دودھ ہو یا نہ ہو، جائز نہیں ہے، لیکن اگر بیوی اپنا دودھ دھوئے اور اس کا خاوند اس دودھ میں سے کچھ پی لے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی اور نہ ہی نکاح فسخ ہوگا۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 3/11)

---

[1] حسن. سنن أبي داود، رقم الحديث [4017] سنن الترمذي، رقم الحديث [2769] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1920]

292- مرد کا اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنا

مرد پر اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کرنا حرام ہے، اور جس شخص سے لاعلمی میں یہ فعل سرزد ہوا تو وہ اس میں معذور سمجھا جائے گا اور اس کو معافی ہوگی بشرطیکہ وہ یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ یہ حرام ہے، اس سے باز آجائے۔ بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں جماع کے حرام ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو احمد، بخاری اور مسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے واسطے سے روایت کیا ہے یہودی کہا کرتے تھے: جب عورت کی دبر کی جانب سے اس کی اگلی شرمگاہ میں جماع کیا جائے اور عورت اس جماع کے نتیجے میں حاملہ ہوجائے تو اس سے بھینگا بچہ پیدا ہوگا۔ کہتے ہیں: پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ [البقرة: 223]

''تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔''❶

اور صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں:

« إن شاء مجبية وإن شاء غير مجبية، غير أن ذلك في صمام واحد»❷

''(وطی کرنے والا) اگر چاہے تو پیٹ کے بل لٹا کر پیچھے کی جانب سے وہ جماع کرے یا اس کے علاوہ جس طرح چاہے وہ جماع کرے لیکن یہ ضروری ہے کہ (جماع کے لیے) ہر صورت میں عورت کی فرج (اگلی شرمگاہ) ہی استعمال کرے۔''

پس اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قول کی کہ ''اگر آدمی اپنی بیوی کی

---

❶ صحيح البخاري، رقم الحديث [4528] صحيح مسلم [1435/117]

❷ صحيح مسلم [1435/119]

دبر کی جانب سے فرج میں جماع کرے، تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے،" تکذیب اور تردید فرمائی ہے اور مذکورہ آیت کے ذریعہ واضح کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے جس طرح بھی جماع کرنا چاہے، خواہ وہ پیٹھ کے بل چت لیٹی ہو یا چہرہ کے بل جھکی ہوئی ہو، جائز ہے، بشرطیکہ جماع صرف اور صرف اگلی شرمگاہ میں ہی ہو۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی سمجھا تھا کیونکہ وہ عرب تھے، اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو کھیتی کہا ہے، جہاں سے حصول اولاد کی امید ہوتی ہے جبکہ دبر میں جماع کرنے سے اولاد کی امید نہیں کی جاسکتی اور آیت کے سبب نزول میں عورت کے حمل اور بچہ کے بھینگا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ دبر میں جماع کرنے سے سرے سے حمل ہی نہیں ہوسکتا، نہ بھینگا اور نہ کوئی اور۔

امام احمد اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت: ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ ﴾ [البقرة: 223] کی تفسیر بیان کی: « يعنى صماما واحدا » [1] "یعنی جماع ایک ہی راستے اگلی شرمگاہ میں ہو۔"

ایک یہی نہیں بلکہ مرد کے اپنی بیوی کی دبر میں وطی کی ممانعت پر بہت سی احادیث مروی ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جس کو امام احمد اور امام ابو داود نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« ملعون من أتى امرأة في دبرها » [2]

"جس شخص نے عورت کی دبر میں وطی کی وہ ملعون ہے۔"

ایک حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

---

[1] **صحيح**. سنن الترمذي، رقم الحديث [2979]

[2] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [2162]

«لا ينظر الله إلى رجل جامع امرأة في دبرها»[1]

''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائیں گے جس نے اپنی بیوی کی دبر میں مجامعت کی۔''

اس روایت کو امام احمد اور امام ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 1268)

293- عورت کا بغیر کسی (شرعی) عذر کے اپنے خاوند کے بلاوے پر اس کے بستر پر نہ آنا

جب مرد اپنی بیوی سے ہم فراش ہونا چاہے تو بیوی کے لیے اس کی بات ماننے سے انکار کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو کوئی ایسا عذر ہو جو شرعی طور پر قابل قبول ہو مثلاً عورت اپنے خاوند کے بلاوے کے وقت حائضہ ہو۔ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إذا باتت المرأة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى ترجع»[2]

''جب عورت اپنے خاوند کے (بلاوے کا انکار کرتے ہوئے اس) کا بستر چھوڑ کر اور اس سے الگ رہ کر رات گزارے تو اس کے (خاوند کے بستر کی طرف) لوٹنے تک اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔''

اور بخاری کے الفاظ یوں ہیں:

«إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت أن تجيء لعنتها

---

1. صحيح. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1923]
2. صحيح البخاري، رقم الحديث [5194] صحيح مسلم [1436/120]

الملائكة حتى تصبح»[1]

''جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

«فإن الذي في السماء ساخطا عليها حتى يرضىٰ عنها»[2]

''آسمان والا (اللہ) اس عورت پر (جو اپنے خاوند کے بلاوے پر اس کے بستر پر نہ آئے) اس وقت تک ناراض رہتا ہے، جب تک اس کا خاوند اس سے راضی نہ ہوجائے۔'' (اللجنة الدائمة: 17035)

294- نوجوان شادی شدہ لڑکی کا یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنے تک بچہ پیدا کرنے کے عمل کو مؤخر کرنا

اس کو اور اس کے خاوند کو بچے کی پیدائش کو مؤخر کرنے کا حق حاصل ہے، لہٰذا جب وہ دونوں میاں بیوی کسی خاص مدت تک اور کسی خاص مقصد کے تحت بچہ پیدا کرنے کے عمل کو مؤخر کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنی بیویوں سے عزل (انزال کے وقت مادہ منویہ عورت کی شرمگاہ سے باہر خارج کرنا) کیا کرتے تھے، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

«كنا نعزل والقرآن ينزل»[3]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [3237]

[2] صحيح مسلم [1436/121]

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث [5208] صحيح مسلم [1440/136]

"نزول قرآن کے زمانہ میں ہم عزل کیا کرتے تھے (اور اگر ایسا کرنا ناجائز ہوتا تو ہمیں منع کر دیا جاتا)۔"

اور عزل کرنا بچے کی پیدائش کو مؤخر کرتا ہے، کیونکہ عزل کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے جماع کرے اور جب پانی (منی) نکلنے کے قریب ہو تو عضو تناسل کو فرج سے باہر نکال کر عورت کی شرمگاہ سے باہر پانی (مادہ منویہ) خارج کر دے تو اس طرح کرنے سے بچے کی پیدائش رک جاتی ہے، اہم بات یہ ہے کہ جب میاں بیوی ایک خاص مدت تک کسی خاص مقصد کے لیے بچے کی پیدائش کو مؤخر کرنے پر متفق ہوں تو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت، جو ابھی ہم نے بیان کی ہے، کے پیش نظر ان کے لیے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 70)

295- عورت کا بغیر کسی عذر کے دو سال کی مدت تک کے لیے مانع حمل ادویات استعمال کرنا

عورت کا ایسی دوائی استعمال کرنا، جو دو سال کی مدت تک کے لیے حمل کو مؤخر کر دے اس عمل کو ہم "تاجیل حمل" (حمل کو مؤخر کرنا) کہتے ہیں، سو بوقت ضرورت تاجیل حمل جائز ہے، بشرطیکہ خاوند اس کی اجازت دے، لیکن اگر خاوند اس کی اجازت نہ دے تو عورت کے لیے اس کو بتائے بغیر ان ادویات کا استعمال کرنا حلال نہیں ہے کیونکہ حصولِ اولاد میاں اور بیوی دونوں کا مشترکہ حق ہے، لہٰذا جب خاوند نہ چاہتا ہو کہ اس کی بیوی حمل کو مؤخر کرے تو اس کے لیے حمل کو مؤخر کرنے والی ادویات کا استعمال حرام ہے، حمل کو مؤخر کرنا خاوند اور بیوی دونوں کا حق ہے، جہاں تک خاوند کا حق ہونے کا تعلق ہے تو وہ اس لیے

کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ [البقرۃ: 223]

''تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔''

لٰہذا حارث (کاشتکاری کرنے والا کسان) تو وہ خاوند ہی ہے اور حارث کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ جب چاہے اپنی کھیتی میں کاشتکاری کرے، اس کو سیراب کرے اور اس سے پیداوار حاصل کرے۔ اسی طرح اگر خاوند عزل کرنے کا ارادہ کرے اور فرج میں انزال نہ کرے تو بیوی اگر راضی نہ ہو تو اس کے لیے خاوند کو اس عمل سے روکنے کا حق حاصل ہے، اسی لیے علماء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے: آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا حرام ہے، کیونکہ عورت کو بھی حصول اولاد کا حق حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر واضح ہو جائے کہ خاوند بانجھ ہے تو اگر عورت اس کے بانجھ پن کو پسند نہ کرتی ہو تو اس کو حق حاصل ہے کہ وہ اس خاوند سے فسخ نکاح کا مطالبہ کرے کیونکہ عورت کو حصولِ اولاد کا پورا حق حاصل ہے۔

جواب کا خلاصہ: عورت کے لیے خاوند کی رضا و خوشنودی کے بغیر حمل کو مؤخر کرنے والی ادویات استعمال کرنا جائز نہیں ہے، پھر جب خاوند مان جائے تو ہم دیکھیں گے کہ اگر حمل کو مؤخر کرنے کی کوئی ضرورت ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو تو اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ اس سے گریز کیا جائے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 10/26)

حرام نکاح

296- نکاح متعہ کی تعریف

نکاح متعہ یہ ہے کہ مرد عورت سے محدود مدت جیسے ایک مہینہ یا دو مہینے کے لیے شادی کرے اور یہ طے کرے کہ میں اس کو ہر روز اتنا مال دوں گا یا ہر مہینے اتنا مال دوں گا اور جب وہ طے شدہ مدت ختم ہوجائے تو وہ اس کو چھوڑ دے۔

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 10/100)

297- اسلام میں نکاح متعہ کا حکم

بالفرض نکاح متعہ کر بھی لیا جائے تو یہ حرام اور باطل ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کی ہے:

«أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهىٰ عن نكاح المتعة وعن لحوم الحمر الأهلية زمن خيبر»[1]

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح) خیبر کے وقت نکاح متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا۔''

اور ایک روایت میں ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5115] صحيح مسلم [1407/30]

《نهى عن متعة النساء يوم خيبر》[1]

''(رسول اللہ ﷺ نے) (فتح) خیبر کے دن عورتوں سے (نکاح) متعہ کرنے سے منع کر دیا۔''

امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

بعض شیعہ کے علاوہ نکاحِ متعہ کی حرمت پر تمام امت کا اجماع ہے، اور شیعہ کے مسلمہ قاعدہ کے مطابق بھی متعہ درست نہیں ہے، وہ قاعدہ یہ ہے: "الرجوع في المخالفات إلى علي" ''اختلافی مسائل میں علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرنا۔'' پس یقیناً علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انھوں نے نکاح متعہ کو منسوخ قرار دیا ہے، اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے جعفر بن محمد سے بیان کیا ہے کہ ان سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: "هي الزنا بعينه" (وہ تو بعینہٖ زنا ہے)

نیز نکاح متعہ کے حرام ہونے کی ایک اور دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سبرہ بن معبد الجہنی کے واسطے سے نقل کیا ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

《إني قد كنت قد أذنت لكم في الاستمتاع من النساء، وإن الله قد حرم ذلك إلى يوم القيامة، فمن كان عنده منهن شيء فليخل سبيله ولا تأخذوا مما آتيتموهن شيئا》[2]

''بلاشبہ میں نے تم کو عورتوں سے استمتاع (نکاح متعہ) کرنے کی اجازت دے رکھی تھی اور (اب) بلاشبہ اللہ نے اس کو قیامت تک

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4216] صحيح مسلم [1407/29]

[2] صحيح مسلم [1406/21]

کے لیے حرام کر دیا ہے، لہٰذا جس شخص کے پاس نکاح متعہ کے ذریعہ بنائی ہوئی بیوی موجود ہو تو وہ اس کو چھوڑ دے اور جو معاوضہ تم نے ان کو دے رکھا ہے اس کو واپس مت لو۔‘‘

298- نکاح متعہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچے کا حکم

سوال جس شخص نے نکاح متعہ کیا اور اس کے نتیجہ میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا کیا تو کیا اس بچے کو اس شخص کے ساتھ ملایا اور منسوب کیا جائے گا؟

جواب نکاح متعہ کرنے والا اگر اس نکاح کے حکم سے آگاہ ہو کہ نکاح متعہ باطل اور حرام ہے تو مذکورہ بچہ اس کو نہیں ملے گا اور نہ اس کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ ایسے شخص کے حق میں یہ سفاح (کسی عورت کے ساتھ عقد شرعی کے بغیر رہنا) کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن اگر اس شخص نے ناواقفیت کی بنا پر اور اس شخص کی تقلید کرتے ہوئے یہ نکاح کیا ہو جو اپنے گمان کے مطابق اس نکاح کو صحیح کہتا ہو تو اس کے صحیح نکاح کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے مذکورہ بچے کو اس کی طرف منسوب کر کے اسی کو دے دیا جائے گا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 160)

299- طلاق دینے کی نیت سے کی گئی شادی کا حکم

اس مسئلہ میں علماء کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے، چنانچہ ان میں سے بعض نے کہا ہے: طلاق دینے کی نیت سے شادی کرنا بلاشبہ نکاح متعہ کے حکم میں ہے کیونکہ شادی کرنے والے نے (نکاح متعہ کرنے والے کی طرح) معینہ مدت تک کے لیے شادی کرنے کی نیت کی ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

《إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئٍ ما نوىٰ》[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1] صحيح مسلم [1907/155]

''اعمال تو صرف نیتوں کے ساتھ معتبر ہیں اور ہر شخص کو وہی (بدلہ) ملے گا جو اس نے نیت کی ہوگی۔''

کیونکہ نکاح حلالہ کرنے والا جو ایسی عورت سے نکاح کرتا ہے جس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے دی ہوں لیکن اس میں اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اس سے نکاح کر کے اسے طلاق دے دے گا، اگرچہ اس نے عقد نکاح میں یہ شرط نہ لگائی ہو، بلکہ طلاق دینے کی صرف نیت کی ہو تو وہ نکاح حلالہ کرنے والا ہی تصور ہوگا اور اس کے اس نکاح سے وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی، تو اس نکاح کے صحیح نہ ہونے میں اس کی (طلاق دینے کی) نیت اثر انداز ہوئی (اور اس نے اس نکاح کو ناجائز کر دیا)

اسی طرح جب کسی شخص کی نکاح کرتے وقت یہ نیت ہو کہ جب وہ اپنے ملک کی طرف واپس جائے گا تو اس عورت کو طلاق دے جائے گا (تو یہ نکاح بھی صحیح اور درست نہیں ہے) اور کچھ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ مذکورہ شکل میں نکاح، نکاح متعہ نہیں ہے کیونکہ نکاح متعہ میں یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ وہ اس کو اتنی اتنی مدت میں طلاق دے دے گا یا یہ کہ اس کے نکاح کی مدت اتنی دیر تک ہے، برخلاف اس کے اگر وہ صرف طلاق کی نیت کرے (تو یہ نکاح متعہ نہیں کہلائے گا)۔

نیز نکاح متعہ میں جب طے شدہ مدت ختم ہوجاتی ہے تو کسی کے تصرف کرنے اور فسخ کرنے کے بغیر ہی نکاح فسخ ہوجائے گا، جبکہ طلاق کی نیت کرنے کا معاملہ اس طرح کا نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ طلاق کی نیت کر کے نکاح کرنے والے کو بعد میں اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھنے کی رغبت پیدا ہوجائے اگرچہ اس نے طلاق دینے کی نیت سے ہی اس سے نکاح کیا ہو، لیکن میرے

نزدیک مذکورہ نکاح کے ممنوع ہونے کا سبب مذکورہ سبب کے علاوہ کوئی اور ہے اور وہ یہ ہے کہ بلاشبہ اس نکاح میں بیوی اور اس کے گھر والوں کے ساتھ دھوکا ہے۔ پس اگر وہ یہ جانتے ہوتے کہ یہ شخص ان کی بیٹی سے رغبتاً نکاح نہیں کر رہا اور نہ ہی وہ اس کو اپنے پاس مستقل طور پر رکھنا چاہتا ہے تو وہ کبھی اس کے ساتھ اپنی بیٹی نہ بیاہتے، یعنی اگر ان کو یہ گمان ہو کہ اس نے ان کی بیٹی سے اس وقت تک کے لیے شادی کی ہے جب تک وہ اس ملک میں رہے گا، پھر جب وہ اپنے وطن واپس لوٹے گا تو اس کو طلاق دے کر چھوڑ جائے گا تو وہ کبھی اس سے اپنی بیٹی کی شادی نہ کرتے۔

لہٰذا مذکورہ نکاح اس اعتبار سے حرام ہے کہ وہ طلاق دینے کی نیت سے کیا گیا ہے نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ نکاح متعہ ہے، سو اس بنا پر مذکورہ نکاح (جو طلاق دینے کی نیت سے کیا جائے) حرام ہے، لیکن عقد نکاح صحیح ہے کیونکہ اس نکاح کی حرمت کا تعلق ذات عقد کے ساتھ نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 4)

نکاحِ شغار

300- نکاحِ شغار کی صورت

نکاح شغار وہ نکاح ہے جس میں دونوں ولیوں میں سے ہر ایک دوسرے کی زیرِ ولایت عورت سے نکاح کرنے کی شرط لگاتا ہے، چنانچہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا ہے: تم میری اور میں تمھاری شادی کراؤں گا یعنی تم مجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کرو اور میں تم سے اپنی بیٹی کی شادی کروں گا، یا تم مجھ سے اپنی بہن کی شادی کرو میں تم سے اپنی بہن کی شادی کروں گا۔ یا تم میرے بیٹے سے (اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کی) شادی کرو میں تمھارے بیٹے سے (اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کی) شادی کروں گا، یا تم مجھ سے (اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کی) شادی کرو میں تم سے (اپنی بیٹی یا بہن کی) شادی کروں گا، یا میں تمھارے بھائی سے (اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کی) شادی کروں گا یا اس سے ملتی جلتی شرط لگائے یہ تمام صورتیں نکاحِ شغار کی ہی ہیں۔

اہل لغت نے کہا ہے کہ اس نکاح کو شغار بمعنی خالی ہونا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نکاح کرنے والے عموماً حق مہر کی فکر سے خالی ہوتے ہیں ان کو صرف اس نکاح کے طے پا جانے کی فکر ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے: "بلاد شاغر" یعنی وہ ملک جو اپنے باسیوں سے خالی ہو جائے۔ اور خالی جگہ کے لیے "مکان شاغر" کا لفظ بولا جاتا ہے اور جب کتا پیشاب کرنے کے لیے اپنی ٹانگ اٹھائے تو کہا

جاتا ہے "شغر الكلب برجله" یعنی کتے نے ٹانگ کی جگہ خالی کر دی اور یہ بھی کہا گیا کہ شغار "شغور الكلب برجله" سے لیا گیا ہے، یعنی کتے کا اپنی ٹانگ کو دور رکھنا۔ تو نکاح شغار کا معنی یہ ہوگا کہ ایک ولی کہتا ہے کہ تم اس (میری بیٹی یا بہن وغیرہ) کو اور اس کی ٹانگ کو (دور رکھنا اس کو) نہ چھونا جب تک کہ میں تیری (بہن یا بیٹی وغیرہ) کو نہ چھولوں، یا یہ کہے: حتی کہ میں تمھاری بہن، بیٹی یا پھوپھی یا اس طرح کی کوئی دوسری عورت کو نہ چھولوں، بہر حال جس شکل میں بھی نکاح شغار ثابت ہوتا ہو وہ منکر اور فاسد ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 279/20)

301- نکاح شغار کے حرام ہونے کی حکمت

نکاح شغار کے حرام ہونے کی حکمت کچھ اس طرح ہے کہ ایسا نکاح عورت پر ظلم ہے اور یہ نکاح اس شخص کے لیے طرفداری اور مفاد کا دروازہ کھولتا ہے جو اس نکاح کے ذریعہ کسی سے (اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ) کی شادی کرنا چاہتا ہے، وہ جس سے نکاح کروا رہا ہوتا ہے اس کے حسن خلق اور اس کی دینداری کی بالکل پرواہ نہیں کرتا، اسے فکر ہوتی ہے تو اس بات کی کہ وہ اس کی عورت (یعنی بیٹی یا بہن وغیرہ) سے شادی رچا کر اپنی جنسی تسکین کا سامان پیدا کرے اور یہ عام مشاہدے کی بات ہے۔ اگر نکاح شغار کو حلال کر دیا جاتا تو ہر شخص اپنی بیٹی کی شادی صرف اسی سے کرتا جو اپنی بیٹی کی شادی اس سے کرنے کے لیے تیار ہوتا اور اسی طرح اپنی بہن اسی کے نکاح میں دیتا جو اپنی بہن اس کے نکاح میں دیتا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

302- نکاحِ بدل

جب کوئی شخص اپنی زیر ولایت کسی لڑکی کی شادی کسی شخص سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی زیر ولایت کسی لڑکی کی شادی اس سے کرے تو یہی وہ نکاح شغار ہے جس سے نبی ﷺ نے منع کر رکھا ہے، اور یہی وہ نکاح ہے جس کو بعض لوگ نکاح بدل کہتے ہیں، بہر حال یہ فاسد نکاح ہے خواہ اس میں حق مہر کا ذکر کیا گیا ہو یا نہ، اور خواہ آپس میں رضا مندی کے ساتھ ہو یا نہ، لیکن اگر یہ شخص دوسرے کی زیر ولایت کسی لڑکی کے لیے پیغام نکاح دے اور وہ دوسرا شخص اس کی زیر ولایت کسی لڑکی کے لیے پیغام نکاح دے جبکہ درمیان میں اس تبادلے کی شرط نہ ہو اور ان کے درمیان نکاح کی بقیہ شرائط کے ساتھ ساتھ دونوں لڑکیوں کی رضا مندی کے ساتھ یہ نکاح طے پائے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، پھر یہ نکاحِ شغار تصور نہیں ہوگا۔ (اللجنة الدائمة: 2158)

303- نکاح شغار اور نکاح بدل کے درمیان فرق

نکاحِ بدل: وہ ہے جس میں ادلے کا بدلہ ہو یعنی کوئی کہے: تم مجھ سے اپنی بیٹی بیاہ دو اور تمھاری بیٹی کا حق مہر میں یہ دوں گا کہ اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دوں گا یا اپنی بیٹی کا نکاح تمھارے بیٹے سے کر دوں گا، یہ نکاح بدل ہے اور یہ حلال نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ﴾

[النساء: 24]

''اور تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں جو ان کے سوا ہیں کہ اپنے مالوں

کے بدلے طلب کرو۔“

رہا دوسرا نکاح، نکاح شغار: تو اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زیر ولایت کسی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرے کہ وہ اپنی زیر ولایت کسی لڑکی کا نکاح اس سے کرے اور وہ یہ تو نہ کہے کہ میری بیٹی تیری بیٹی کا حق مہر ہے لیکن وہ فی الواقع ان دونوں کا حق مہر نہ دیں تو یہ نکاح بھی حرام ہے، ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 20/124)

304- نکاح شغار کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کس کو ملے گی؟

اولاد کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا جائے گا کیونکہ نکاح شغار ایسا نکاح ہے جو صحیح نکاح کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، اس وجہ سے کہ اہل علم میں سے کوئی اس میں حق مہر مقرر ہونے کی صورت میں اس کو جائز قرار دیتا ہے، یا لوگوں میں سے کوئی یہ نکاح اس حال میں کرتا ہے کہ وہ اس سے ناواقف ہوتا ہے نہ اس نے اس کے متعلق سوال کیا نہ فتویٰ لیا بلکہ اپنے گمان کے مطابق اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے ہوئے کر لیا، لہٰذا اس نکاح کے نکاح صحیح کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے بلاشبہ اولاد کو ان کے باپوں کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا۔

لیکن جس شخص نے یہ نکاح کر رکھا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ہوش کے ناخن لے اور اپنے نکاح (شغار) کی تجدید کرے، جب بھی اسے سمجھ آ جائے تو وہ اپنے نکاح کی تجدید کر لے، عورت سے کہے: تمھارے میرے پاس رہنے کو شبہہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، لہٰذا نئے عقد کے ساتھ وہ نکاح کی تجدید کر لے اور دوسری عورت جو دوسرے مرد سے بیاہی گئی ہے اس کے نکاح کی بھی تجدید کی جائے تو اس طرح اس نکاح میں موجود خرابی کا ازالہ ہو جائے گا، اور اگر وہ عورت

اس کے پاس نہ رہنا چاہتی ہو تو یہ اس کو ایک طلاق دے دے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی کر دے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ [النساء: 130]

''اور اگر وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی کر دے گا۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 283/20)

نکاح مسیار کی تعریف

ایسی عورت سے نکاح کرنا جو نان ونفقہ کے حق سے دستبردار ہو جائے۔

305- نکاح مسیار اور شرعی نکاح میں فرق اور وہ شرط جس کا نکاح مسیار میں پایا جانا واجب ہے

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ شرعی طریقے سے شادی کرے اور ہر وہ شادی جو شریعت کے خلاف ہو اس سے پرہیز کرے خواہ شادی کا نام نکاح مسیار (یعنی ایسی عورت سے نکاح جو نان ونفقہ اور سکنیٰ کے مطالبے سے دستبردار ہو کر شادی کرنے پر راضی ہو جائے) ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شادی، اور شرعی شادی کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ اعلانیہ طور پر کی جائے، لہٰذا اگر میاں بیوی خفیہ طور پر شادی کریں تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ صورت حال میں یہ شادی زنا کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ واللہ ولی التوفیق (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 432/20)

نکاح حلالہ

306- نکاح تحلیل حلالہ کی تعریف

نکاح حلالہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرنے کا قصد و ارادہ کرے جس کے خاوند نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہوں یعنی اس کے خاوند نے اس کو طلاق دی، پھر رجوع کر لیا، پھر (دوسری) طلاق دی اور رجوع کر لیا، پھر تیسری طلاق دی ہو تو یہ عورت اپنے اس خاوند کے لیے جس نے اسے تین طلاقیں دی ہیں حلال نہیں ہوگی، مگر جب وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے رغبت کا نکاح کرے اور وہ اس کے ساتھ جماع کرے، پھر وہ موت یا طلاق کے ذریعہ اس سے جدا ہو جائے تو پھر وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ﴾ [البقرة: 229]

''یہ طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے رکھ لینا ہے، یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔''

﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا ﴾ [البقرة: 230]

''پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے۔'' یعنی تیسری مرتبہ تو:

﴿ فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾
[البقرة: 230]

''وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو (پہلے) دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں، اگر سمجھیں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھیں گے۔''

لہٰذا لوگوں میں سے جو کوئی ایسی عورت سے نکاح کا قصد و ارادہ کرتا ہے جس کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے دی ہوں اور وہ اس عورت سے اس نیت کے ساتھ شادی کرتا ہے کہ جب وہ اس کو پہلے شوہر کے لیے حلال کر چکے گا تو اسے طلاق دے دے گا، یعنی جب اس سے جماع کر لے گا تو اسے طلاق دے دے گا، پھر وہ اس کی طلاق کی عدت گزارے گی، اور پھر اس کا پہلا شوہر اس سے نکاح کر لے گا، تو یہ طلاق فاسد طلاق ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور حلالہ کرنے والے کو کرائے کا سانڈھ قرار دیا ہے۔[1]

کیونکہ وہ سانڈھ کی طرح ہے جس کو بکری والا معین مدت کے لیے عاریتاً لے لیتا ہے پھر اس کے مالک کو واپس کر دیتا ہے، یہ مرد (حلالہ کرنے والا) بھی سانڈھ کی طرح ہی ہے، جسے اس (تین طلاقیں پانے والی) عورت سے نکاح کرنے پھر اس کو جدا کرنے کو کہا گیا ہے، یہی نکاح حلالہ ہے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 3)

[1] حسن. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [1936]

307- نکاح تحلیل (حلالہ) کی صورتیں

نکاح تحلیل کی دوصورتیں ہیں:

پہلی صورت: عقد نکاح میں اس کی شرط لگا دی جائے، مثلاً خاوند سے کہا جائے: ہم تجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرتے ہیں کہ تو اس سے جماع کرے گا، پھر اسے طلاق دے دے گا۔

دوسری صورت: نکاح تحلیل بغیر شرط کے واقع ہو مگر نیت یہی (حلالے کی) ہو، اور یہ نیت کبھی خاوند کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی بیوی اور اس کے اولیاء کی طرف سے، پس جب یہ نیت خاوند کی طرف سے ہو تو بلاشبہ خاوند وہ ہے جس کے ہاتھ میں جدائی کا اختیار ہے، لہٰذا اس عقد کے ساتھ اس کے لیے بیوی حلال نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اس نے مقصودِ نکاح الفت ومحبت کے ساتھ بیوی کے پاس رہنے اور پاکدامنی، اولاد اور دیگر مقاصدِ نکاح کے حصول کی نیت نہیں کی، پس اس نکاح (حلالہ) میں نکاح کے بنیادی مقاصد کے خلاف نیت ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ رہی عورت یا اس کے اولیاء کی نیت تو اس کے متعلق علماء کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے، ان دوقولوں میں سے کونسا قول صحیح ہے؟ فی الوقت مجھے اس سے واقفیت حاصل نہیں ہوئی، جب پھر اس مسئلہ کی باری آئے گی یا کوئی دوسرا سوال آئے گا تو ہم ان شاء اللہ اس کو ذکر کر دیں گے۔

خلاصہ کلام: بلاشبہ نکاح تحلیل (حلالہ) حرام نکاح ہے اور اس سے پہلے خاوند کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، یعنی اس نکاح کے ساتھ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی کیونکہ یہ نکاح ہی سرے سے درست نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 4)

308- نکاح تحلیل (حلالہ) کے ذریعہ پیدا ہونے والے بچے کا حکم

جب یہ نکاح کرنے والا گمان کرتا ہو کہ یہ نکاح جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد اسی کی طرف منسوب ہوگی اور یہ اس طرح کہ اس نے عورت کے ساتھ اس عقد کو صحیح نکاح سے مشابہہ ہونے کی وجہ سے وطی کی، کیونکہ اس کا گمان یہ تھا کہ یہ عقد نکاح (حلالہ) صحیح اور درست ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5)

متفرق مسائل

309- بیوی کا خاوند پر خرچ کرنا

سوال ایک آدمی کام نہیں کرتا اور اس کی بیوی اس پر خرچ کرتی ہے کیا اس کا خرچ کیا ہوا مال اس آدمی پر قرض تصور ہوگا؟

جواب اگر اس معاملے میں کوئی بات طے شدہ نہ ہو تو عورت خاوند پر کیے ہوئے خرچ کو ہبہ اور عطیہ تصور کرے اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند سے اس مال کا مطالبہ کرے جو اس نے اپنی مرضی اور اختیار سے اس پر خرچ کیا ہو لیکن اگر اس کا خاوند کے ساتھ اس مال کو واپس کرنے کی کوئی شرط یا معاہدہ طے پایا ہے تو مسلمان اپنی شرطوں کو پورا کرنے کے پابند ہیں، لہٰذا جب خاوند کو مال میسر آجائے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ اس نے جو کچھ اپنے خاوند کے اور اس کی اولاد پر خرچ کیا ہے اس کی واپسی کا مطالبہ کرے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 30/1)

310- بیوی کی شرط

سوال بیوی کا اپنے خاوند پر یہ شرط لگانا کہ وہ اس کو اس کے گھر یا اس کے شہر یا ملک سے باہر لے کر نہیں جائے گا۔

جواب بیوی یا اس کے ولی کا شوہر پر یہ شرط لگانا کہ وہ اس کو اس کے

گھر یا اس کے شہر و ملک سے نہیں نکالے گا تو یہ جائز اور درست شرط ہے، اور اگر یہ شرط لگائی جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے کیونکہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث روایت کی ہے:

«إن أحق الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج»[1]

''بلاشبہ شرطوں سے سب سے زیادہ پورا کیے جانے کا جو شرط حق رکھتی ہے وہ یہ شرط ہے کہ جس کے ساتھ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔''

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اور الأثرم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یقیناً ایک شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ اس کو اس کے گھر میں ہی رہنے دے گا، پھر اس آدمی نے اس عورت کو وہاں سے کہیں اور منتقل کرنے کا ارادہ کیا، پس وہ اپنا یہ مقدمہ لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انھوں نے فرمایا: عورت کو اپنی شرط منوانے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر بیوی خاوند کی مرضی کے مطابق اس کے ساتھ کہیں اور منتقل ہونے پر راضی ہوجاتی ہے تو اس کو یہ بھی اختیار ہے، چنانچہ اگر وہ مذکورہ شرط کو خود ہی ساقط و باطل کر دے تو اس کو اس کا بھی یہ حق حاصل ہے۔

(محمد بن ابراہیم آل شیخ: الفتاویٰ والرسائل: 108/10)

311- ایک بری عادت

عورت کا اپنی بکارت اور کنوارے پن کی حفاظت کے لیے کسی گھڑے میں پیشاب کرنا اور بعض کلمات پڑھنا زمانہ جاہلیت کے اعمال میں سے ہے اور یہ ان خرافات میں سے ہے جن کے ذریعہ انسانوں کے شیاطین آزاد خیال لوگوں کے معاملات کو مشتبہ بنا دیتے ہیں، پس ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 15434)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2721] صحيح مسلم [1418/63]

312- بڑی بیٹی (یا بہن وغیرہ) کی شادی تک چھوٹی کی شادی کو روکنا

باپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ چھوٹی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام آنے کے باوجود اس کی شادی نہ کرے اور دلیل یہ پیش کرے کہ اس سے پہلے بڑی بیٹی کی شادی کرنا ضروری ہے۔ یہ تو صرف عوام الناس کی بے بنیاد باتوں میں سے ایک بات ہے جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس کی بنیاد یہ ہے کہ لوگ اس وہم میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ چھوٹی کی شادی پہلے کرنا بڑی کے لیے نقصان دہ مسائل پیدا کرتا ہے اور اگر اس کو درست مان لیں تو اس میں چھوٹی کا بھی تو نقصان ہے کہ اس کا مناسب رشتہ ضائع ہوجائے گا۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 133)

313- حمل کے ابتدائی ایام میں ہی اس کو گرا دینا

اگر اسقاط حمل کا مقصد حمل کو ناپسند کرنا اور اس کا ارادہ نہ کرنا ہو تو یہ صورت جائز نہیں ہے لیکن اگر اسقاط حمل کسی ضرورت کے تحت ہو مثلاً حمل کے باقی رکھنے کی صورت میں حاملہ کی زندگی کو خطرہ ہو اور حمل بھی ابھی نطفے یا جمے ہوئے خون کی شکل میں ہو تو اس کو ساقط کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ باوثوق میڈیکل بورڈ اس کا مشورہ دے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 197)

314- بچے کے بدنما اور بدشکل ہونے کی وجہ سے اسقاط حمل

جب جنین (حمل) میں روح پھونک دی گئی ہو تو اس کو ضائع کرنا جائز نہیں، اگرچہ وہ بدشکل ہی کیوں نہ ہو بلکہ اس حمل کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا

جائے، کیونکہ اس کو ضائع کرنے سے ایک معصوم جان کو قتل کرنے کے جرم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اور کیا معلوم کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی بدنمائی دور ہوجائے، یا اس کی بدنمائی اس طرح ہو جو اس کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو اور کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ ڈاکٹر کی رائے غلط ثابت ہوتی ہے وہ بھی تو انسان ہے غلطی سے پاک نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بلاشبہ اس خدشہ سے کہ بچہ بدنما و بدشکل پیدا ہوگا حمل کو ضائع کرنا جائز نہیں ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 199)

طلاق کے احکام

315- آدمی کا اپنی بیوی کو ادب سکھانے کا مسئلہ

جب بیوی اپنے خاوند کی نافرمانی کرے اور کسی نصیحت کو قبول نہ کرے تو خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو ادب (اچھے اخلاق) سکھائے بشرطیکہ وہ ادب سکھانا اسی طریقہ سے ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ﴾ [النساء: 34]

''اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو۔''

(الفوزان: المنتقیٰ: 233)

316- طلاق کے مشروع ہونے کی حکمت

مشروعیتِ طلاق کی کوئی ایک ہی حکمت نہیں ہے بلکہ اس کی کئی حکمتیں ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کے متعدد اسباب ہیں۔ ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہو، لہٰذا جب عورت اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہو اور خاوند بھی یہ سمجھتا ہو کہ اس کی بیوی کا اس کے پاس رہنا اس کو پریشان کرتا ہے اور وہ غمگین اور بدمزا زندگی گزار رہی ہے تو اس کے لیے مستحب

اور افضل یہ ہے کہ وہ اس کو راحت پہنچانے کی خاطر اس کو طلاق دے دے، یہ ہے طلاق کی حکمت کہ عورت کو بندشِ نکاح سے آزاد کر دیا جائے جب وہ خاوند کے پاس بندش نکاح میں رہ کر غم و پریشانی اور بدمزگی کا شکار ہوتی ہو۔ اور طلاق کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یقیناً بعض اوقات خاوند اپنی بیوی کو ناپسند کرتا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر صبر نہیں کر سکتا تو اس تکلیف سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر اس کے لیے طلاق کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔ اور ایک حکمت یہ ہے کہ عورت میں کوئی ایسا نقص اور عیب ظاہر ہو جاتا ہے جس پر مرد صبر نہیں کر پاتا مثلاً اس کے اخلاق و عادات ناقابل ستائش ہوں جن کو اس کا خاوند پسند نہیں کرتا (تو شریعت نے اس کو طلاق کا حق دیا ہے) اس کے علاوہ بھی طلاق کی کئی حکمتیں ہیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5)

317- قرآن وسنت کی روشنی میں طلاق دینے کا مشروع طریقہ

طلاق دینے کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو بحالت حمل یا ایسے طہر میں جس میں اس نے مجامعت نہ کی ہو ایک طلاق دے دے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾

[الطلاق: 1]

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو۔''

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے بحالت حیض اپنی بیوی کو طلاق دے دی، جب عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت

حال سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ غضبناک ہو گئے اور فرمایا:

«مره فليراجعها ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم يطلقها إن شاء قبل أن يمسها فتلك العدة التي أمر اللّٰه أن تطلق لها النساء»[1]

''(اے عمر رضی اللہ عنہ!) اس کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے، پھر اسے روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو پھر حائضہ ہو پھر پاک ہو پھر اگر چاہے تو قبل مجامعت اس کو طلاق دے دے تو یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔''

اور مسلم میں آپ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«ثم ليطلقها طاهراً أو حاملاً»[2]

''پھر وہ اس کو طہر کی حالت میں یا حالتِ حمل میں طلاق دے۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 273/21)

318- بدعی طلاق

طلاق بدعی کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو بحالت حیض یا نفاس یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے مجامعت کی ہو، اس صورت میں صحیح موقف یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور طلاق بدعی کی ایک قسم یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دے، اس صورت حال میں صحیح موقف یہ ہے کہ وہ ایک طلاق شمار ہوگی اور علما کے متعدد اقوال میں سے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5251] صحيح مسلم [1471/1]

[2] صحيح مسلم [1471/5]

صحیح قول کے مطابق جب ایک ہی کلمہ سے تین طلاق دی جائے تو وہ ایک طلاق معتبر ہوگی۔ (اللجنة الدائمة: 6542)

319- طلاق دینے کا اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہے نہ کہ عورتوں کے ہاتھ میں

شریعت اسلامیہ میں کہیں سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ عورت مرد کو طلاق دے بلکہ صرف مرد ہی عورت کو طلاق دیا کرتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ﴾ [الأحزاب: 49]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو۔''

نیز فرمایا:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ [البقرة: 229]

''یہ طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے رکھ لینا ہے، یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔''

حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا﴾ [البقرة: 230]

''پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے۔''

جی ہاں! طلاق کا اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہے عورتوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، ہاں! عورت کے ہاتھ میں فسخ نکاح کا اختیار ہے، چنانچہ جب فسخ

نکاح کا کوئی سبب جیسے اس نے خاص اپنے لیے کوئی شرط لگائی تھی اور وہ شرط بھی جائز شرطوں میں سے ہے، اب اگر مرد کی طرف سے وہ شرط پوری نہ کی گئی ہو تو عورت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ فسخِ نکاح کا مطالبہ کرے، اسی طرح اگر مرد کے اندر کوئی ایسا عیب ہو جو ان کی زندگی کو ناخوشگوار بنا دے تو بھی عورت کو اس عیب کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہوگا اگر وہ اس پر راضی نہ ہو، لیکن بغیر کسی شرعی عذر کے عورت کے لیے نکاح فسخ کرنا ممکن نہیں ہے۔

بہر حال عورتوں کی طرف سے طلاق دینا بالکل ممنوع ہے، رہا عورتوں کا اس معنی میں نکاح فسخ کرنا کہ عورت اپنے اور خاوند کے درمیان فسخ کرلے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ فسخ نکاح کے شرعی اسباب موجود ہوں۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

320- طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں دینے کی حکمت

سوال اسلام اکیلے مرد کے ہاتھ میں ہی طلاق کا اختیار کیوں دیتا ہے اور اس صورت میں کیا حکم لگایا جائے گا جب خود مرد ہی صحیح معاشرت کا اہل نہ ہو، اس حالت میں کیسے کہا جاتا ہے کہ بلاشبہ اسلام مرد و عورت کے درمیان برابری کرتا ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے عظیم حکمتوں کی وجہ سے طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں دیا ہے، ان حکمتوں میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

1. مرد میں عورت کے برخلاف قوت عقل و ارادہ، وسعت ادراک اور امور کے انجاموں پر دور رس نگاہ جیسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جبکہ عورت اس طرح نہیں ہوتی ہے۔

2 مرد خرچ چلاتا ہے اور وہی اپنے گھر کا کنٹرولر، نگران، حکم دینے والا اور روکنے والا ہوتا ہے، پس وہ گھر کا ستون اور اپنے خاندان کا مربی ہوتا ہے۔

3 چونکہ مہر کی ادائیگی کرنا مرد کے ذمہ واجب ہے تو طلاق دینے کا اختیار بھی اسی کے ہاتھ میں دیا گیا تا کہ عورت لالچ اور طمع کرتے ہوئے کہیں یہ راستہ اختیار نہ کرے کہ وہ شادی کرے، حق مہر وصول کر لے اور ایک اور مہر حاصل کرنے کے لیے اس خاوند کو طلاق دے دے اور اسی طرح وہ مزید مہر حاصل کرنے کے لیے پہلے کو طلاق دیتی رہے اور نئے نکاح کرتی رہے، یقیناً یہ خاوند کے لیے نقصان دہ امر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس نکتے کو واضح کیا ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا۔''

جب مرد صحیح معاشرت کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس سلسلہ میں عدالت کی طرف رجوع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ احکام مرد کے ساتھ خاص کیے ہیں اور کچھ عورت کے ساتھ خاص کیے ہیں اور اکثر احکام میں دونوں کو شریک کیا ہے جن کو معلوم کرنے کے لیے شریعت کی طرف رجوع کیا جائے۔

(اللجنة الدائمة: 4497)

321- خاوند کا اپنا حقِ طلاق اپنی بیوی کو سونپ دینا

مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مطلق طور پر عورت کو حق طلاق سپرد کر دے کیونکہ عورت اس قدر و منزلت کی اہل نہیں ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں۔''

پس عورت کو یہ منصب سونپنا کتاب و سنت کے خلاف اور فطرت کے مخالف ہے، اگر طلاق کا اختیار عورتوں کے ہاتھ میں ہوتا تو بہت زیادہ شر پھیلتا اور فساد برپا ہوتا، لیکن اللہ کی حکمت ہر حکمت سے بالاتر ہے۔

لیکن اگر آدمی اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو کہے: تم اپنے آپ کو طلاق دینے کی (میری طرف سے) وکیل ہو لہٰذا اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی تو یہ جائز ہے، لیکن اگر وہ مذکورہ شرط کی بنا پر اپنے آپ کو طلاق دے تو یہ شرط، اگرچہ اس پر اتفاق ہی کیوں نہ ہو جائے، باطل ہے کیونکہ شریعت میں باطل شرطوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

« لا طلاق إلا بعد نكاح ولا عتق إلا بعد ملك »[1]

''نکاح کے بعد ہی طلاق دینا جائز ہوتا ہے اور ملکیت کے بعد ہی آزاد کرنا جائز ہوتا ہے۔''

اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« إنما الطلاق لمن أخذ بالساق »[2]

---

[1] **حسن صحيح.** سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2048]

[2] **حسن.** سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2081]

''طلاق دینا تو صرف اس کا حق ہے جس نے (اپنی بیوی کی) پنڈلی پکڑی ہو (یعنی صرف مرد ہی طلاق دے سکتا ہے)۔''

اور ان سب سے واضح وہ آیت ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا، پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہیں، اس لیے کہ اللہ نے (انھیں) محفوظ رکھا اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ﴾ [الأحزاب: 49]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو،

پھر انھیں طلاق دے دو۔"

قرآن مجید میں اس مفہوم پر دلالت کرنے والی آیات بہت زیادہ ہیں کہ طلاق دینے کا اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہے اور ان آیات کا مفہوم مذکورہ موقف پر شاہد ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ و المقالات: 290/21)

322- عورت کے اپنے خاوند کو طلاق دینے کا حکم

جب عورت اپنے خاوند کو طلاق دے تو یہ طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی عورت کے طلاق دینے سے اس پر کوئی کفارہ واجب ہوتا ہے لیکن اس پر یہ ضرور واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرتے ہوئے اس کی بخشش طلب کرے کیونکہ اس کا اپنے خاوند کو طلاق دینا شرعی دلائل کے خلاف ہے، کیونکہ شرعی دلائل تو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ طلاق کا اختیار خاوند یا جو شرعی طور پر اس کا قائم مقام ہو اس کے ہاتھ میں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8065)

323- حاملہ کو طلاق دینے کا حکم

حاملہ کو طلاق دینے سے اس پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ وَّالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ [الطلاق: 1 تا 4]

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت کے وقت طلاق دو اور عدت کو گنو اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے، نہ تم انھیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ نکلیں مگر یہ کہ کوئی کھلی بے حیائی (عمل میں) لائیں۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔ پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں اچھے طریقے سے روک لو، یا اچھے طریقے سے ان سے جدا ہو جاؤ اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو اور شہادت اللہ کے لیے قائم کرو۔ یہ وہ (حکم) ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام

کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔ اور وہ عورتیں جو تمھاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہیں، اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض نہیں آیا اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔''

اور نبی ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: ((مرہ)) یعنی (اے عمر!) اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دے کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے پھر اس کو اس وقت طلاق دے جب وہ پاک ہو یا حاملہ ہو۔[1] اور اس پر اجماع ہے یعنی اس مسئلہ پر کہ حاملہ پر طلاق ہو جاتی ہے اور کتاب و سنت سے یہ ثابت ہے، مگر عوام میں جو یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ حاملہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی تو اس بات کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ ہی اہل علم میں سے کسی کا یہ موقف ہے، بلکہ درست بات یہ ہے کہ حاملہ پر طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس کی عدت وضع حمل ہے حتی کہ بالفرض اگر کسی شخص نے صبح کے وقت اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دے دی اور اس نے ظہر سے پہلے بچہ پیدا کر دیا تو اس کی عدت پوری ہوگئی اور اس کی عدت وضع حمل مکمل ہونے سے پہلے پوری نہیں ہوگی۔

پس اگر اس کا وضع حمل دس مہینے یا بارہ مہینے یا سولہ مہینے یا دو سال تک بھی مؤخر ہو جائے تو وہ اس عرصہ کے دوران عدت میں ہی تصور ہوگی، اور جب وہ وضع حمل کر دے گی تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور اس کے خاوند کو اس سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا، ہاں اگر یہ آخری (یعنی تیسری) طلاق نہ ہو تو وہ اس سے نیا نکاح کر سکتا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث [1471]

324- مجبور اور یادداشت گم کیے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم

جب تمھارا باپ طلاق کے مطلب ومفہوم کو جانتا اور سمجھتا ہے اور اس نے بحالت ہوش واختیار بغیر کسی کے مجبور کیے طلاق دی تو بلاشبہ اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہوگی، بشرطیکہ طلاق کا لفظ بولتے وقت وہ ہوش وحواس میں ہو اور وہ اس پر مجبور نہ کیا گیا ہو تو طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن اگر لفظ طلاق بولتے وقت اس کی عقل غائب ہوگئی تھی یا اس کی عقل میں ایسا خلل واقع ہوا تھا کہ اس کو کچھ ہوش نہ تھی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یا طلاق دیتے وقت ایسے دباؤ میں تھا جس دباؤ نے اسے طلاق دینے پر مجبور کیا تو بلاشبہ ان دو حالتوں میں اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 274)

325- غیر مدخولہ کی طلاق کا حکم

سوال ایک شخص نے کسی کنواری لڑکی سے نکاح کیا، پھر اس پر دخول کرنے سے پہلے اس کو طلاقِ سنت دے دی اور اب وہ اس سے رجوع کرنا چاہتا ہے؟

جواب مذکورہ شخص جس نے اپنی بیوی پر دخول کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو وہ عورت اس سے بائنہ ہوگئی لہٰذا اب اس کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ مہر مثل ادا کرتے ہوئے نیا نکاح کرے اور نکاح کے دیگر ارکان اور شرائط بھی مکمل ہوں۔ (اللجنة الدائمة: 157)

326- قبل از دخول طلاق کے مسئلہ میں حق مہر کا حکم

جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے، پھر قبل از دخول اسے طلاق

دے دے جبکہ اس نے اس عورت کا حق مہر مقرر کر دیا تھا تو اسے مقرر کیے ہوئے حق مہر کا نصف ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة: 237]

''اور اگر تم انھیں اس سے پہلے طلاق دے دو کہ انھیں ہاتھ لگاؤ، اس حال میں کہ تم ان کے لیے کوئی مہر مقرر کر چکے ہو تو تم نے جو مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف (لازم) ہے مگر یہ کہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔''

لہٰذا جب کوئی شخص اپنی بیوی کو قبل از دخول طلاق دے دے تو اس کو نصف حق مہر اپنی بیوی کو دینا ہوگا خواہ اس نے حق مہر قبضہ میں لیا تھا یا ابھی قبضہ میں نہیں لیا تھا، بشرطیکہ اس نے حق مہر مقرر کیا ہو اور اگر ان دونوں میں سے کوئی اپنا حصہ دوسرے کو سخاوت کر دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 248)

327- قبل از نکاح طلاق واقع نہیں ہوتی

عقدِ نکاح کرنے سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ طلاق تو صرف خاوند کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ پیغام نکاح دینے والا یا منگنی کرنے والا جس نے ابھی تک عقد نکاح نہیں باندھا وہ خاوند نہیں بنا ہے، لہٰذا اس کا طلاق دینا درست ہے اور نہ ہی وہ واقع ہوئی ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إنما الطلاق لمن أخذ بالساق»❶

''طلاق تو صرف وہ شخص دے سکتا ہے جس نے (اپنی بیوی کی) پنڈلی پکڑی ہو (یعنی نکاح کر کے خاوند بنا ہو)۔''

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لا طلاق إلا بعد نكاح ولا عتق إلا بعد ملك»❷

''طلاق تو صرف نکاح کے بعد ہی ہوسکتی ہے اور ملکیت کے بعد ہی آزاد کرنا جائز ہوتا ہے۔'' (اللجنة الدائمة: 18212)

328- خاوند کا طلاق دینا اور بیوی کا خاوند کو بھائی کہنا

سوال میاں بیوی کا اکٹھا جھگڑا ہوا تو غصے میں خاوند نے بیوی کو کہا: تمھیں تمام مذاہب کے مطابق طلاق! ادھر بیوی نے خاوند کو اپنے اوپر یہ کہتے ہوئے حرام ٹھہرالیا: آج کے بعد تم میرے بھائی ہو، پھر جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور ہوش ٹھکانے آئی تو خاوند نے اس سے رجوع کرلیا۔

جواب تمھارے درمیان پیدا ہونے والی مذکورہ صوت حال کہ تم نے طلاق دے دی اور تمھاری بیوی نے یہ الفاظ بولے کہ تم اس پر اس کے بھائی کی طرح حرام ہو تو گزارش یہ ہے کہ تمھاری بیوی کے یہ الفاظ بیہودہ گوئی اور حرام الفاظ ہیں (کیونکہ عورت کے لیے خاوند کو اپنے اوپر حرام کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے) رہا بعد میں تمھارا اس سے رجوع کر لینا، اگر تو تمھارا رجوع اس کی عدت کے اندر ہو اور تم نے یہ جو طلاق دی یہ تیسری اور آخری طلاق نہ ہو تو بلاشبہ تمھارا

❶ **حسن**. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2081]

❷ **حسن صحيح**. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2048]

یہ رجوع درست اور صحیح ہے، لیکن اگر تمھاری اس طلاق کے ساتھ تین طلاق مکمل ہوگئی تو تمھیں اس سے رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے یا یہ طلاق تیسری طلاق نہ ہو مگر وہ عدت سے فارغ ہو چکی ہو پھر بھی تمھیں اس سے رجوع کرنے کا حق نہیں ہے، ہاں! اس صورت میں تم نیا نکاح کر سکتے ہو، اور جب تم تین مکمل طلاقیں دے چکے تو تمھیں اس سے رجوع کرنے کا حق نہیں ہے، الا یہ کہ وہ کسی اور خاوند سے رغبت کی شادی کرے، پھر وہ اپنے اختیار سے اس سے بے رغبت ہوکر اسے طلاق دے دے (تو تم اس سے نیا نکاح کر سکتے ہو)

رہا تمھاری بیوی کا یہ کہنا کہ تم اس پر اس کے بھائی کی طرح حرام ہو تو اہل علم کے کئی ایک اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق ان الفاظ کو قسم تصور کیا جائے گا، لہٰذا اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا اور وہ کفارہ یہ ہے کہ تمھاری بیوی ایک گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرے یا دس مسکینوں کو فی کس نصف صاع کے حساب سے کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو ایسا لباس پہنائے جو ان کو ادائیگی نماز کے لیے کافی ہو، اگر وہ ان تین کاموں میں سے کوئی کام نہ کر سکے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اس موقع پر میں تم دونوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم اس طرح کے الفاظ زبان پر لانے سے گریز کیا کرو اور تمھارا غصہ تم پر اس قدر غالب نہ آئے کہ تم سے اس طرح کے الفاظ کہلوائے کیونکہ اس طرح کے الفاظ شیطانی بہکاوے کا نتیجہ ہوتے ہیں اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ وہ لعین تمھیں کسی ایسی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کر دے جس سے جان چھڑانی تمھارے لیے مشکل ہو جائے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 241)

329- ایک شخص نے اپنی بیوی کو کوئی چیز لینے سے روکنے کے لیے طلاق دینے کی قسم اٹھائی، پھر اس کی بیوی نے وہ چیز لے لی

جب تم نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم اٹھائی اور اس سے تمھارا مقصد اس کو کسی کام سے روکنا تھا، مثلاً کوئی سامان وغیرہ لینا اور پکڑنا، پس اگر تو تم طلاق کو اس کام کے کرنے پر معلق کرنا چاہتے تھے اور تم نے نیت بھی کی کہ اگر یہ کام ہوگا تو طلاق واقع ہوجائے گی، پس اس سے طلاق معتبر ہوگی اور تم پر لازم ہوجائے گی، لیکن اگر طلاق کی قسم کھانے سے تمھارا مقصد صرف اپنی بیوی کو کسی کام سے روکنا تھا، طلاق دینا تمھارا مقصود نہیں تھا بلکہ تم نے صرف اس کو اس کام سے روکنے کا قصد و ارادہ کیا تھا تو اس کو اس مسئلہ میں راجح قول کے مطابق قسم تصور کیا جائے گا، لہٰذا جب تمھاری بیوی اس چیز کی مخالفت کرے جس کا تم نے اس سے ارادہ کیا تھا تو تمھارے ذمہ قسم کا کفارہ دینا واجب ہوگا اور وہ ہے ایک گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا یا فی کس نصف صاع کے حساب سے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو لباس لے کر دینا۔ اور اگر تم مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہو یعنی نہ غلام آزاد کرنے کی، نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی اور نہ ہی ان کو لباس دینے کی تو تین دن کے روزے رکھو گے اور اس طرح یہ تمھاری طلاق کی قسم اٹھانے کا کفارہ ہوجائے گا، اور علما کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ [التحریم: 1,2]

”بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا

ہے اور اللہ تمھارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔"

اور یہ فرمان باری تعالیٰ طلاق کی قسم اٹھانے کو بھی شامل ہے۔ واللہ اعلم

(الفوزان: المنتقیٰ: 256)

330- مسئلہ

سوال مرد نے اپنی بیوی کو اپنے باپ کے گھر جانے پر تین طلاق دینے کی قسم اٹھائی چنانچہ وہ نہ گئی، پھر مرد کو خیال آیا کہ یہ تو قطع رحمی ہے پس اس نے مناسب سمجھا کہ وہ اسے جانے کی اجازت دے دے۔

جواب جب طلاق کی قسم اٹھانے سے تمھارا ارادہ محض اس کو باپ کے گھر جانے سے روکنے کا ہے، طلاق دینے کی تمھاری کوئی نیت نہیں ہے تم نے تو صرف اسے وہاں جانے سے روکنے کا قصد کیا ہے تو تمھارے ذمہ قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا، یعنی تم قسم کا کفارہ ادا کر کے اس قسم کو ختم کر دو اور اس کے بعد اس کا اپنے اقارب (میکے وغیرہ) کے پاس جانا حلال ہو جائے گا۔

لیکن اگر طلاق کی قسم اٹھانے سے تمھارا ارارہ طلاق دینے کا ہی ہو تو جب وہ وہاں جائے گی تو اس کو طلاق ہو جائے گی، پس اس پر طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ تمھارا ارادہ اس کو وہاں جانے سے روکنے کا نہیں بلکہ تم نے اس کے وہاں جانے پر طلاق کو معلق کیا ہے تو شرط (اس کا باپ کے گھر جانا) پائی گئی تو مشروط (یعنی طلاق) ثابت ہو جائے گی۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 254)

331- جس شخص نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی کام کے کرنے پر معلق کیا پھر اس کو وہ کام کرنے کی اجازت دے دی

تمھارے اس کو اجازت دینے سے طلاق باطل نہیں ہوگی، جس طلاق کی تم اس پر قسم کھا چکے ہو یا تم نے اس کی طلاق کو اس شرط کے ساتھ معلق کر دیا تھا جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو اس شرط سے تمھارا رجوع کرنا تمھارے لیے مفید نہیں ہے، بلکہ طلاق اپنی حالت پر باقی ہے، جب اس نے وہ کام کیا جس سے تم اسے روکنے کا ارادہ کرتے تھے۔ پس اگر طلاق کی قسم کھانے سے تمھارا مقصد محض اس کو کسی کام سے روکنا تھا تم نے طلاق کو اس کام کے کرنے سے معلق نہیں کیا تو تم پر قسم کا کفارہ پڑے گا کیونکہ اس انداز میں طلاق دینا قسم کے حکم میں ہے لیکن اگر تمھارے طلاق کی قسم کھانے کا ارادہ یہ ہے کہ تم طلاق کو اس کے مذکورہ کام کے کرنے پر معلق کرنا چاہتے تھے تو جب وہ وہ کام کرے گی، جس پر تم نے طلاق کو معلق کیا ہے تو تمھاری دی ہوئی طلاق واقع ہوجائے گی۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 262)

332- اس اجتماعی برے رجحان (بلاوجہ طلاقیں دینا) کا علاج

بلاضرورت طلاق دینا مکروہ ہے کیونکہ اس کے بہت سے نقصانات ہیں، اور نہ ہی مسلمان کو یہ لائق ہے کہ وہ مسئلہ طلاق میں اس قسم کے تساہل اور غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا کرے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«أبغض الحلال إلى الله الطلاق»[1]

---

[1] ضعیف. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2018]

''اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سے طلاق سب سے بری لگتی ہے۔''

اور اگر خاوند اپنی بیوی کی کسی عادت، جو اس کی عفت و پاکدامنی کو داغدار نہ کرنے والی ہو، ناپسند کرتا ہے تو اس کے لیے مستحب یہی ہے کہ وہ اس پر صبر کرے اور اس کو اپنے پاس ہی رکھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ [النساء: 19]

''اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔''

(الفوزان: المنتقیٰ: 285)

333- ایک شخص نے طلاق دینے کی نیت تو کی مگر طلاق دی نہیں

صرف طلاق دینے کی نیت کرنا طلاق شمار نہیں ہوتا بلکہ طلاق تو اس وقت شمار ہوگی جب کوئی ایسا لفظ بول کر، لکھ کر اور (اشارہ) وغیرہ کر کے طلاق دی جائے جو طلاق پر دلالت کرتا ہو اور طلاق دینے کا مفہوم واضح کرتا ہو۔

(اللجنة الدائمة: 8501)

334- ایک شخص نے زبان سے بول کر طلاق دینے کی بجائے دل میں اپنی بیوی کو طلاق دی

(1) انسان پر لازم ہے کہ وہ اس طرح کے امور سے دور رہے اور ان کے

متعلق خوامخواہ نہ سوچا کرے اور ان کو اپنے ذہن سے دور رکھے تا کہ کہیں شیطان وسواس اور پراگندہ خیالات کے ذریعہ اس پر مسلط نہ ہوجائے۔

(2) یہ جوتم نے ذکر کیا ہے کہ تم نے اپنے دل میں طلاق دی یا اپنے دل میں طلاق دینے کی نیت کی اور زبان سے لفظِ طلاق کا تلفظ نہیں کیا تو یہ تمھاری طرف سے طلاق شمار نہ ہوگی اور جب تک تم زبان سے بول کر طلاق نہ دو تم پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

لیکن اگر تم نے لفظ طلاق بول کر طلاق دی خواہ ایسی ہلکی آواز کے ساتھ ہی سہی جس کو صرف تم ہی سن پائے اور تمھاری زبان بھی طلاق دیتے ہوئے حرکت میں آئی تو بلاشبہ یہ طلاق شمار ہوگی، کیونکہ تم نے بول کر طلاق دی ہے چاہے تمھاری بیوی نے یا تمھارے آس پاس موجود لوگوں نے اس کو نہ سنا ہو، جب تم نے اپنی زبان کو حرکت دے کر ہلکی آواز سے بول کر طلاق دی تو یقیناً یہ طلاق تصور ہوگی۔

لیکن جب انسان کے جی میں وسوسہ ہو اور دل میں طلاق دینے کا خیال ہو، مگر زبان سے بول کر طلاق نہ دے تو اس کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ اللہ جل و علا نے اس امت کو وہ تمام باتیں، جو یہ اپنے دل میں کرتے رہتے ہیں، معاف کر دی ہیں جب تک وہ ان کے ساتھ کلام نہ کرے یا ان کو عمل میں نہ لائے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 250)

335- آدمی کے اپنی مطلقہ عورت کے ساتھ بیٹھنے کا حکم

آدمی نے جس عورت کو طلاق بائن (جس میں رجوع کا حق نہ ہو) یا رجعی طلاق دے دی اور وہ عورت اس کی عدت سے فارغ ہوچکی تو اب یہ آدمی

اس عورت کے لیے دوسرے اجنبی مردوں کی طرح ہے اس کے لیے اس سے تنہائی اختیار کرنا جائز نہیں ہے لیکن نہ اس سے گفتگو کرنا حرام ہے اور نہ ہی کسی جگہ اس کے محرم کی موجودگی میں اس سے ملنا حرام ہے۔ (اللجنة الدائمة: 250)

336- آدمی کا اپنی اس بیوی کو ملنا جس کو اس نے رجعی طلاق دے رکھی ہو

جب آدمی نے اس کو رجعی طلاق دی ہوئی ہو تو دوران عدت اس کو ملنا، اس سے خلوت کرنا اور اس سے وہ سب کچھ دیکھنا جو ایک خاوند اپنی بیوی کا دیکھا کرتا ہے، جائز ہے خواہ اس عورت کی اس شوہر سے اولاد ہو یا نہ ہو، مگر جب اس کی عدت مکمل ہو جائے گی تو وہ عورت اس مرد کے لیے اجنبی عورت بن جائے گی، پھر اس کے ساتھ اس مرد کا خلوت اختیار کرنا جائز نہ ہوگا اور نہ ہی اس عورت سے کچھ دیکھنا جائز ہوگا مگر اسی قدر جتنا ایک اجنبی کے لیے جائز ہوتا ہے۔

اور جب وہ عورت سے مال لے کر طلاق (یعنی خلع) دے دے یا تین طلاقوں میں سے تیسری اور آخری طلاق بھی دے چکے تو وہ عورت بائنہ ہو جائے گی اور اس مرد کے لیے وہ عورت اجنبی کے حکم میں ہوگی اس کے لیے اس سے خلوت کرنا جائز نہ ہوگا۔

اور جب یہ مرد اس عورت کے بطن سے پیدا ہونے والی اپنی اولاد سے ملنا چاہے تو اس کے لیے خلوت اختیار کرنے کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرے مثلاً اس نے جس بچے کو ملنا ہو اس کو بلا لے یا وہ اپنی رشتہ دار خواتین میں سے کسی کو اس عورت کے پاس بھیجے تا کہ وہ اس بچے کو اس کے پاس لے آئے جس

سے یہ ملنا چاہتا ہے یا اس عورت کو اگر ملنا ہی ہے تو اس کے محرم کی موجودگی میں اس سے مل سکتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 5172)

337- طلاق بائن کا بیان

مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واسطے سے ثابت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین طلاقوں والی عورت کے متعلق روایت بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ليس لها سكنى ولا نفقة» ❶

''اس (تین طلاقوں والی) عورت کو نہ رہائش ملے گی اور نہ ہی نان ونفقہ۔''

اور فاطمہ بنت قیس سے ہی مروی ایک حدیث میں ہے:

« طلقني زوجي ثلاثا فلم يجعل لي رسول الله صلى الله عليه وسلم سكنىٰ ولا نفقة» ❷

''مجھے میرے خاوند نے (مختلف اوقات میں) تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے رہائش اور نان ونفقہ مقرر نہیں کیا۔''

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ مسند احمد، ابو داود، نسائی اور مسلم کی ایک روایت میں ہے:

«إلا أن تكوني حاملاً» ❸

''(تین طلاقوں کے بعد تجھے رہائش اور نان ونفقہ نہیں ملے گا) الا یہ کہ تم حاملہ ہو۔''

---

❶ صحيح مسلم [1480/44]

❷ صحيح مسلم [1480/42] سنن الترمذي [1135] سنن ابن ماجه [2035]

❸ صحيح مسلم [1480/41]

مذکورہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بلاشبہ مطلقہ بائنہ کو رہائش اور نان ونفقہ نہیں ملے گا، الا یہ کہ وہ حاملہ ہوتو پھر اس کو نان ونفقہ ملے گا مذکورہ دلیل کی وجہ سے، اور اس لیے بھی کہ بلاشبہ اس کے پیٹ میں اس کا بچہ ہے لہٰذا اس پر واجب ہے کہ اس بچے پر خرچ کرے اور اس بچے پر خرچ کرنا اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ اس حاملہ عورت کو نان ونفقہ دیا جائے۔

(اللجنة الدائمة: 20978)

خلع کے احکام

338- عورت کا بغیر کسی شرعی سبب کے طلاق کا مطالبہ کرنا

سوال کیا کوئی ایسی شرعی دلیل ہے جس میں یہ بیان ہو کہ اس عورت پر لعنت کی گئی ہے جو بغیر کسی شرعی سبب کے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے؟

جواب مجھے کوئی ایسی حدیث یاد نہیں ہے جس میں بلا سبب طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت پر لعنت کیے جانے کا ذکر ہو۔ ہاں! ایسی عورت کے متعلق سخت وعید جو آپ ﷺ کے اس فرمان میں ہے:

«أيما امرأة سألت زوجها الطلاق من غير بأس فحرام عليها رائحة الجنة»[1]

''جونسی عورت اپنے خاوند سے بغیر کسی شرعی سبب کے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔''

اور یہ سخت وعید ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے کہ یقیناً بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہے، یقیناً یہ سخت وعید ہے، لہٰذا عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے اور خاوند کے متعلق اللہ سے ڈرے اور اس سے کسی شرعی سبب کی وجہ سے ہی طلاق کا مطالبہ کرے، لیکن بعض اوقات

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [2226] سنن الترمذي، رقم الحديث [1187] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2055]

ایسا ہوتا ہے کہ عورت خاوند کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے پر صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، جیسا کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ ہوا، چنانچہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یوں گویا ہوئی:

«یا رسول اللّٰه! ثابت بن قیس ما أعیب علیه في خلق ولا دین ولکنني أکره الکفر في الإسلام»

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! (میرا شوہر) ثابت بن قیس میں اس کے اخلاق اور دینداری پر کوئی اعتراض نہیں کرتی لیکن میں اسلام میں ناشکری کو پسند نہیں کرتی۔''

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أتردین علیه حدیقته؟» ''کیا تو (حق مہر میں لیا ہوا) اس کا باغ واپس کر دے گی؟'' اس نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خاوند کو حکم دیا:

«خذ الحدیقة وطلقها تطلیقة»[1]

''اس سے باغ واپس لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔''

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 26/8)

339- ایک عورت کو اپنے خاوند کے خلق اور دینداری پر اعتراض نہ ہوتے ہوئے بھی وہ ناپسند ہے اور اس نے خاوند کو سارا حق مہر واپس کر دیا ہے۔

جب عورت اپنے خاوند کو پسند نہ کرے اور اسے خدشہ ہو کہ وہ اس کے متعلق اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکے گی تو تب اس کے لیے خلع لینا مشروع ہے کہ وہ خاوند کا دیا ہوا سارا حق مہر واپس کر دے، پھر اس کا خاوند اس کو طلاق کے ذریعہ اپنے

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث [5273]

سے علیحدہ کر دے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کے متعلق مروی ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

《يا رسول الله! ما أنقم على ثابت في دين ولا خلق إلا أني أخاف الكفر》

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ثابت کی دینداری اور (حسن) خلق پر کوئی عیب نہیں لگاتی لیکن میں ناشکری سے ڈرتی ہوں۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 《أتردين عليه حديقته؟》 کیا تو (حق مہر میں دیا ہوا) اس کا باغ واپس کر دے گی؟'' اس نے کہا: ہاں، چنانچہ اس نے وہ باغ واپس کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وہ اس کو طلاق دے کر اپنے سے جدا کر دے۔[1]

لہٰذا اگر میاں بیوی کا اس مسئلہ میں جھگڑا کھڑا ہو جائے تو اس مقدمہ کو حاکم شرعی کی عدالت میں پیش کیا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔

(اللجنة الدائمة: 8990)

340- ایک عورت نے اپنے خاوند سے خلع لے لیا اور اب وہ اپنے خاوند سے اور اس کا خاوند اس سے رجوع کی رغبت رکھتا ہے

اگر معاملہ ایسے ہی ہے جیسے سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ عورت نے اپنے خاوند سے خلع طلب کیا تو خاوند نے اس کو خلع دیتے ہوئے طلاق دے دی، پس اگر تو وہ مرد کی دی ہوئی یہ طلاق تیسری اور آخری طلاق نہیں ہے تو اس کے لیے اس عورت سے نئے عقد اور حق مہر کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ عورت اس پر راضی ہو اور نکاح کی تمام شرائط اور ارکان مکمل ہوں۔ (اللجنة الدائمة: 365)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4973]

341- عورت کا خاوند سے لیے ہوئے حق مہر سے زیادہ دے کر خلع لینا

فقہاء رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ مرد کے لیے اپنے دیے ہوئے حق مہر سے زیادہ لینا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے، پس اگر اس نے ایسا کیا تو ہے یہ ناپسندیدہ عمل ہے مگر خلع صحیح ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں میاں بیوی اس پر راضی ہیں، اور یہ قول اکثر اہل علم کا ہے چنانچہ عثمان، ابن عمر، ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، قبیصہ النخعی، مالک، شافعی اور اصحاب الرائے رحمہم اللہ سے یہی موقف مروی ہے۔ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں نے کہا: اگر عورت اپنے خاوند سے اپنے آئینے اور بالوں کی چٹیا کے عوض بھی خلع لے لے تو یہ جائز ہوگا اور یہی مشہور مذہب ہے، یہی درست بھی ہے اور اسی پر عمل ہے۔

(محمد بن ابراہیم آل الشیخ: الفتاویٰ والرسائل: 242/10)

342- حائضہ عورت کا خلع لینا

جب طلاق ایسی ہو جو عوض اور فدیہ لے کر دی جا رہی ہو تو پھر خاوند کے لیے اپنی حائضہ بیوی کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مثلاً میاں بیوی کے درمیان جھگڑا پیدا ہو جائے اور ان کی ازدواجی زندگی بدمزگی اور سوءِ معاشرت کا شکار ہو جائے تو خاوند بیوی سے عوض اور فدیہ لے کر اس کو طلاق دے دے تو اسے حیض کی حالت میں بھی طلاق دینا جائز ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے:

«يا رسول الله! إني ما أعتب عليه في خلق ولا دين ولكن أكره الكفر في الإسلام»

''یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً میں اس (ثابت اپنے شوہر) کے حسن خلق اور دینداری پر اس کو طعن ملامت نہیں کرتی لیکن میں اسلام میں ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں'' تو نبی ﷺ نے فرمایا: «أتردين عليه حديقته؟» ''کیا تم (بطور حق مہر) اس سے لیا ہوا باغ واپس کر دو گی؟'' اس نے جواب دیا: ہاں، تب رسول اللہ ﷺ نے (ثابت رضی اللہ عنہ کو) حکم دیا:

«أقبل الحديقة وطلقها تطليقة» [1]

''اس سے باغ قبول کرلو اور اسے طلاق دے دو۔''

اور نبی ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا حکم دیتے وقت یہ نہیں پوچھا کہ وہ حائضہ ہے یا پاک ہے اور چونکہ یہ طلاق عورت کے اپنی جان کا فدیہ دینے کی صورت میں ہوتی ہے، لہٰذا کسی بھی حالت میں جب اس کی ضرورت ہو یہ طلاق دینا جائز ہے۔

مغنی کے مصنف نے ''المغنی'' میں بحالت حیض خلع کے جواز کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ عورت کو بحالت حیض طلاق دینے سے اس ضرر و نقصان کی وجہ سے منع کیا گیا ہے جو اس کو عدت کے لمبا ہونے سے لاحق ہوتا ہے جبکہ خلع تو خود اس ضرر و نقصان کا ازالہ کرتا ہے جو اس کو سوءِ معاشرت اور اس شخص کے ساتھ زندگی گزارنے کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے جس کو وہ ناپسند کرتی اور اس سے نفرت کرتی ہے اور یہ ضرر و تکلیف لمبی عدت کی تکلیف سے زیادہ بڑی ہے لہٰذا جائز ہے کہ ان دونوں میں سے بڑے ضرر (سوءِ معاشرت) کو ان سے چھوٹے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4973]

ضرر (لمبی عدت) سے دور کیا جائے، اسی لیے نبی ﷺ نے خلع طلب کرنے والی عورت سے اس کی حالت کے متعلق دریافت نہیں فرمایا کہ وہ حالت حیض میں ہے یا نہیں۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 236/11)

343- خلع لینے والی کی عدت

علماء کرام رحمہم اللہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ خلع لینے والی تین حیض عدت گزارے یا ایک حیض؟ اور یہ خلع لینے والی جس نے اس کے متعلق سوال کیا ہے اگر تو اس نے اپنے خاوند کے لیے مال مقرر کیا ہے یا اس کو مال دیا ہے اور پھر اس نے اس کو خلع دیا ہے تو اس کے متعلق درست موقف یہ ہے کہ بلاشبہ اس کے لیے ایک حیض عدت گزارنا ہی کافی ہے جس کی دلیل ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث ہے جب انھوں نے اپنے خاوند سے خلع لیا تو نبی ﷺ نے انھیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم دیا تھا اور اسی مضمون کی حدیث ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یقیناً وہ خلع لینے والی جس کو اس کے شوہر نے فدیہ لے کر طلاق دی ہے اگر وہ تین حیض عدت گزارے تو یہ افضل اور احوط (احتیاطی عمل) ہے اور اس سے علماء کے اختلاف سے بھی بچا جا سکتا ہے اور اگر وہ ایک حیض عدت گزارے تو اہل علم کے دو قولوں میں سے اُصح قول کے مطابق یہ بھی اسے کافی ہے کیونکہ یہ اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 177/22)

ظہار کے احکام

344- ظہار اور اس کا کفارہ

ظہار کا مطلب ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو اس عورت کے ساتھ تشبیہ دے جو اس کے لیے ابدی طور پر حرام ہے، مثلاً وہ کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح (حرام) ہے، یا تو مجھ پر میری بہن کی پشت کی طرح (حرام) ہے، یا تم مجھ پر میری بیٹی کی طرح (حرام) ہو یا اس قسم کے دیگر الفاظ استعمال کرے تو یہ ایک بری بات اور جھوٹ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ [المجادلة: 2]

''اور بلاشبہ وہ یقیناً ایک بُری بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔''

اور ایسا کرنا حرام ہے، مگر جب خاوند ایسا کر بیٹھے یعنی ظہار کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ [المجادلة: 3]

''اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انھوں نے کہا تو ایک گردن آزاد کرنا ہے اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے وہ (کفارہ)

جس کے ساتھ تم نصیحت کیے جاؤ گے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ﴾

[المجادلة: 4]

"پھر جو شخص نہ پائے تو پے در پے دو مہینوں کا روزہ رکھنا ہے اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پھر جو اس کی (بھی) طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔"

تو ہم اس ظہار کرنے والے سے کہیں گے: تمھارے ذمے ایک گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا واجب ہے اور اگر تمھیں یہ میسر نہیں ہے تو دو مہینوں کے روزے اس طرح پے در پے رکھو کہ درمیان میں سے ایک دن کا بھی روزہ نہ چھوڑو الا یہ کہ کوئی شرعی عذر ہو جیسے سفر پر روانہ ہونا یا بیمار پڑ جانا، پھر اگر تم اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ ظہار کا یہ کفارہ اسی ترتیب سے واجب ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے، اس میں بندے کو تقدیم و تأخیر کا اختیار نہیں ہے اور نہ ہی ظہار کرنے والے کو کفارہ دینے سے پہلے اپنی بیوی سے مجامعت کرنا ہی حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ﴾ [المجادلة: 3]

"اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔"

اور اگر وہ کفارہ دینے سے پہلے مجامعت کرے گا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ اللہ عزوجل کے حضور توبہ کرے، علمائے کرام رحمہم اللہ نے اس

مسئلہ کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ کفارہ دینے سے پہلے بیوی سے مجامعت کر لیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ نئے سرے سے روزے رکھے، اس بنا پر اگر اس نے اس وقت بیوی سے جماع کر لیا جب دو مہینوں سے صرف پانچ دن باقی تھے تو اس پر لازم ہے کہ وہ دوبارہ سے دو مہینوں کے روزے رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس تسلسل کی شرط لگاتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ﴾ [المجادلة: 3]

''اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔''

(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 21)

345- عورت کا اپنے خاوند کو بھائی کہنا

سوال عورت کا اپنے خاوند سے ظہار کرنا اور اس کو اپنے اوپر حرام کرنے کے قصد و ارادہ سے اس کے متعلق کہنا: وہ میرے لیے میرے بھائی کی طرح (حرام) ہے؟

جواب عورت کے اس قسم کے الفاظ کہنے کا حکم یہ ہے کہ اس کو اس طرح کے بول بولنا حلال نہیں ہے کیونکہ یہ کہہ کر اس نے ایسے شخص کو، جس کو اللہ نے اس کے لیے حلال کیا ہوا ہے، اس شخص سے تشبیہ دی ہے جس کو اللہ نے اس پر حرام کیا ہوا، لہٰذا یہ کذب بیانی اور جھوٹی باتی ہے لیکن اس کا حکم ظہار والا حکم نہیں ہے، یعنی عورت کے اپنے خاوند کو کسی محرم رشتہ دار سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر حرام کرنے سے اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ظہار کا کفارہ ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظہار کو مردوں کے ساتھ خاص کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآءِ هِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا﴾

[المجادلة: 3]

''اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔''

لیکن جب عورت اپنے خاوند سے ظہار کرتے ہوئے اس قسم کے الفاظ کہے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور کفارہ قسم یہ ہے: دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا۔ پس جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے اور تین دن کے روزے مسلسل رکھے، رہا مسکینوں کو کھانا کھلانا تو یہ دونوں طرح سے جائز ہے، خواہ صبح یا شام کا کھانا پکائے اور ان سب کو بلا کر ایک ہی مرتبہ کھانا کھلا دے، خواہ ان کو درمیانے درجے کا چھ کلو کھانا دے دے جو کھانا اس کے ملک کے لوگ کھاتے ہیں، اور بہتر ہے کہ اس کھانے میں گوشت بطور سالن کے شامل ہو تاکہ کھانا کھلانے کا عمل بدرجہ اتم مکمل ہو جائے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 12)

346- مذکورہ صورت حال میں آدمی کا اپنی بیوی کی طرف سے اپنے مال میں سے مسکینوں کو کھانا کھلانا

خاوند کے اپنی بیوی کی طرف سے قسم کے کفارے کا کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ بیوی کی اجازت سے ایسا کرے، لہٰذا جب بیوی اس کو اجازت دے دے یا بیوی اس سے اجازت لے کر اس کے مال سے مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 13)

347- بیوی ہمیشہ اپنے شوہر کو کہا کرتی ہے: تم میرے خاوند ہو، تم میرے باپ ہو، تم میرے بھائی ہو اور تم دنیا میں میرا سب کچھ ہو

تیری بیوی کا یہ کلام اس کو تم پر حرام نہیں کرتا ہے کیونکہ اس کے اس کلام کہ تم میرے باپ ہو، میرے بھائی ہو یا وہ اس قسم کے کسی دوسرے محرم رشتہ دار کے ساتھ تشبیہ دیتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ (اے سرتاج!) تم میرے نزدیک عزت و احترام کے اعتبار سے میرے باپ اور میرے بھائی کی طرح ہو، اور اس کا یہ ارادہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ تمھیں اپنے اوپر اپنے بھائی اور اپنے باپ کی طرح حرام کر رہی ہے۔ بالفرض اگر اس کا یہ ارادہ ہو بھی تو یقیناً تم اس پر حرام نہیں ہو جاؤ گے کیونکہ عورتوں کی طرف سے اپنے خاوندوں سے ظہار نہیں ہوتا ہے یہ تو صرف مردوں کی طرف سے اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسی لیے اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے ظہار کرے، مثلاً اس کو یوں کہے: تم مجھ پر میرے باپ کی پشت کی طرح (حرام) ہو یا میرے بھائی کی پشت کی طرح (حرام) ہو یا اس جیسے کسی محرم رشتہ کے ساتھ تشبیہ دے تو یہ ظہار تصور نہیں ہوگا، لیکن اس کا حکم قسم کا حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ قسم کا کفارہ دینے سے پہلے خاوند کو اپنے پاس آنے دے۔ اگر وہ عورت چاہے تو خاوند کو اپنے پاس آنے اور استمتاع (جماع) کرنے سے پہلے کفارہ ادا کرے اور اگر چاہے تو استمتاع کے بعد کفارہ ادا کر دے اور کفارۂ قسم کچھ یوں ہے: دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا یا گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پے در پے تین دن کے روزے رکھنا۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 19)

348- عورت کا اپنے خاوند کو از روئے مذاق کہنا: اے میرے بیٹے!

عورت کے لیے مکروہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اپنے ان رشتہ دار مردوں سے تشبیہ دے جو اس پر حرام ہیں، اور اسی طرح مرد کے لیے بھی مکروہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنی ان رشتہ دار خواتین سے تشبیہ دے جو اس پر حرام ہیں، مثلاً خاوند اپنی بیوی سے کہے: اے میری ماں، یا کہے: اے میری بہن، یا بیوی اپنے خاوند کو کہے: اے میرے باپ، یا کہے: اے میرے بھائی یا اس طرح کے دیگر محرم رشتہ داروں سے تشبیہ دے۔ (اللجنة الدائمة: 20229)

349- ظہار کو معلق کرنا

سوال خاوند نے اپنی بیوی سے ظہار کو یوں معلق کیا کہ کسی کام کو متعین کرتے ہوئے کہا کہ وہ فلاں کام نہ کرے گی تو اس کی بیوی نے وہ کام کرلیا اور خاوند کو کہا کہ میں بھول گئی تھی؟

جواب اگر تو تمھاری بیوی نے بھول کر وہ کام کیا تو تمھاری قسم نہیں ٹوٹے گی، یعنی تم پر ظہار کا کفارہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس مسئلہ میں راجح قول یہ ہے کہ جو بھول کر کسی دوسرے کی قسم توڑے تو بلاشبہ اس سے قسم اٹھانے والے کی قسم نہیں ٹوٹے گی، جس طرح خود قسم اٹھانے والا بھول کر کوئی کام کرلے یعنی بھول کر وہ کام کرلے جس کے نہ کرنے کی اس نے قسم اٹھائی تھی تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا (اسی طرح مذکورہ سوال میں بھی سائل پر) کفارہ واجب نہیں ہے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 20)

350- جب خاوند کفارہ ظہار کی ادائیگی میں تاخیر کرے تو عورت کے حقوق کس کے ذمہ ہوں گے؟

جب آدمی اپنی بیوی سے ظہار کر لے تو اس کی بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے اپنے مخصوص حقوق کا مطالبہ کرے اور اگر خاوند حقوق کی ادائیگی سے مسلسل انکار کرے تو وہ اپنا مقدمہ عدالت میں پیش کرے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 2)

ایلاء اور لعان

351- بیوی سے جنسی تعلقات قائم نہ کرنے کی قسم اٹھانا

کسی مسلمان کے لیے اپنی بیوی سے وطی کو ترک کرنے کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، پس اگر وہ ایسا کرے تو شریعت کی طرف سے اس کے لیے چار ماہ کی مدت مقرر کی گئی ہے، اگر تو وہ اپنی قسم سے رجوع کرتے ہوئے بیوی سے وطی کرے تو وہ رجوع کرنے والا شمار ہوگا اور اگر وہ رجوع سے انکار کرے تو حاکم شرعی ان کے درمیان جدائی کروا دے گا کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة: 226,227]

''اور ان لوگوں کے لیے، جو اپنی عورتوں سے قسم کھا لیتے ہیں، چار مہینے انتظار کرنا ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور اگر طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 10298)

352- بیوی سے تین ماہ سے زیادہ مدت تک کے لیے قطع تعلقی کرنا

جس شخص نے اپنی بیوی کو تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے لیے چھوڑے رکھا تو اگر تو یہ قطع تعلقی بیوی کی نافرمانی اور بدد ماغی کی وجہ سے ہو یعنی اس کے اپنے خاوند کی ان حقوقِ زوجیت میں نافرمانی کی وجہ سے جو خاوند کے حقوق اس کے ذمہ واجب ہوں اور وہ خاوند کے سمجھانے، اس کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلانے اور اس کو اپنے خاوند کے واجب الاداء حقوق یاد دلانے کے باوجود وہ نافرمانی کی مرتکب ہوئی ہو تو خاوند جب تک چاہے اس کو ادب سکھانے کے لیے بستر میں الگ کر دے حتی کہ وہ برضا و رغبت اپنے خاوند کے حقوق ادا کرنے لگے نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی بیویوں سے قطع تعلقی کی تھی اور مہینہ بھر ان کے پاس نہیں گئے تھے، لیکن بیوی سے تین دن سے زیادہ بول چال بند کرنا حلال نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاثة أيام»[1]

"کسی مسلمان کے لیے اپنے (مسلمان یا حقیقی) بھائی کو تین سے زیادہ چھوڑنا (قطع تعلقی کرنا اور بول چال بند کرنا) جائز نہیں ہے۔"

لیکن اگر خاوند اپنی بیوی کو چار ماہ سے زیادہ مدت تک محض اس کو تنگ کرنے کے لیے الگ کردے حالانکہ وہ اپنے خاوند کے حقوق میں کسی قسم کی کوتاہی کا ارتکاب بھی نہیں کرتی ہے تو ایسا شخص اگرچہ قسم نہ اٹھائے پھر بھی وہ قسم اٹھانے والا یعنی ایلاء کرنے والا ہی شمار ہوگا، چنانچہ اس کے لیے ایلاء کی مدت مقرر کی جائے گی، پس جب چار ماہ گزرنے پر بھی وہ اپنی بیوی سے تعلقات

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6065] صحيح مسلم [2559/23]

بحال نہ کرے اور جماع پر قدرت ہونے کے باوجود اس کی اگلی شرمگاہ میں وطی نہ کرے، درآنحالیکہ عورت حائضہ بھی نہیں ہے اور نفاس میں بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کے خاوند کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اس عورت (اپنی بیوی) کو طلاق دے دے، اور اگر وہ بیوی سے تعلقات بحال کرنے اور طلاق دینے ہر دو کاموں سے انکار کرے تو عورت کے مطالبے پر قاضی اس کی طرف سے طلاق دے گا یا عورت کا نکاح اس مرد سے فسخ کر دے گا۔(اللجنة الدائمة: 20443)

353- لعان کرنے والوں کے بچے کا حکم

جب شرعی طریقے کے مطابق لعان مکمل ہو جائے تو بچہ اس کی ماں کو دے دیا جائے گا اس شخص کو بچہ نہ ملے گا جس نے اس بچے کی ماں سے لعان کیا ہے اور نہ لعان کرنے والے اور اس بچے (جس پر لعان کیا گیا ہے) کے درمیان وراثت کا سلسلہ چلے گا جیسا کہ صحیح سند کے ساتھ نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

(اللجنة الدائمة: 4091)

نسب ملانا اور متبنّٰی بنانا

354- عورت کا چھ ماہ میں بچہ پیدا کرنا

جب عورت خاوند کے ملاپ سے چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت میں بچہ پیدا کرے تو وہ بچہ اسی خاوند کا ہوگا جس نے اس سے ملاپ کیا ہے کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ [الأحقاف: 15]

''اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔''

اس کے ساتھ یہ ارشاد بھی ہے:

﴿ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ﴾ [لقمان: 14]

''اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے۔''

پس جب دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس مہینے ہو تو حمل کے لیے صرف چھ مہینے باقی رہ جاتے ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 8576)

355- بچے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنا

بچے کو اس کے باپ کی طرف منسوب کرنا واجب ہے اور اس کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [الأحزاب: 5]

”انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔“

پس اگر کسی بچے کے باپ کے متعلق علم نہ ہوتو اسے کسی بھی مناسب نام جیسے عبداللہ یا عبدالرحمٰن یا اس سے ملتے جلتے ناموں کے ساتھ پکارا جائے۔

(اللجنة الدائمة: 17904)

356- عورت کو اس کے خاوند کے نام کے ساتھ پکارنا

انسان کو اس کے باپ کے علاوہ کسی کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ [الأحزاب: 5]

”انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔“

ایسے شخص کے متعلق سخت وعید بیان کی گئی ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرتا ہے، لہٰذا اس بنا پر، جس طرح کفار میں یہ عادت رائج ہے اور ان مسلمانوں میں جو ان کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، عورت کی نسبت اس کے خاوند کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔

(اللجنة الدائمة: 18147)

357- ولدِ زنا کا حکم جب اس کا باپ (زانی) اعتراف کرے اور اس کی ماں شادی شدہ نہ ہو

زنا کے نتیجے میں بچے کا نسب زانی (باپ) کے ساتھ ثابت نہیں ہوگا

کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«الولد للفراش و للعاهر الحجر»[1]

''بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔''

البتہ زانی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ زانیہ کی عدت ختم ہونے اور سچی توبہ کرنے کے بعد اس سے شادی کر لے۔ (اللجنة الدائمة: 5336)

358- لڑکی کا اپنے اس والد سے خلوت وتنہائی اختیار کرنا جس نے اس کو منہ بولی بیٹی بنا رکھا ہے

منہ سے بولنا تمھیں اس شخص کی بیٹی نہیں بنا دیتا جس نے تمھیں متبنیہ بنایا ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا، اس عمل کا مقصد صرف یہ ہے کہ متبنیٰ پر احسان کیا جائے اور اس کی صغرسنی میں اس کی تربیت کی جائے اور اس کے بڑا اور سمجھدار ہونے تک اور اس کے اپنے معاملات خود چلانے تک اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے تک اس کے مصالح کی نگرانی کی جائے، پس ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس لڑکی سے احسان کرنے والے پر احسان کرے گا، لیکن اس سب کے باوجود وہ اس لڑکی کا باپ اور اس کا محرم نہیں بنتا ہے، لہٰذا اس لڑکی پر واجب ہے کہ یہ اس سے پردہ کرے کیونکہ تنہائی میں اس (متبنیٰ بنانے والے) کی حیثیت کسی بھی اجنبی شخص کی ہے، اس کے احسان کے بدلے اس سے احسان ضرور کیا جائے، اس کی نیکی کے مقابلے میں اس سے نیکی کی جائے لیکن پردے میں رہ کر اور اس سے خلوت وتنہائی اختیار کیے بغیر۔ (اللجنة الدائمة: 10632)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2053] صحيح مسلم [1457/36]

عدت اور سوگ کرنا

359- عورتوں پر ان کے خاوندوں کی وفات پر عدت فرض کرنے کی حکمت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی ایک حکمتوں کی بنا پر عورتوں کے لیے عدت کو مشروع قرار دیا ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں ان حکمتوں کا تذکرہ کیا ہے، ہم اس جگہ صرف ان کا کلام پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں:

مقام اول: عدت کے مشروع کرنے میں کئی حکمتیں ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ عورت کے رحم کا حمل سے خالی ہونا معلوم ہوجائے اور ایک رحم میں دو یا زیادہ وطی کرنے والوں کا نطفہ جمع نہ ہونے پائے کیونکہ نطفوں کے اختلاف سے نسب مشتبہ ہوجاتے ہیں اور اس میں ایسی خرابی ہے جس سے شریعت وحکمت نے روک دیا ہے۔

اور ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ عقد نکاح کی تعظیم، بلندی قدر اور اس کے شرف کا اظہار۔ اور ایک ان میں سے یہ ہے کہ طلاق دینے والے کے لیے مدتِ رجوع کو لمبا کرنا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنے فیصلہ طلاق پر نادم ہو کر رجوع کرے تو اس کو عدت کی لمبائی کی وجہ سے وہ وقت میسر آجائے جس میں اس کے لیے رجوع کرنا ممکن ہو۔ اور ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ حق زوجیت کو ادا کرنا اور خاوند کی عدم موجودگی (دنیا سے چلے جانے) کے اثر کا اظہار کرنا بایں طور کہ وہ زیب و زینت کے اختیار کرنے سے رک جائے، اسی لیے شریعت نے اس

پر باپ اور بیٹے کی نسبت لمبا سوگ مقرر کیا ہے (یعنی چار ماہ دس دن)۔

اور ایک حکمت یہ ہے کہ خاوند کے حق میں احتیاط برتنا، بیوی کی مصلحت کا لحاظ، بچے کا حق اور اللہ کے حق کی ادائیگی جو اللہ نے اس پر واجب کیا ہے، پس عدت میں چار حق ہیں۔ (خاوند کا، بیوی کا، بچے کا اور اللہ کا) اور یقیناً شارع نے پورا حق مہر واجب ہونے میں موت کو دخول کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ پس بلاشبہ نکاح کی مدت پوری عمر ہے، اس لیے حق مہر کی تکمیل میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والے لوگوں کے موقف کے مطابق پرورده لڑکی کے حرام ہونے میں اس کو دخول کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے، جیسا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کا ان سے مروی دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق یہی مذہب ہے۔ پس عدت سے مقصود محض رحم خالی کرنا ہی نہیں بلکہ استبراءِ رحم مقاصد عدت میں سے ایک مقصد اور اس کے احکام میں سے ایک حکم ہے۔ (اللجنة الدائمة: 2787)

360- جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کی عدت نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ [الأحزاب: 49]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمھارے

لیے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرتے ہو۔''

پس یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ جس عورت کو اس کے خاوند نے چھونے اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی ہوتو اس عورت پر کوئی عدت نہیں ہے، جس کو وہ شمار کرے۔ (اللجنة الدائمة: 562)

361- اس عورت کی عدت جس کا خاوند دخول سے پہلے ہی فوت ہوگیا

جب آدمی کسی عورت سے نکاح کرے، پھر اس عورت پر دخول سے پہلے فوت ہوجائے تو وہ عورت عدتِ وفات چار ماہ دس دن گزارے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس عمومی ارشاد کا یہی تقاضا ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ﴾ [البقرة: 234]

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار میں رکھیں۔''

اور اس عورت کے لیے وراثت ثابت ہوگی، چنانچہ وہ اپنے خاوند کے مال میں سے چوتھے حصے کی وارث ہوگی بشرطیکہ اس کی کوئی اور بیوی اور اولاد نہ ہو، اور اگر اس کی اولاد ہوتو اسے اس کے مال میں سے آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر اس کی کوئی اور بیوی بھی ہوتو یہ آٹھویں حصے میں اس کے ساتھ شریک ہوگی، نیز اس کو مکمل حق مہر ملے گا، یعنی وہ حق مہر جو اس کے شوہر نے اس کے لیے مقرر کیا تھا، وہ مکمل حق مہر اس عورت کو دیا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ نے بروع

بنت واشق رضی اللہ عنہا کے متعلق ایسے ہی (مکمل حق مہر دینے کا) فیصلہ دیا تھا، اور اس عورت کا معاملہ اس عورت کے برخلاف ہے جس کو اس کے خاوند نے دخول اور خلوت سے پہلے طلاق دے دی ہو، پس بلاشبہ اس عورت کی عدت نہیں ہوگی اور اس کو صرف نصف حق مہر دیا جائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ [الأحزاب: 49]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو، سو انھیں سامان دو اور انھیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔''

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ [البقرة: 237]

''اور اگر تم انھیں اس سے پہلے طلاق دے دو کہ انھیں ہاتھ لگاؤ، اس حال میں کہ تم ان کے لیے کوئی مہر مقرر کر چکے ہو تو تم نے جو مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف (لازم) ہے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔''

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 3)

362- ایسی عورت کی عدت جس کو اس کے غائب رہنے والے خاوند نے طلاق دی

عورت پر عدت گزارنا واجب ہے جب اس کو ایسا خاوند طلاق دے جو اس سے اکثر غائب رہتا ہو، اور اسی طرح اگر اسے قاضی طلاق دے تو پھر بھی اس پر عدت گزارنا واجب ہوگا اور اس کی عدت تین حیض ہے۔ اگر اسے کبرسنی اور بڑھاپے یا کسی حادثے یا کسی آفت و بیماری یا صغرسنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾ [الطلاق: 4]

''اور وہ عورتیں جو تمھاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہوں، اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض نہیں آیا۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 12)

363- گم شدہ خاوند والی عورت کتنا عرصہ انتظار کرے؟

(1) ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ ''مفقود'' (گم شدہ) کون ہے؟ تو مفقود وہ ہے جس کے متعلق کچھ خبر نہ ہو، آیا وہ زندہ ہے یا فوت ہو چکا ہے؟ ایسے شخص کی بیوی اتنی مدت اس کا انتظار کرے جو مدت قاضی نے اس کے لیے مقرر کی ہے، اور قاضی اس گم شدہ شخص کے متعلق غور و فکر کرے گا اور اس کے مناسب حال انتظار کی مدت مقرر کرے گا، پس جب یہ مدت پوری ہو جائے اور ابھی اس کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو تو اس کی بیوی عدت

وفات گزار کر پیغام نکاح دینے والوں کے لیے تیار ہو جائے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 13)

364- وہ عورت جس کا خاوند گم ہو گیا پھر مردہ حالت میں ملا

ایسی عورت پر لازم ہے کہ وہ اس وقت سے اپنی عدت کی ابتداء کرے جس وقت اس کا خاوند مردہ حالت میں ملا کیونکہ یہی یقینی بات ہے، اور یہ عدت چار ماہ اور دس دن ہے اور اس پر احداد (سوگ) بھی واجب ہے الا یہ کہ وہ حاملہ ہو، اور اگر وہ حاملہ ہوگی تو وضع حمل کے ساتھ اس کی عدت پوری ہو جائے گی، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ﴾ [البقرة: 234]

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار میں رکھیں۔''

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق: 4]

''اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔''

اور اس لیے بھی کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کو وضع حمل کے ساتھ عدت سے فارغ ہو جانے کا فتویٰ دیا تھا۔[1]

اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ واللہ ولی التوفیق

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 218/22)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5319] صحيح مسلم [1485/57]

365- حاملہ کے اِحداد (سوگ) کی مدت اس کے وضع حمل سے ختم ہوجاتی ہے

حاملہ کے اِحداد (سوگ) کی مدت اس کے حمل وضع کرنے سے پوری ہوجاتی ہے کیونکہ سورۂ طلاق میں مطلقہ عورتوں کے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق: 4]

''اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔''

متوفی (جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو) حاملہ کے احداد (سوگ) کا حکم اور مطلقہ حاملہ کا حکم ایک ہی ہے جیسے کہ اہل علم نے مذکورہ آیت کے عموم کی وجہ سے اس موقف کو اختیار کیا ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی ﷺ نے سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کو اپنا حمل جننے کی وجہ سے احداد سے نکلنے اور فارغ ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ وہ وضع حمل کے ساتھ اپنے فوت شدہ خاوند کی عدت سے فارغ ہوگئیں تھیں اور اس نے اپنے خاوند کی وفات سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حمل کو جنم دے دیا تھا۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 226/22)

366- خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور طلاق نامہ ایک سال کے بعد بھیجا

عدت طلاق اس تاریخ سے شروع ہوگی جس تاریخ کو خاوند نے طلاق دی نہ کہ اس تاریخ سے جب بیوی کو طلاق نامہ موصول ہوا۔ اب اگر وہ ان عورتوں میں سے ہے جن کو حیض آتا ہے تو اس کے لیے شادی کرنا حلال نہیں

ہے مگر اس وقت جب وہ طلاق ملنے کے بعد تین حیض گزار چکے اور اگر اس کو حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین مہینے ہوگی اور اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾ [البقرۃ: 228]

''اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں۔''

اس آیت میں مذکور لفظ "قروء" سے مراد حیض ہے۔ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰٓئِْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق: 4]

''اور وہ عورتیں جو تمھاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہوں، اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض نہیں آیا اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔'' (اللجنة الدائمة: 19954)

367- کیا خاوند اپنی بیوی کو سوگ چھوڑنے کی اجازت دے سکتا ہے؟

سوال ایک عورت نے اپنے خاوند سے مطالبہ کیا کہ اگر تقدیر الٰہی سے تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو مجھے احداد (سوگ) نہ کرنے کی اجازت دے دو، خاوند نے اس کو اجازت دے دی، وہ عورت بھی بقید حیات ہے اور مرد کو بھی کوئی بیماری نہیں ہے، لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ مرد اپنی بیوی سے پہلے فوت ہوگیا۔

جواب خاوند کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی وفات کے نتیجے میں اپنی بیوی سے اِحداد (سوگ) کو ساقط کرے، پس جب وہ اپنی بیوی سے پہلے فوت ہوگیا ہے تو اس کی بیوی پر واجب ہے کہ وہ اس پر احداد (سوگ) کرے اگرچہ اس کے خاوند نے اپنی زندگی میں سوگ نہ کرنے کی اسے اجازت ہی دے دی ہو کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا»[1]

"کسی عورت پر، جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے، یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے اپنے خاوند کے (وہ اس پر) چار ماہ دس دن (سوگ کرے)۔"

اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 2493)

368- عدتِ وفات گزارنے والی عورت پر کیا واجب ہے؟

اس پر واجب ہے کہ وہ اگر حاملہ نہیں ہے تو چار ماہ دس دن عدت گزارے کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ﴾ [البقرة: 234]

"اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار میں رکھیں۔"

اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل کے ساتھ پوری ہوگی کیونکہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1280] صحيح مسلم [1486/58]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق: 4]

''اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں۔''

نیز اس پر واجب ہے کہ خوبصورت لباس زیب تن نہ کرے، سرمہ اور خوشبو نہ لگائے الا یہ کہ جب وہ اپنے حیض سے پاک ہو تو معمولی سی خوشبو استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، اور اس پر لازم ہے کہ وہ سونے اور چاندی وغیرہ کے زیورات پہننے سے اجتناب کرے، نیز اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے سر اور ہاتھوں پر مہندی لگانے سے گریز کرے، ہاں وہ بیری کے پتے پانی میں ابال کر اس سے سر دھو سکتی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے سوگ کرنے والی عورت کو مذکورہ چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہوا ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 187/22)

369- نوکری کرنے والی ملازمہ کی عدت کا طریقہ

اس پر شرعی عدت گزارنا واجب ہے۔ نیز اس پر واجب ہے کہ وہ پوری عدت کے دوران احداد (سوگ) شرعی کا التزام کرے اور اس کے لیے دن کے وقت کام کاج کے لیے گھر سے نکلنا جائز ہے کیونکہ یہ اہم ضرورتوں میں سے ہے۔ اور علمائے کرام رحمہم اللہ سے یہ موقف ثابت ہے کہ وہ عدت وفات گزارنے والی عورت کے لیے نوکری پر جانے کے لیے گھر سے نکلنے کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ نوکری اور ملازمت انسان کی اہم ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہے اور اگر رات کے وقت بھی نوکری پر جانا پڑے تو بوجہ ضرورت وہ گھر سے نکل سکتی ہے ورنہ اس بات کا خدشہ ہے کہ اسے نوکری سے برطرف کر دیا جائے گا۔ اور یہ

بات کسی سے مخفی نہیں کہ چونکہ نوکری اس کی اہم ضرورت ہے تو اس کی برطرفی سے اس کو کتنا نقصان ہوگا۔ علمائے کرام رحمہم اللہ نے عورت کے اپنے خاوند کے اس گھر سے نکلنے کے جواز پر کئی اسباب ذکر کیے ہیں، جس گھر میں عدت گزارنا اس پر واجب ہے، ان اسباب میں بعض کے اندر یہ نرمی اور گنجائش موجود ہے کہ جب وہ نوکری کرنے پر مجبور ہو تو وہ نوکری پر جانے کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے، اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو۔''

نیز نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

« إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم »[1]

''جب میں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم حتی الوسع اس پر عمل کرو۔''

اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ و المقالات: 202/22)

370- اپنے خاوند پر سوگ کرنے والی عورت پر لاگو ہونے والے احکام کا بیان

(1) وہ اپنے اسی گھر میں قیام کرے جس میں اس کا خاوند فوت ہوا ہو، جبکہ اس کی رہائش بھی وہیں ہو اور وہ بلا ضرورت و حاجت اس گھر سے نہ نکلے، مثلاً بیماری کے وقت ہسپتال سے رجوع کرنا اور بازار سے ضروریات زندگی کا سامان مثلاً روٹی وغیرہ خریدنے کے لیے جانا جائز ہے، خصوصاً جب اس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6858] صحيح مسلم، برقم [1337]

کے پاس کوئی نہ ہو جو اس طرح کے کام سرانجام دے سکے۔

2. وہ خوبصورت لباس پہننے سے اجتناب کرے اور اس کی بجائے وہ دوسرے سادھے کپڑے استعمال کرے۔

3. وہ خوشبو وغیرہ کی جملہ اقسام سے گریز کرے، سوائے اس کے کہ جب وہ اپنے حیض سے پاک ہو تو (شرمگاہ پر) خوشبو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

4. وہ سونے، چاندی، ہیرے اور ان جیسی دیگر چیزوں سے بنے ہوئے زیورات استعمال نہ کرے، خواہ وہ زیورات ہاروں یا کنگنوں کی شکل میں ہوں یا زیورات کی کسی بھی صورت میں ہوں۔

5. سرمہ لگانے سے اجتناب کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سوگ کرنے والی عورت کو ان تمام چیزوں سے منع کیا ہوا ہے۔

سوگ منانے والی عورت پانی اور صابون اور بیری کے پتوں سے جب چاہے غسل کر سکتی ہے۔ وہ اپنے قرابت داروں اور ان کے علاوہ دیگر جن لوگوں سے چاہے گفتگو کر سکتی ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے محارم کے ساتھ بیٹھے اور ان کو قہوہ اور کھانا وغیرہ پیش کرے اور اس کے لیے اپنے گھر، گھر کے باغیچے اور اپنے گھر کی چھتوں پر رات اور دن کے کسی بھی حصے میں تمام گھریلو کام کاج مثلاً کھانا پکانا، سلائی کرنا، گھر میں جھاڑو دینا، کپڑے دھونا، جانوروں کے دودھ دھونا اور دیگر کام جو غیر سوگوار عورتیں کیا کرتی ہیں وہ تمام کام اس سوگ منانے والی عورت کے لیے بھی جائز ہیں، اس کے لیے چاندنی رات میں دیگر عورتوں کی طرح سر سے دوپٹہ اتار کر چلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے پاس کوئی غیر محرم نہ ہو۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 185/22)

371- سوگ منانے والی عورت کو کون سے لباس پہننا جائز ہے؟

وہ معمول کے کپڑے پہنے جو کپڑے وہ گھر کے کام کاج کے وقت پہنا کرتی ہے وہ سرخ ہوں یا سبز، کالے ہوں یا نیلے (کوئی حرج نہیں) لیکن وہ ایسے خوبصورت اور جاذب نظر کپڑے نہ پہنے جو وہ اجنبیوں کے سامنے اور مختلف تقاریب میں شرکت کے وقت پہنا کرتی ہے۔ (ابن جبرین: الفتاویٰ: 3/17)

372- سوگ منانے والی عورت کا خوشبو استعمال کرنا

سوگ منانے والی یعنی وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو چکا ہے اور وہ عدت میں ہو اس کے لیے خوشبو استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع کر رکھا ہے لیکن اپنے بچوں یا مہمانوں کو خوشبو پیش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ خوشبو استعمال کرنے میں ان کے ساتھ شرکت نہ کرے۔
(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 304/22)

373- سوگ منانے والی عورت کا اپنا سر دھو کر تیل اور خوشبودار کریمیں لگانے کا حکم

سوگ منانے والی عورت کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ جب چاہے اپنا سر اور سارا بدن بیری کے پتوں وغیرہ سے، جس میں خوشبو نہ ہو، دھوئے، لیکن اس کو ایسا تیل لگانا یا کسی ایسی چیز سے دھونا جس میں خوشبو ہو تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سوگ منانے والی عورت کو خوشبو لگانے سے منع فرمایا ہے، الا یہ کہ غسلِ حیض کے وقت عود وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 205/22)

374- عدت والی عورت کو پیغام نکاح دینا اور اس سے منگنی کرنا

عدت والی عورت کو عدت سے فارغ ہونے سے قبل صریح طور پر پیغام نکاح دینا جائز نہیں ہے، البتہ تصریح کے بغیر پیغام نکاح کا اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ﴾
[البقرة: 235]

''اور تم پر اس بات میں کچھ گناہ نہیں جس کے ساتھ تم ان عورتوں کو پیغامِ نکاح کا اشارہ کرو۔''

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پیغام نکاح کا اشارہ کرنا تو مباح اور جائز قرار دیا ہے لیکن اس کی تصریح کرنا اور صاف لفظوں میں پیغام نکاح دینا جائز قرار نہیں دیا، اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کامل حکمت و دانائی ہے۔ واللہ ولی التوفیق
(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 204/22)

375- فوت شدہ خاوند کی عدت گزارنے والی عورت نے فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے سفر کیا

یہ عورت خطا کار ہے کیونکہ اس پر واجب تو یہ تھا کہ وہ سفر حج پر نہ جاتی بلکہ کتاب کے اپنی مدت کو پہنچنے تک یعنی اپنے فوت شدہ شوہر کی عدت پوری ہونے تک اپنے شوہر کے گھر میں رہتی، اس لیے کہ فوت شدہ شوہر والی عورت پر واجب ہے کہ وہ اس گھر میں ٹھہری رہے جس میں اس کے خاوند کی موت ہوئی ہے اور وہ اسی گھر میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہے تو ممکن حد تک وہ عدت مکمل

ہونے تک اس گھر میں رہے اور حج وغیرہ کے لیے سفر نہ کرے کیونکہ عدت کی اس حالت میں اس پر سفر حج واجب ہی نہیں تھا۔ اس پر واجب یہ تھا کہ وہ عدت پوری ہونے کے بعد آئندہ سال جب حج کا موسم آتا تو اگر وہ استطاعت رکھتی ہوتی تو اس وقت وہ حج کر لیتی۔ اور جہاں تک اس کے دورانِ عدتِ وفات حج کرنے کا تعلق ہے تو اس کا یہ حج تو فی نفسہ صحیح اور درست ہے لیکن وہ دورانِ عدت سفر کر کے اور گھر میں قیام ترک کر کے گناہ کی مرتکب ہوئی ہے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 299)

376- عدت والی عورت کا ضرورتاً کسی اور گھر میں منتقل ہونا

اگر تو تیری سوگ منانے والی بہن کا دورانِ عدت اپنے خاوند کے گھر سے کسی دوسرے گھر میں منتقل ہونا کسی ضرورت کے تحت ہے مثلاً وہ اس گھر میں اکیلی رہنے کی صورت میں اپنی جان کا ڈر محسوس کرتی ہو تو گھر کی تبدیلی میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ وہ باقی کی عدت اس گھر میں مکمل کر لے جس میں وہ اب منتقل ہوئی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 20924)

377- عدت والی عورت کا اپنی عمر رسیدہ والدہ کی زیارت کے لیے جانا

عدت والی عورت کا دن اور رات کے کسی حصے میں اپنے کسی کام کی غرض سے گھر سے نکلنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اس کا اپنی ماں کی زیارت کے لیے جانا، جو اس عورت کی زیارت و ملاقات کی محتاج ہے، بہت بڑی ضرورت ہے بشرطیکہ اس کے لیے سفر کر کے نہ جانا پڑے کیونکہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ

آپ ﷺ نے عدت والی عورتوں کو اس بات کی رخصت عنایت فرمائی تھی کہ وہ دن کے وقت آپس میں دل بہلانے کے لیے اکٹھی ہوجائیں اور رات کے وقت اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ غزوہ احد کے دن کئی صحابی شہید ہوگئے، ان کی بیواؤں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم رات کو وحشت اور ڈر محسوس کرتی ہیں۔ کیا ہم اپنے میں سے کسی ایک کے گھر رات بسر نہ کرلیا کریں، اور جب صبح ہوتو ہم جلدی سے اپنے اپنے گھروں کولوٹ آئیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« تحدثن عند إحداكن حتى إذا أردتن النوم فلتؤب كل واحدة إلى بيتها »[1]

''تم اپنے میں سے کسی ایک عورت کے گھر میں بیٹھ کر بات چیت کرتی رہا کرو حتی کہ جب تم سونے کا قصد و ارادہ کرو تو تم میں سے ہر ایک اپنے گھر کی طرف پلٹ آیا کرے۔''

اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اور بیہقی نے ''السنن الکبریٰ'' میں روایت کیا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 18875)

378- سوگ والی عورت کا پڑھنے کے لیے جانے کا حکم

ایسی بیوی جس کا خاوند فوت ہوجائے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے اس گھر میں جس میں اس کے خاوند کی وفات ہوئی ہے، عدت اور سوگ کے ایام چار ماہ اور دس دن گزارے بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو اور وہ رات بھی اسی گھر میں گزارے، اور اس پر واجب ہے کہ وہ ایسی تمام چیزوں کے استعمال سے پرہیز

[1] **ضعيف.** سنن الكبرىٰ للبيهقي [436/7]

کرے جو اس کی خوبصورتی کا ذریعہ اور لوگوں کے اس کی طرف متوجہ ہونے کا سبب بنتی ہوں، مثلاً خوشبو، اثمد سرمہ، زینت والے کپڑے اور بدن کی تزیین وغیرہ جو اس کے حسن و جمال میں اضافہ کا ذریعہ بنیں۔ اس کے لیے دن کے وقت کسی حاجت کے لیے جو گھر سے نکلنے کا تقاضا کرتی ہو، نکلنا جائز ہے۔ اس بنا پر اس طالبہ کے لیے جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس کو سبق پڑھنے اور مسائل سمجھنے اور علم حاصل کرنے کی ضرورت کے لیے مدرسہ جانا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ لازمی طور پر ان چیزوں سے اجتناب کرے جن سے عدتِ وفات میں اجتناب کرنا واجب ہے اور جو مردوں کے بہکنے، گمراہ ہونے اور پیغام نکاح دینے کا سبب بنتی ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 1927)

379- سوگ منانے والی عورت کا نماز تراویح ادا کرنے کے لیے جانا

سوگ منانے والی عورت پر اپنے گھر کو لازم پکڑنا واجب ہے اور وہ صرف اپنے ضروری کاموں کے لیے ہی گھر سے نکلا کرے لہٰذا وہ مسجد میں نماز تراویح اور نماز تہجد ادا کرنے کے لیے گھر سے نہ نکلے بلکہ یہ نمازیں اپنے گھر میں ہی ادا کرے۔ (اللجنة الدائمة: 14259)

380- عورت کا خاوند کے علاوہ کسی (میت) پر احداد (سوگ) کرنا

سوال فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ''میت کی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کے لیے تین دن تک زیب و زینت اور خوبصورت و جاذب نظر کپڑے ترک کرنا مباح اور جائز ہے، فقہاء کا یہ قول کہاں تک درست ہے؟

جواب یہ قول صحیح ہے اور اس کی صحت کو ثابت کرنے والی صحیح حدیث

بھی موجود ہے، اور وہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر وعشرا»[1]

کسی عورت پر، جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے، یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے اپنے خاوند کے (وہ اس پر) چار ماہ دس دن (سوگ کرے)۔"

اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 228/22)

381- وہ عورت جس نے اپنی جہالت و ناواقفیت کی بنا پر اپنے خاوند کی وفات کے بعد احداد (سوگ) نہ کیا

اگر اس نے جہالت کی وجہ سے سوگ نہیں کیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ﴾ [الأحزاب: 5]

"اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے خطا کی اور لیکن جو تمھارے دلوں نے ارادے سے کیا۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ [البقرة: 286]

"اے ہمارے رب! ہم سے مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1280] صحيح مسلم [1486/58]

جب بندہ مذکورہ آیت میں بیان کردہ الفاظ کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "قَدْ فَعَلْتُ" (میں نے ایسے ہی کر دیا)

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

382- عورت کا عدتِ وفات کے پورا ہونے پر غسل کرنا

عورت کی عدتِ وفات ختم ہونے پر کوئی متعین غسل نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا عمومی ارشاد ہے:

«من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد»

"جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو دین کا حصہ نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (اللجنة الدائمة: 14770)

383- عورت کا عدتِ وفات ختم ہونے پر سورۃ الفاتحہ پڑھنا

عورت کے لیے عدت وفات پوری ہونے پر سورۃ الفاتحہ پڑھنا، پھر اس کی تلاوت کے بعد غسل کرنا، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل اور دلیل نہیں ہے، لہٰذا اس حالت میں مذکورہ عمل کا ترک واجب ہے۔

(اللجنة الدائمة: 21635)

384- وہ عورت جو اپنی جہالت کی وجہ سے احداد (سوگ) کے دوران ممنوعہ کاموں کی مرتکب ہوئی

احداد (سوگ) کی مدت میں زیب و زینت سے پرہیز کرنا اور بلا ضرورت گھر سے نہ نکلنا واجب ہے اور اگر اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے سوگ

کے منافی کام کیے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ سے بخشش طلب کرے اور اس کی جناب میں توبہ کرے، ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس کو معاف فرما دے گا۔ (اللجنة الدائمة: 7422)

نان ونفقہ کے احکام

385- بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے

بیوی کو نان ونفقہ دینا، اس کو لباس فراہم کرنا اور اس کے لیے رہائش کا بندوبست کرنا خاوند کے ذمہ واجب ہے، نیز شریعت کا یہ مطلوب ہے کہ میاں بیوی آپس میں حسن معاشرت اور ایک دوسرے سے حسن سلوک کا مظاہرہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [النساء: 34]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا۔''

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ﴾ [الطلاق: 6]

''انھیں وہاں سے رہائش دو جہاں تم رہتے ہو، اپنی طاقت کے مطابق۔''

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء: 19]

''ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔''

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف»[1]

''معروف کے ساتھ ان (عورتوں یعنی تمھاری بیویوں) کا نان ونفقہ اور ان کا لباس تمھارے ذمہ واجب ہے۔''

(اللجنة الدائمة: 9258)

386- عورت کو ماہانہ خرچہ دینے کا حکم

جب خاوند اپنی بیوی کو شرعاً مطلوب اشیاء کھانا، پینا اور لباس وغیرہ فراہم کرتا ہے تو اس کے ذمہ یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ماہانہ خرچہ بھی دیا کرے۔ واللہ الموفق (اللجنة الدائمة: 21239)

387- بیوی کا اپنے خاوند کے مال سے کچھ لینا

جب فی الواقع صورت حال یہی ہے کہ تم اپنی اور اپنے بچوں کی ضرورت کے لیے اپنے خاوند کے مال میں سے کچھ لے لیتی ہو تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ تم معروف طریقے سے لو اور اتنا ہی لو جتنا تمھاری اور تمھارے بچوں کی ضرورت کے لیے کافی ہو، کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ابو سفیان رضی اللہ عنہ ایک بخیل آدمی ہے وہ مجھے اتنا مال نہیں دیتا جو میری اور میرے بچوں کی ضروریات کے لیے کافی ثابت ہو، ہماری ضروریات تب ہی پوری ہوتی ہیں جب میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال میں سے کچھ لے لوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم [1218/147]

«خذي من ماله ما يكفيك وولدك بالمعروف»[1]

''اس کے مال سے معروف کے ساتھ اتنا خرچہ لے لیا کرو جو تمھارے لیے اور تمھارے بچوں کے لیے کافی ثابت ہو۔''

(اللجنة الدائمة: 5101)

388- بیوی کا اپنے خاوند کے مال سے صدقہ کرنا

تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم صدقہ کرنے کے لیے اپنے خاوند کے مال سے کچھ لو الا یہ کہ وہ اجازت دے اور جو وہ اپنی عادت کے مطابق صدقہ کرے۔ (اللجنة الدائمة: 5101)

389- عورت کا اپنے خاوند کی لاعلمی میں اس کے مال سے اپنے گھر (میکے) والوں کے لیے کچھ خریدنا

تمھارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اپنے خاوند کی لاعلمی میں اس کے مال سے کچھ لو مگر اتنا جتنا تمھیں اور تمھارے بچوں کو معروف طریقے سے کافی ہو، پس تمھارے لیے اس کے مال سے اپنے گھر (میکے) والوں کو یا ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو کوئی چیز خرید کر دینا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ تمھارا خاوند تمھیں اس کی اجازت دے۔ (اللجنة الدائمة: 5101)

390- خاوند کا مال لینا اور پوچھنے پر انکار کرنا

سوال ایک عورت خرچے میں کوتاہی کے مرتکب اپنے خاوند کے

[1] صحيح البخاري رقم الحديث [5363]

مال سے اس کی لاعلمی میں، کچھ لے لیتی ہے اور پھر قسم اٹھا دیتی ہے
کہ اس نے کچھ نہیں لیا۔

جواب عورت کے لیے اپنے خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایک دوسرے کے مال (بلا اجازت) لینا حرام کیا ہے، اور نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس حرمت کا اعلان کیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إن دماءكم و أموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا ألا هل بلغت؟»[1]

''بلاشبہ تمھارے خون، تمھارے مال، تمھاری عزتیں اسی طرح تم پر حرام ہیں جس طرح تمھارے اس دن کی حرمت تمھارے اس (حرمت والے) مہینے میں تمھارے اس (حرمت والے) شہر میں۔ خبردار! کیا میں نے (تمھیں اللہ کا پیغام) پہنچا دیا؟''

لیکن اگر اس عورت کا خاوند بخیل ہو اور اس کو معروف طریقے سے اتنا خرچہ نہ دیتا ہو جو اس کے لیے اور اس کے بچوں کے لیے کافی ہو تو یقیناً وہ اس کے مال سے معروف طریقے سے اپنے اور بچوں کے خرچ کے مطابق لے سکتی ہے، مگر اس سے زیادہ نہ لے اور اپنے اور بچوں کے واجبی خرچ سے زیادہ کچھ نہ لے، کیونکہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئی اور اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی: وہ (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) ایک بخیل آدمی ہے اور مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو، تو نبی ﷺ نے اس کو حکم دیا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [105] صحيح مسلم [1679/29]

﴿ خذي من ماله ما يكفيك ويكفى بنيك۔ أو قال:۔ ما يكفيك ويكفي ولدك بالمعروف﴾ ❶

''اس کے مال سے اتنا لے لیا کر جو تجھے اور تیرے بیٹوں کے لیے کافی ہو۔ یا فرمایا:۔ جتنا تجھے اور تیری اولاد کو معروف کے ساتھ کافی ہو۔''

پس رسول اللہ ﷺ نے اس (ہند) کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے خاوند (ابوسفیان) کے مال سے اتنا لے لے جتنا اس کو اور اس کی اولاد کو کافی ہو، خواہ خاوند کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔

اس عورت کے سوال میں تھا کہ وہ اپنے خاوند کے لیے قسم اٹھا دیتی ہے کہ اس نے اس کے مال میں سے کچھ نہیں لیا ہے، اس کا یہ قسم اٹھانا حرام ہے، الا یہ کہ وہ تأویل کر لیا کرے، وہ اس طرح کہ وہ اپنے قول: ''اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں لیا ہے'' کی تأویل کر لیا کرے، یعنی وہ یہ نیت کر لیا کرے: ''اللہ کی قسم میں نے کوئی چیز نہیں لی ہے جس کا لینا حرام ہو''، یا ''اللہ کی قسم میں نے اس خرچے سے زائد رقم نہیں لی ہے جو خرچہ تیرے ذمہ واجب تھا''، یا اس طرح کی کوئی اور تأویل کر لیا کرے جو اس کے شرعی استحقاق کے مطابق ہو کیونکہ جب انسان مظلوم ہو تو اس وقت اس قسم کی تأویل کرنا جائز ہے، لیکن اگر انسان ظالم ہو یا نہ ظالم ہو اور نہ مظلوم ہو تو اس کے لیے یہ تأویل جائز نہیں ہے۔ وہ عورت جس کے لیے اس کا خاوند اس کا اور اس کی اولاد کا خرچہ دینے میں بخل کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ عورت مظلوم ہے اس کو اس قسم کی تاویل کرنا جائز ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 7)

❶ صحيح البخاري رقم الحديث [5363]

391- بیوی کا اپنے خاوند کے مال سے علاج معالجہ

کتاب و سنت میں عام لوگوں کے ساتھ بالعموم اور قریبیوں کے ساتھ بالخصوص احسان کرنے اور بھلائی کے ساتھ برتاؤ کے حکم پر کئی ایک دلائل موجود ہیں۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی﴾

[النحل: 90]

''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾

[النساء: 36]

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔''

اور نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿خیر کم خیر کم لأهله وأنا خیر لأهلي﴾ [1]

"تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہوں۔"

پس مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن معاشرت کا مظاہرہ کرے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئے۔

رہے علاج کے خرچے اور مصارف، تو وہ نان ونفقہ اور رہائش کی طرح خاوند کے ذمہ واجب نہیں ہیں، لیکن اگر وہ قدرت رکھتا ہو تو اس کے لیے علاج معالجے پر بھی مال خرچ کرنا مشروع ہے، اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ عمومی ارشاد ہے:

﴿وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [النساء: 19]

"ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔"

اور نبی ﷺ کا مذکورہ عمومی فرمان بھی اس کی دلیل ہے۔

(اللجنة الدائمة: 5851)

392- تین طلاق یافتہ حاملہ عورت کا خرچہ

جس مطلقہ کو تین طلاقیں مل چکی ہوں اس کا خرچہ اس کے خاوند کے ذمہ نہیں ہے، ہاں اگر وہ حاملہ ہو تو پھر وہ اس پر خرچ کرے گا اور اس بنا پر وہ عورت اپنے حمل پر جس قسم کے خرچے کی محتاج ہو خاوند کو وہ خرچ دینا پڑے گا۔ اور وضع حمل کے بعد خاص طور پر حمل پر خرچ کرنا پڑے گا یعنی رضاعت کی اجرت، نیز بچے کے کپڑے اور اس طرح کے دیگر اخراجات اس کے ذمے ہوں گے، لیکن وضع حمل کے بعد ماں کے کھانے کا خرچ اس کے ذمہ نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ

[1] صحیح. سنن الترمذي، رقم الحديث [3895] سنن ابن ماجه، برقم [1977]

کا فرمان ہے:

﴿ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ [الطلاق: 6]

"اور اگر وہ حمل والی ہوں تو ان پر خرچ کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل وضع کر لیں۔" (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 19/147)

393- وہ عورت جو جانتی ہو کہ اس کے خاوند کا مال حرام ہے

جب عورت کو اس بات کا علم ہو کہ وہ کمائی جو خاوند اپنے گھر لاتا ہے وہ حرام کی کمائی ہے تو عورت کے لیے اس سے کھانا جائز نہیں ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ حلال و طیب کمائی سے خرچے کا مطالبہ کرے یا وہ عورت اپنا یہ معاملہ کسی ذمہ دار محکمے، جیسے شرعی عدالت ہے، کے پاس لے جائے۔

(اللجنة الدائمة: 20399)

رضاعت کے احکام

394- جو عورت اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی کیا وہ گناہ گار ہوتی ہے؟

عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دودھ پلائے اور ان کی صحت کے اسباب کی حفاظت کرے۔ اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بچے کو در آمد شدہ دودھ یا اس طرح کی کوئی اور چیز خاوند کی رضا اور اس کے مشورے کے بغیر پلائے۔ نیز اس کو یہ یقین ہو کہ یہ دودھ وغیرہ بچوں کے لیے ضرر رساں نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 5953)

395- بچے کا دودھ چھڑانے میں دو سال سے تاخیر کرنا

جب تاخیر کی کوئی ضرورت ہو تو جائز ہے، جیسے کسی مصلحت کے تحت دو سال مکمل ہونے سے پہلے دودھ چھڑایا جائے۔ اور اس مسئلہ میں اصل قانون یہ ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے لہٰذا اس مدت سے کسی خاص مصلحت کے تحت ہی ہٹا جائے۔ (اللجنة الدائمة: 5881)

396- حرمت ثابت کرنے والی رضعات کی تعداد

اس میں علماء کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے ان میں کسی کا تو یہ موقف ہے کہ

آیت رضاعت کے مطلق ہونے کی وجہ سے ہر رضعت (بچے کا ایک بار دودھ پینا) یا نصف رضعت سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے، کیونکہ جس پر دودھ پینے کا نام بولا جا سکتا ہے، اس پر رضاعت کا لفظ صادق آتا ہے، کچھ دوسرے اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ تین رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«لا تحرم المصة ولا المصتان ولا الإملاجة والإملاجتان»[1]

''ایک دفعہ اور دو دفعہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی پستان کو ایک مرتبہ منہ میں ڈالنے یا دو مرتبہ منہ میں ڈالنے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔''

تو اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ یقیناً جب دو دفعہ سے زیادہ مثلاً تین دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ دودھ پیا جائے تو اس سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ صرف اور صرف پانچ رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے سہلہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ (اپنے غلام) سالم کو پانچ رضعات دودھ پلائے۔ نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تھی کہ دس معلوم رضعات سے حرمت ثابت ہوتی ہے، پھر اس آیت کو پانچ معلوم رضعات کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا۔[2]

اور بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ حرمت تو صرف دس رضعات سے ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«لا يحرم من الرضاع إلا ما أنبت اللحم وأنشز العظم»[3]

---

[1] صحیح. سنن النسائي، رقم الحديث [3308] سنن ابن ماجه، برقم [1940]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [3670] صحيح مسلم [1452/25]

[3] صحیح. سنن أبي داود، رقم الحديث [2059] سنن الدار قطني [172/4]

''صرف وہی دودھ پینا حرمتِ رضاعت ثابت کرتا ہے جو گوشت اور ہڈیاں بنائے (یعنی جسم کی نشو ونما کرے)''

یعنی اس دودھ سے ایسا غذائی مواد حاصل ہو جس سے گوشت بنتا ہے اور وہ کم از کم رضعات (جن سے گوشت بنتا ہے) دس ہیں۔ علماء کے ان اقوال میں سے مختار موقف یہ ہے کہ بلاشبہ پانچ رضعات سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ پھر ایک رضعت کا مطلب ہے کہ بچے کا ایک دفعہ پستان منہ میں ڈال کر چھوڑنا خواہ اس نے اس دوران زیادہ دودھ پیا ہو یا تھوڑا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک رضعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب بچہ خوب سیر ہو کر دودھ پیے، مگر پہلا قول مختار ہے۔ واللہ اعلم

(ابن جبرین: الفتاویٰ: 6/11)

397- جب دو دودھ پینے والے ایک ہی عورت کے پستان سے مختلف اوقات میں دودھ پییں

جب زیادہ افراد نے ایک عورت کا دودھ پیا ہو یا ایک ہی شخص کی بیویوں کا دودھ پیا ہو اور ہر ایک نے دو سال کی مدت کے اندر اندر پانچ پانچ رضعات دودھ پیا ہو تو وہ آپس میں رضاعی بھائی بن جائیں گے خواہ انھوں نے قریب وقت میں دودھ پیا ہو یا لمبے وقفے کے بعد۔ اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی اولاد کا رضاعی چچا ہوگا اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے محارم ہوں گے، ان کی آپس میں شادی جائز اور درست نہ ہوگی، ہاں ان سے کوئی دوسرے کی ایسی بہن سے شادی کر سکتا ہے جس نے اس کے ساتھ دودھ نہ پیا ہو۔

(اللجنة الدائمة: 15712)

398- مصنوعی دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی

ایک عورت کے ہاتھوں مصنوعی دودھ پینے والے رضاعی بھائی نہیں بنیں گے کیونکہ مصنوعی دودھ اس رضاعت کے حکم میں نہیں ہے جس سے شرعاً حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 3085)

399- ایک عورت جس نے کسی کو اپنے دودھ کے ساتھ مصنوعی دودھ ملا کر پلایا

عورت کے دودھ کے ساتھ جب مصنوعی دودھ یا پانی یا کسی اور چیز کی آمیزش کی جائے تو اس کا حکم خالص دودھ والا حکم ہے، بشرطیکہ اس ملاوٹی دودھ میں دودھ کی صفات باقی ہوں، کیونکہ دودھ میں ظاہری صفات موجود ہوں گی تو اس کے پینے سے گوشت اور ہڈیاں بنیں گی، جس طرح پستان سے خالص دودھ پینے سے بنا کرتی ہیں تو پھر ان دونوں کی حرمت کا برابر ہونا عمومی دلائل کی وجہ سے لازمی ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب»[1]

”جتنے رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں اتنے ہی رشتے رضاعت سے حرام ہوتے ہیں۔“

نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«لا رضاع إلا ما أنشز العظم وأنبت اللحم»[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2502] صحيح مسلم، برقم [1447]

[2] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [2059] سنن الدار قطني [172/4]

''رضاعت صرف وہی معتبر ہے جو ہڈیاں اور گوشت بنائے۔''

اور جب بچہ ایک پستان سے دوسرے پستان کی طرف منتقل ہونے کے لیے سانس لینے کے لیے پستان چھوڑے تو یہ ایک رضعت شمار ہوگی، پس جب بھی بچہ دودھ پیتے ہوئے وقفہ کرے گا تو ایک رضعت شمار ہوجائے گی، اور اسی طرح وہ پانچ رضعات دودھ پی لے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

(اللجنة الدائمة: 21057)

400- مسلمانوں اور نصرانیوں کے درمیان رضاعت کا اثر

1. مسلمان عورت کے لیے نصرانی بچے کو دودھ پلانا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ نصرانی عورت مسلمان بچے کو دودھ پلائے، کیونکہ اس مسئلہ میں اصل اباحت اور جواز ہے اور اس اباحت کے خلاف کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے بلکہ یہ تو احسان کے باب سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے ساتھ احسان کرنا لکھ کر واجب کر دیا ہے۔ نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«في كل ذي كبد رطبة أجر»[1]

''ہر ایک جگر والے اور تری والے (جاندار) میں اجر وثواب ہے۔''

2. جب وہ دونوں (مسلمہ اور نصرانیہ) دودھ پلا چکیں تو اسلام میں ان دونوں (دودھ پینے والے بچوں) کا حکم نہیں بدلے گا بلکہ اس دودھ پلانے سے پہلے کی حالت برقرار رہے گی، چنانچہ جونسا بچہ دودھ پینے سے پہلے مسلمان تھا وہ نصرانیہ عورت کا دودھ پینے کے بعد مسلمان ہی رہے گا اور جونسا بچہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2363] صحيح مسلم [2244/153]

دودھ پینے سے پہلے نصرانی تھا وہ مسلمہ عورت کا دودھ پینے کے بعد بھی نصرانی ہی رہے گا۔ (اللجنة الدائمة: 4662)

401- جس عورت کا خاوند بڑے زور سے اس کا دودھ پیتا ہے

تمھارے خاوند کا یہ عمل جائز نہیں ہے، چنانچہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس فعل کو ترک کرے اور دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے، لیکن اس کا ایسا کرنا تمھیں اس پر حرام نہیں کر دے گا کیونکہ وہ رضاعت جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس کے لیے شرط ہے کہ وہ دو سال کے اندر اندر ہو، دلیل اس کی آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

« إنما الرضاعة من المجاعة »[1]

''رضاعت تو صرف اسی وقت معتبر ہے جب بھوک کے وقت دودھ پیا جائے۔''

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

« لا يحرم من الرضاع إلا ما فتق الأمعاء و كان قبل الفطام »[2]

''رضاعت تو صرف اسی دودھ کے پینے سے ثابت ہوتی ہے جو انتڑیوں کو پھاڑے اور ہو بھی یہ دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے۔''

بنا بریں تم اپنے اس خاوند پر حرام نہیں ہوگی جو شدت سے تمھارا دودھ پیتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 16644)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2647] صحيح مسلم [1455/32]

[2] **صحيح**. سنن الترمذي، رقم الحديث [1152]

402- ایک عورت جس نے اس غرض سے اپنا دودھ پیا تا کہ اس کا خاوند اسے طلاق دے دے

اس کے یوں اپنا دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر رضاعت کے احکام مرتب ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک بیکار کام ہے جس کا ارتکاب کرنا انتہائی نامناسب ہے۔ کیونکہ رضاعت شرعیہ جس سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اور اس پر احکامِ رضاعت مرتب ہوتے ہیں، وہ رضاعت ہے جس میں بچہ دودھ چھڑائے جانے سے پہلے دو سال کی مدت کے اندر دودھ پیئے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«لا رضاع إلا في الحولين»[1]

''رضاعت تو صرف دو سال کے اندر دودھ پینے سے ہی ثابت ہوتی ہے۔'' (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 286/22)

403- رضاعی بہنوں سے ہاتھ ملانے اور ان کو بوسہ دینے کا حکم

رضاعی بہنوں کو دیکھنے، ان سے نکاح حرام ہونے، ان سے خلوت کرنے اور ان کا محرم بننے میں ان کا حکم نسبی بہنوں کے حکم کی طرح ہی ہے، بنا بریں آدمی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی رضاعی بہن سے مصافحہ کرے جس طرح اسے اپنی نسبی بہن سے مصافحہ کرنا جائز ہے، رہا بوسہ دینا تو مناسب یہ ہے کہ وہ نہ اپنی نسبی بہنوں کو بوسہ دے اور نہ ہی رضاعی بہنوں کو۔ اور جب سفر وغیرہ سے لوٹتے وقت ان کے اکرام و تکریم کا ارادہ کرے تو وہ ان کی پیشانی اور سر پر

[1] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [2059] سنن الدار قطني [172/4]

بوسہ دے لے اور جہاں تک منہ پر بوسہ دینے کا تعلق ہے تو بعض اہل علم نے اس کا سختی سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف بیوی کو منہ (یعنی ہونٹوں وغیرہ) پر بوسہ دینا جائز ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کا اپنی نسبی بہنوں کے متعلق حرمت کا جو احساس اور شعور ہے وہ اس کے اپنی رضاعی بہنوں کے متعلق حرمت کے اساس و شعور سے کہیں زیادہ ہے خاص طور پر جب رضاعی بہنیں، رضاعی بھائیوں کے پاس ویسے بھی کم آتی ہوں تو ایسی صورت حال میں وہ اجنبی عورتوں کی طرح ہی ہوں گی، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ان سے مصافحہ کرنے اور ان کے سر اور پیشانیوں پر بوسہ دینے سے احتیاط ہی کی جائے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 4)

404- اس شخص کا حکم جس نے ایسی عورت سے شادی کی جو اس کے ساتھ ایک مرتبہ دودھ پی چکی ہو

ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ رضاعت کے معتبر ہونے کے لیے پانچ رضعات کا ہونا ضروری ہے اور جو رضاعت پانچ رضعات سے کم ہوگی اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ پس اگر دو بچوں نے (مذکر ومؤنث) ایک عورت کا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ یا چار مرتبہ دودھ پیا تو وہ رضاعی بہن بھائی نہیں بنیں گے سو اس بنا پر ان کا بطور میاں بیوی آپس میں جمع ہونا جائز ہے۔

(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 20/131)

405- جب کسی شخص پر واضح ہو جائے کہ اس کی بیوی اس کی رضاعی بہن ہے

جب ایک آدمی کسی عورت سے اس حال میں شادی کرے کہ اسے اس

شادی میں شادی کے موانع میں سے کسی مانع کے پائے جانے کا علم نہ ہو، پھر عقد نکاح کے بعد یہ ثابت ہو کہ جس عورت سے اس نے نکاح کیا ہے وہ تو اس کی رضاعی بہن ہے وہ اس طرح کہ یہ رضاعت مدتِ رضاعت دو سال کے اندر پانچ رضعات ثابت ہوتو نکاح کا فسخ کرنا واجب ہوگا اور اس مرد کے لیے اس عورت سے جدائی اور علیحدگی اختیار کرنا واجب ہوگا، کیونکہ یہ عقد باطل ہو چکا، خواہ اس نے اس عورت سے دخول کیا ہو یا نہ، اور خواہ اس مرد کے اس عورت سے ایک یا دو یا زیادہ بچے بھی پیدا ہو چکے ہوں، اور اس مرد کا اس عورت سے رضاعت کا علم ہونے سے قبل جماع کرنا زنا تصور نہیں ہوگا بلکہ نکاح شبہہ ہوگا اور اس پر اس کا کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے تو اس عورت کو اپنی شرعی بیوی تصور کر کے اس سے جماع کیا تھا۔

اور اس کے بچے اسی کی طرف منسوب ہوں گے اور ان پر نکاح صحیح والے احکام جاری ہوں گے، لہٰذا وہ اپنے باپ کے وارث ہوں گے اور ان کا خرچہ اس مرد کے ذمے ہوگا اور ان کی اس طریقے پر والدین سے ولادت ان کی آپس میں شادی کرنے سے مانع نہیں بنے گی، پس وہ اس مسئلہ میں دیگر تمام مسلمانوں کی طرح ہوں گے، لیکن مسلمان کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ عقد نکاح سے پہلے شادی کی رکاوٹوں، خواہ وہ سسرالی رکاوٹیں ہو یا رضاعت کی یا اس کے علاوہ کوئی اور رکاوٹ ہو، تو پہلے اس رکاوٹ کو دور کرے پھر اقدام نکاح کرے اس حال میں کہ اس کے پاس، جس عورت سے وہ عقد نکاح باندھ رہا ہے، اس کے ساتھ شادی کی رکاوٹوں سے خالی ہونے کی دلیل موجود ہو۔

(اللجنة الدائمة: 2195)

406- عورت کا اپنے بھائی کو دودھ پلانا

بوقت ضرورت عورت کا اپنے چھوٹے بھائی کو دودھ پلانا جائز ہے اور اس طرح وہ اس کا رضاعی بیٹا بن جائے گا بشرطیکہ اس نے اس کو پانچ یا زیادہ مرتبہ دودھ پلایا ہو اور یہ رضاعت دو سال کے اندر ہو۔ (اللجنة الدائمة: 19329)

407- والدہ (نانی) کا اپنے نواسے کو دودھ پلانا

یہ حرام نہیں ہے، نانی کو اپنے نواسے اور پوتے کو دودھ پلانا جائز ہے، نیز اس کے لیے اپنی سوکن کے بیٹے یعنی اپنے شوہر کی دوسری بیوی کے بیٹے کو دودھ پلانا بھی جائز ہے اور اس پر ان تمام صورتوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

پرورش کے احکام

408- پرورش کرنے کا زیادہ حق دار کون ہے؟

سوال کیا پرورش کرنے کے اہل اور حقدار کی غیر موجودگی اور نہ ہونے کی صورت میں مطلق طور پر اس کے بعد والا پرورش کا حقدار ہوگا؟

جواب جب پرورش کرنے کا اصل حقدار نہ ہو یا اس پر کوئی مانع اور رکاوٹ لگ جائے تو اہل پرورش میں سے مرتبہ و مقام میں اس کے بعد والا پرورش کرنے کا حق دار اور ذمہ دار ٹھہرے گا۔ فقہاء میں سے بعض نے اس کی صراحت کرتے ہو"الشرح الکبیر" میں کہا ہے:

پس اگر باپ یا دیگر اہل پرورش معدوم ہوں اور دوسرے عصبہ رشتہ دار مثلاً بھائی، چچا اور اس کا بیٹا تو یہ باپ کے قائم مقام ہوں گے، چنانچہ امام بچے کو ان عصبہ رشتہ داروں اور اس کی ماں کے درمیان اختیار دے گا کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے عمارہ الخرمی کو ان کی ماں اور چچے کے درمیان اختیار دیا تھا، اس لیے کہ ان کے عصبہ رشتے دار باپ کی طرح ہوتے ہیں۔

"اور ایسے ہی اگر بچے کی ماں یا پرورش کی حقدار کوئی دوسری عورت نہ ہو تو اس کی دادی اس کی پرورش کرے گی، چنانچہ بچے کو اس کی دادی اور اس کے باپ عصبہ رشتہ داروں میں سے جو اس کے قائم مقام ہو، اختیار دیا جائے گا، پس اگر باپ اور ماں دونوں ہی نہ ہوں یا ان کے علاوہ کوئی بھی پرورش کا حقدار نہ ہو

تو اس بچے کو کسی عورت مثلاً اس کی بہن یا اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ، جو اس کی ماں کی قائم مقام بنے، کے درمیان اور اس کے ان عصبہ رشتہ داروں کے درمیان اختیار دیا جائے گا، وہ عصبہ رشتہ دار جن کا مذکورہ معنی میں والدین کے ساتھ تعلق ہو۔

''الاقناع'' اور ''المنتہیٰ'' کی شرح میں وہی کچھ مذکور ہے جو مذکورہ شارح نے بیان کیا ہے۔ (ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 319/22)

409- طلاق ہوجانے کی صورت میں والدین میں سے کوئی بھی اپنے بچے کو دوسرے کو ملنے سے نہ روکے

جب بیوی اپنے ازدواجی گھر سے نکل جائے یا مثلاً طلاق کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ہوجائے اور ان کا ایک یا زیادہ بچے ہوں تو شریعت اسلامیہ کی رو سے یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی بچے کو دوسرے سے ملاقات کرنے اور اس کی زیارت کرنے سے منع کرے، مثلاً جب بچہ ماں کی نگرانی و پرورش میں ہو تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے والد کو اسے ملنے یا زیارت کرنے سے منع کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ صلہ رحمی کو واجب قرار دیا ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى﴾

[النساء: 36]

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور

یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے کے ساتھ۔"

اور حدیث میں ہے:

« من فرق بين والدة وولدها فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامة» [1]

"جو شخص والدہ اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔" (اللجنة الدائمة: 21102)

[1] صحيح. سنن الترمذي، رقم الحديث [1566]

قسموں اور نذروں کا بیان

410- کفارۂ قسم کا بیان

اللہ جل و علا نے اپنے اس ارشاد میں کفارۂ قسم بیان کیا ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [المائدة: 89]

”اللہ تم سے تمھاری قسموں میں لغو پر مواخذہ نہیں کرتا اور لیکن تم سے اس پر مواخذہ کرتا ہے جو تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے، یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھا لو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم شکر کرو۔“

مذکورہ آیت میں کفارۂ قسم میں جو مسکینوں کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے وہ کھانا اس طرح کھلایا جائے کہ ملک میں رائج و متداول غذا مثلاً کھجور وغیرہ سے (دس مسکینوں میں سے) ہر ایک مسکین کو نصف صاع دیا جائے یا وہ درمیانہ کھانا جو انسان اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتا ہے اس میں سے صبح یا شام کے وقت ان کو کھلایا جائے۔ رہا ان کو لباس پہنانا تو ہر مسکین کو ایسا لباس دیا جائے جو اس کو ادائیگی نماز کے لیے کافی ثابت ہو، مثلاً ہر مسکین کو قمیض یا تہبند اور چادر دی جائے اگر وہ چادریں اور تہبند پہننے کے عادی ہوں۔

(اللجنة الدائمة: 2307)

411- ایک ہی مسکین یا فقیر کو قسم کا کفارہ ادا کر دینا

جب کفارۂ قسم کھانے کی شکل میں ادا کیا جائے تو پورے دس مسکینوں کو اس طرح کھانا کھلانا ضروری ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع کھانا دیا جائے اور کفارہ کی ادائیگی میں ایک فقیر یا مسکین پر اکتفا کرنا جائز نہیں ہے چاہے اس کو اس دن تکرار کے ساتھ کھانا کھلائے کیونکہ یہ نص کے خلاف عمل ہے، رہا رمضان کے روزے کا کفارہ ادا کرتے ہوئے کھانا کھلانا تو کئی دنوں کا کفارہ جمع کر کے ایک ہی مسکین کو اکٹھا دے دینا کافی ہوگا۔ (اللجنة الدائمة: 17575)

412- کفارۂ قسم کے (تین) روزے پے در پے رکھنا واجب نہیں

افضل تو یہ ہے کہ کفارۂ قسم کے (تین) روزے پے در پے رکھے جائیں لیکن اگر یہ تسلسل کے بغیر وقفے سے رکھے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(اللجنة الدائمة: 18446)

413- قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا

قسم توڑنے سے پہلے اور بعد میں کفارہ ادا کرنا دونوں طرح جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إذا حلف أحدكم على يمين فرأى غيرها خيرا منها فليكفر عن يمينه، وليأت الذي هو خير»[1]

''جب تم میں سے کوئی شخص ایک کام پر قسم اٹھائے، تو بعد میں اسے معلوم ہو کہ پہلے کام کے علاوہ دوسرا کام زیادہ بہتر ہے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور وہ کام کرے جو بہتر ہے۔''

اس حدیث کے عموم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قسم توڑنے سے قبل اور بعد میں دونوں طرح کفارہ ادا کرنا جائز ہے۔(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات:142/23)

414- لغو قسم اور اس کی تعریف

لغو قسم کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی چیز کے متعلق یہ گمان کرتے ہوئے قسم اٹھائے کہ وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے قسم اٹھائی، پھر اس پر واضح ہوا کہ وہ تو اس کے گمان کے خلاف ہے، مثلاً وہ قسم اٹھاتا ہے کہ فلاں شخص گھر میں ہے، بعد میں واضح ہوا کہ وہ گھر میں نہیں ہے، یا وہ قسم اٹھاتا ہے کہ وہ گھر میں نہیں ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ گھر میں ہے، اسی طرح کسی مسلمان کا یوں کہنا بھی لغو قسم ہے،: ''لَا وَاللّٰه'' (نہیں اللہ کی قسم) اور ''بَلٰى وَاللّٰهِ'' (کیوں نہیں اللہ کی قسم) یعنی بغیر قصد وارادہ کے (عادتاً) قسمیں اٹھائیں۔ (اللجنة الدائمة: 5528)

---

[1] صحيح. سنن النسائي، رقم الحديث [3782]

415- وہ قسم جس پر قسم اٹھانے والے کو مجبور کیا گیا ہو

کفارۂ قسم کے وجوب کی شرطوں میں یہ بات شامل ہے کہ وہ باختیار خود قسم اٹھائے، رہا وہ شخص جو قسم اٹھانے پر مجبور کیا گیا ہو تو اس پر قسم کا کفارہ (قسم توڑنے کی صورت میں) لازم نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ [النحل: 106]

''جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اپنے ایمان کے بعد سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔''

نیز اس لیے کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«عفي لأمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه»[1]

''میری امت کو خطا، نسیان اور وہ عمل جس پر وہ مجبور کیے گئے ہوں، معاف کر دیا گیا ہے۔''

416- یمین غموس (گناہ وغیرہ میں ڈبو دینے والی قسم)

یمین غموس یہ ہے کہ آدمی ماضی میں واقع ہونے والے کسی کام پر عمداً جھوٹی قسم اٹھائے، مثلاً وہ قسم اٹھائے کہ ایسے ایسے ہوا ہے جبکہ ویسے نہ ہوا ہو یا وہ کسی سامان کے متعلق قسم اٹھائے کہ اس نے وہ سامان اتنے کا خریدا ہے اور وہ نقائص وعیوب سے پاک ہے جبکہ وہ عیوب ونقائص سے پاک نہ ہو...اور اس قسم کی قسمیں اٹھانا یمین غموس ہے جو کبیرہ گناہوں سے ہے۔ اس کا نام ''غموس'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ قسم اٹھانے والے کو گناہ میں اور پھر آگ میں ڈبو دیتی ہے۔

[1] صحيح. سنن ابن ماجه، رقم الحديث [2045]

یمین غموس اکثر وہ لوگ اٹھاتے ہیں جو خرید وفروخت کرنے والے تاجر ہوتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس قسم کے ذریعہ لوگوں کو دھوکا دیں اور لوگ ان کی قسموں کا اعتبار کر لیں، یوں یہ قسمیں اٹھانے والے اپنے سامان تجارت کو رواج دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« إن اليمين منفقة للسلعة ممحقة للبركة »[1]

''یقیناً قسم سامان تجارت اور مال کو (وقتی طور پر) چلانے والی ہے اور برکت کو مٹانے والی ہے۔''

ایسے شخص کے متعلق سخت وعید بیان کی گئی ہے جو بیچتا ہے تو قسم اٹھا کر اور خریدتا ہے تو قسم اٹھا کر، پس یہی یمین غموس ہے اور اس قسم کا کفارہ نہیں ہے، یعنی اس قسم کا مال یا روزہ کی شکل میں کفارہ مشروع نہیں کیا گیا، اس کا کفارہ صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں توبہ کرنا ہے اور اپنے کیے پر پشیمان ہونا اور دوبارہ اس طرح کی قسم نہ اٹھانے کا عزم کرنا ہے۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 350)

417- تکرار سے قسم اٹھانا

جب کوئی شخص ایک ہی چیز پر کفارہ دینے سے قبل تکرار کے ساتھ اللہ عزوجل کی قسم اٹھاتا ہے تو اس پر ان تمام قسموں کے عوض ایک ہی کفارہ لازم ہوگا، لیکن جب وہ قسم اٹھائے اور کفارہ ادا کرے پھر اسی چیز پر دوسری مرتبہ قسم اٹھائے تو اس پر دوسرا کفارہ لازم ہوگا۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 353)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2087] صحيح مسلم [131/1606]

418- ظن غالب کی بنا پر قسم اٹھانا

جب انسان اپنے غالب گمان کی بنا پر کسی عمل کے ہونے یا نہ ہونے کی قسم اٹھائے مگر امر واقع اس کی قسم کے خلاف ثابت ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنے غالب گمان کی بنا پر قسم اٹھائی لہٰذا وہ گناہگار نہیں ہوگا اور اس کی یہ قسم لغو تصور ہوگی، لیکن جب وہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائے تو وہ گناہگار ہوگا، اس پر کفارہ تو لازم نہیں ہوگا البتہ وہ گناہگار ضرور ہوگا، لہٰذا اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس کے ہاں توبہ کرے، اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں، رہا کفارہ تو وہ صرف اسی قسم کے اٹھانے پر واجب ہوتا ہے جو قسم ارادتاً کسی ایسے مستقبل امر پر اٹھائی جائے جو ممکن بھی ہو۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 358)

419- جس شخص نے اپنے دل میں قسم اٹھائی مگر زبان سے اس کا تلفظ نہ کیا

اے وہ شخص! جس نے دل میں قسم اٹھائی ہے تجھ پر کچھ واجب نہیں ہے جب تک تو زبان سے بول کر قسم نہ اٹھائے، کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«إن اللّٰه تجاوز لأمتي عما حدثت بها أنفسها ما لم تتكلم أو تعمل به»[1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں سے درگزر کرلی ہے جو باتیں ان کے دل کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس کے ساتھ کلام نہ کریں یا اس کو عملاً نہ کر گزریں۔'' (اللجنة الدائمة: 17251)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [4968]

420- دو جھگڑنے والوں کے درمیان صلح کی غرض سے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانا

جہاں تک لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے جھوٹ بولنے کا تعلق ہے تو بلاشبہ یہ جائز ہے کیونکہ اس میں ایک ایسی مصلحت ہے جو جھوٹ کی مفسدت سے بڑھ کر ہے، مگر اس کے باوجود صلح کروانے والے کے لیے اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے کلام میں ''توریہ'' سے کام لے، یعنی وہ اپنی گفتگو میں یوں ''توریہ'' کا سہارا لے کہ وہ اپنے کلام میں وہ نیت اور ارادہ کر لے جو خلاف ظاہر ہو، پس جب وہ دو جھگڑنے والوں کو یہ کہنے کا ارادہ کرے: اللہ کی قسم! اس (تجھ سے جھگڑنے والے) نے تمھارے خلاف یہ بات نہیں کی ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس نے وہ بات کہی ہے تو وہ اس سے اس کی کہی ہوئی بات کے علاوہ اور بات مراد لے لے تاکہ وہ سچا ہی رہے، جبکہ وہ مخاطب کے سامنے وہی بات مراد لے جس کی وجہ سے مخاطب اپنے جھگڑنے والے ساتھی پر الزام لگا رہا ہو، تو اس طرح وہ جھوٹ سے بھی بچ جائے گا اور دو جھگڑنے والوں کی صلح بھی کرا دے گا، رہا اس پر جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹ بولنا تو میں تو اس مسئلہ میں توقف ہی اختیار کروں گا الا یہ کہ صلح کرانے والا توریہ کی نیت کر لے تو اس کا توریہ کرتے ہوئے صلح کی غرض سے قسم اٹھانا جائز ہوگا۔

(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 23)

421- مشیئتِ الٰہی کے ساتھ (ان شاء اللہ کہہ کر) قسم اٹھانا

جب کسی شخص کو قسم اٹھانے کی ضرورت ہو تو وہ اپنی قسم کو مشیت الٰہی کے

ساتھ ملاتے ہوئے یوں کہے: "وَاللّٰہِ إن شاء اللّٰہ" (اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا) کیونکہ جب وہ قسم کو مشیت کے ساتھ ملا لے گا تو اس سے دو عظیم فائدے حاصل ہوں گے۔

پہلا فائدہ: تو یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو، جس پر اس نے قسم اٹھائی ہے، اس کے لیے آسانی سے میسر کر دے گا اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر وہ کام، جس پر اس نے قسم اٹھائی ہے، نہ بھی ہوسکا تو کم از کم اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، اس کی دلیل اس حدیث میں موجود ہے جو رسول اللہ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کے متعلق بیان کی ہے کہ انھوں نے ایک دن عزم کرتے ہوئے یہ کہا:

«لأطوفن الليلة على تسعين امرأة تلد كل واحدة منهن غلاما يقاتل في سبيل اللّٰه فقيل له: قل: إن شاء اللّٰه فلم يقل لقوة عزيمته فطاف على تسعين امرأة جامعهن فولدت واحدة منهن شق إنسان»[1]

''آج رات میں اپنی نوے بیویوں کے پاس (جماع کی غرض سے) چکر لگاؤں گا، ان میں سے ہر ایک بیوی ایک لڑکا پیدا کرے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرے گا۔ انھیں کہا گیا، إن شاء اللہ کہہ لیجیے، مگر انھوں نے اپنے عزم مصمم کی وجہ سے ان شاء اللہ نہ کہا، چنانچہ وہ اپنی نوے بیویوں کے پاس گئے، ان سے جماع کیا مگر ان میں سے صرف ایک بیوی نے بچہ جنم دیا تو وہ بھی ناقص الخلقت۔''

حدیث میں مذکور لفظ ''شق انسان'' کا مطلب ہے آدھا یعنی ناقص بچہ پیدا کیا، تاکہ سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوجائے کہ اختیار اللہ عزوجل کے ہاتھ میں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2819] صحيح مسلم [1654/23]

ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو کہا تھا:

﴿ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الكهف: 24,23]

''اور کسی چیز کے بارے میں ہرگز نہ کہہ کہ میں یہ کام کل ضرور کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔''

نبی ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کے مذکورہ قصہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

«لو قال: إن شاء الله لم يحنث»[1]

''اگر وہ (سلیمان علیہ السلام) ان شاء اللہ کہہ لیتا تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی۔''

یعنی سلیمان علیہ السلام کی ہر بیوی ایک لڑکا پیدا کرتی جو اللہ کی راہ میں قتال کرتا۔

قسم کو مشیت الٰہی (ان شاء اللہ) کے ساتھ جوڑنے پر قسم کا کفارہ نہ پڑنے کی دوسری دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے:

«إن من حلف فقال: إن شاء الله. فلا حنث عليه»[2]

''بلاشبہ جس نے قسم اٹھاتے ہوئے ''ان شاء اللہ'' کہا اس پر قسم توڑنے کا کفارہ واجب نہیں۔''

لہٰذا کسی بھی چیز کی قسم اٹھانے والے کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی قسم کو مشیت الٰہی کے ساتھ ملاتے ہوئے یوں قسم اٹھایا کرے: "والله إن شاء الله" (اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا) یا یوں کہے: "وَاللّٰهِ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا إِنْ شَاءَ اللّٰه" (اللہ کی قسم! اِن شاء اللہ میں ایسے کروں گا) یا یوں کہے: "وَاللّٰهِ لَأَفْعَلَنَّ

---

1. صحيح مسلم [1654/23]
2. **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [3261] سنن الترمذي، رقم الحديث [1513] سنن النسائي، رقم الحديث [3828]

هذا بِمَشِيئَةِ اللّٰهِ" (اللہ کی قسم! اللہ کی مشیت سے میں یہ کام ضرور کروں گا) اور ان جیسے دیگر الفاظ استعمال کرے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 30)

422- امانت کی قسم اٹھانا

امانت کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«من حلف بالأمانة فليس منا»[1]

''جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں۔''

(اللجنة الدائمة: 8818)

423- انجیل پڑھنا اور اس کی قسم اٹھانا

مسلمان کے لیے انجیل پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں تحریف ہوچکی ہے اور پھر یہ کہ تحریف سے پاک قرآن مجید نے اس سے بے پرواہ کر دیا ہوا ہے، ہاں جس شخص کو اہل کتاب کا رد کرنے کے لیے اس کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہو اس کے لیے یہ پڑھنا جائز ہے اور یہ صرف علماء کے ساتھ خاص ہے۔ اور موجود انجیل کی قسم اٹھانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے بعض حصوں میں تحریف اور تبدیلی ہوچکی ہے اور تحریف شدہ اور تبدیل شدہ اللہ عزوجل کا کلام نہیں ہوسکتا۔ (اللجنة الدائمة: 15662)

424- دینِ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی قسم اٹھانا

مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دینِ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی قسم اٹھائے کیونکہ نبی ﷺ سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔ چنانچہ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث [3253]

بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

《 من حلف بملة غير الإسلام كاذبا متعمداً فهو كما قال، وإن كان صادقا لم يعد إلى الإسلام سالماً》[1]

''جس شخص نے عمداً اسلام کے علاوہ کسی کی جھوٹی قسم اٹھائی تو وہ ویسے ہی ہے جیسے اس نے کہا اور اگر وہ اپنی قسم میں سچا بھی ہو تو اسلام کی طرف صحیح سلامت نہیں لوٹے گا۔''

اور جب وہ وہ کام کرے گا جس کے ترک کرنے کی اس نے قسم اٹھائی تھی یا اس کام کو ترک کرے گا جس کو کرنے کی اس نے قسم اٹھائی تھی تو اس پر قسم کا کفارہ دینا واجب ہوگا اور اس کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنا ہوگی اور پھر سے اس قِسم کی قَسم نہ اٹھانے کا عزم کرنا ہوگا اور اس قِسم کی قَسم اٹھانے والا اس قَسم کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا بلکہ اسے توبہ کرنا اور نیک اعمال بجا لانا ہی کافی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ [طٰہٰ: 82]

''اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔''

اور نہ ہی یہ قسم اٹھانے سے اس کے اعمال ضائع ہوں گے کیونکہ اس نے اس قسم کے ذریعہ کفر کرنے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ اس نے تو صرف یہ قسم اٹھا کر اپنے اوپر کسی کام کے کرنے یا اس کے ترک کو مؤکد کیا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 19621)

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1363] صحيح مسلم [110/176]

425- ایک عورت نے قسم اٹھائی کہ وہ موت تک اسی گھر میں رہے گی پھر اس کے گھر والے اس گھر سے منتقل ہو گئے

جب معاملہ قسم اسی طرح ہے جس طرح سائلہ نے بیان کیا ہے تو اس کے گھر والوں کے اس گھر سے نکلنے کے بعد اس کے نکلنے پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ بظاہر اس کا ارادہ یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی اولاد (نواسے نواسیوں) کے ساتھ اس سے محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ اس گھر میں ہی رہنا چاہتی ہے مگر وہ اس کو اس گھر میں چھوڑ کر اپنی ماں کے ساتھ اس گھر سے منتقل ہو گئے ہیں۔

سو اس بنا پر سائلہ پر اس گھر سے نکلنے کی وجہ سے قسم کا کفارہ لازم نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر اس گھر کی طرف لوٹنا ہی واجب ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8945)

426- وہ عورت جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا

انسان کے حرام کرنے سے حلال حرام نہیں ٹھہرتا، لہٰذا اس عورت پر قسم کا کفارہ دینا واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ گوشت کھائے جو اس نے اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا ہے، اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو ایک گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرے یا دس مسکینوں کو اس طرح کھانا کھلائے کہ ہر مسکین کو نصف صاع کھانا دے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے۔ اسے ان تین کاموں میں سے کسی ایک کو کرنے کا اختیار ہے، غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا، اس میں سے جونسا کام بھی وہ کر لے گی اس کی قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا اور اگر وہ ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام کرنے کی قدرت نہ رکھے نہ کھانا کھلانے کی، نہ کپڑے پہنانے کی اور نہ غلام آزاد کرنے

کی تو پھر وہ تین دن کے روزے رکھے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ﴾ [المائدة: 89]

''تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا درمیانے درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے، یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھالو۔'' (اللجنة الدائمة: 356)

427- عورت نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنے بیٹے کے گھر میں داخل نہ ہوگی پھر اس نے وہ مکان خرید لیا

جب مکان کے مالک اس عورت کے ہاتھوں مکان فروخت کریں تو اس کے لیے وہ مکان خریدنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور جب وہ مکان خریدنے کے بعد اس میں داخل ہوگی تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اب وہ اس کا گھر بن چکا ہے اس کے بیٹے کا مکان رہا ہی نہیں، اور جب وہ اپنے بیٹے کے اس گھر میں داخل ہوگی جس میں وہ رہتا ہے تو اس پر کفارۂ قسم واجب ہوگا، خواہ وہ مکان اس کے بیٹے کی ملکیت میں ہو یا اس نے کرائے پر لے رکھا ہو۔ اور قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک گردن کو آزاد کرنا ہے اور جو کوئی مذکورہ کام کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قسم کے اس کفارے کو بیان کیا ہے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 120/23)

428- عورت کا اپنے خاوند کو کہنا: مجھ پر ہمارا رب حرام ہے یا یہ کہنا: میرے اور تیرے درمیان اللہ کی حد ہے

اس عورت کا یہ کہنا: مجھ پر ہمارا رب حرام ہے اگر تو اس کلام سے اس کا ارادہ یہ ہے کہ اس پر حرام ہے، تو یہ ایک بے معنی کلام ہے اور اس طرح کا کلام کرنا جائز نہیں ہے، پس وضاحت کی جائے کہ اس حرمت کا کیا معنی ہے؟ کیا وہ اس کا مطلب یہ لے رہی ہے کہ اس پر اللہ کی عبادت حرام ہے؟ میں نہیں جانتا کہ اس کے اس کلام کا کیا مطلب ہے۔

لیکن اگر مذکورہ کلام سے اس کا ارادہ یہ ہے کہ یہ چیز (یعنی کوئی مخصوص چیز) مجھ پر حرام ہے اور مجھ پر یہ کام کرنا حرام ہے اور "ربنا" کا مطلب یہ لیتی ہو "یا ربنا" تو پھر اس کا یہ کلام کسی چیز کی حرمت کے لیے ثابت ہو جائے گا اور جب کوئی چیز حرام کی جائے اور اس کے اپنے اوپر حرام ٹھہرنے والے شخص کا ارادہ اس چیز سے رکنا ہو تو یہ قسم تصور ہوگی جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ﴾ [التحریم: 1,2]

"اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لیے حلال کیا ہے؟ تو اپنی بیویوں کی خوشی چاہتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔"

پس اللہ نے کسی چیز کے حرام ٹھہرانے کو قسم شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ [التحریم: 2]

''بے شک اللہ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔''

لہٰذا جب کوئی شخص کہے: یہ (چیز) مجھ پر حرام ہے یا اگر میں نے ایسا نہ کیا تو مجھ پر یہ (چیز) حرام ہے۔ اور اس کلام سے اس کا قصد و ارادہ محض اس چیز سے پرہیز کرنا ہو تو اس کا حکم قسم والا حکم ہے، یعنی یہ کلام تمھارے اس کلام کی طرح ہے: اللہ کی قسم میں یہ کام نہیں کروں گا، یا: اللہ کی قسم میں یہ لباس نہیں پہنوں گا۔ یا: اللہ کی قسم میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ پس جب تم اس قسم کو توڑو گے تو تم پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔

رہا سائلہ کا یہ کلام: میرے اور تمھارے درمیان اللہ کی حد ہے۔ تو یہ الفاظ گویا اللہ عزوجل کی پناہ پکڑنے والے الفاظ ہیں اور اللہ کی پناہ پکڑنا تو نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ایسے شخص (یعنی اللہ کی پناہ مانگنے والے) کی بات مانی جائے یعنی جب کوئی آدمی اللہ عزوجل کی پناہ مانگے تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کو پناہ دے دیں، الا یہ کہ وہ اس پناہ مانگنے میں ظالم ہو، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو ظالم ہوتے ہوئے پناہ نہیں دیتا، مثلاً ہم کسی ایسے شخص سے زکوۃ وصول کرنا چاہتے ہیں جو زکوۃ ادا نہیں کر رہا بلکہ کہتا ہے: میں تم سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں تو ہم اس کو ہرگز پناہ نہیں دیں گے کیونکہ وہ اپنی اس پناہ طلبی سے گویا اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی نافرمانی پر آمادہ ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو پسند نہیں فرماتے تو جب اللہ ہی اس کے عمل کو پسند نہیں کرتے تو ہم اس عمل پر اس کی موافقت نہیں کریں گے، پس اہم بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کی پناہ مانگے تو ہم اس بات کے مامور اور پابند ہیں کہ اس کو پناہ دیں اور اس سے کنارہ کشی اختیار کریں، جب تک وہ کسی ایسے عمل پر اللہ کی پناہ نہ

مانگ رہا ہو، جو اس پر واجب ہے اور اس کو اس بات کا خدشہ ہے کہ ہم اس سے اس عمل کا مطالبہ کریں گے تو وہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو ایسی حالت میں ہم اس کو پناہ نہیں دیں گے۔ واللہ المستعان (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 283)

429- اس ماں کا حکم جو اپنی اولاد پر قسم اٹھاتی ہے مگر وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں

جب تم نے اپنی اولاد پر یا ان کے علاوہ کسی اور پر قسم اٹھائی ہے اور اس قسم سے تمھارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی کام پر عمل پیرا ہوں یا یہ کہ وہ کسی کام سے اجتناب کریں مگر وہ تیری اس قسم اور خواہش کی مخالفت کرتے ہیں تو تم پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْكِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ﴾ [المائدۃ: 89]

''اللہ تم سے تمھاری قسموں میں لغو پر مواخذہ نہیں کرتا اور لیکن تم سے اس پر مؤاخذہ کرتا ہے جو تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں۔ تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، درمیانے درجے کا، جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہنانا، یا ایک گردن آزاد کرنا، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے، یہ تمھارے قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھا لو

اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔''

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 119/23)

430- نذر کی حقیقت

نذر کا مطلب ہے کہ انسان اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت یا کوئی اور چیز اپنے اوپر لازم کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اس کے مندرجہ ذیل فرمان کے مطابق اس کو معاہدہ کا نام دیا جاتا ہے:

﴿ وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ﴾ [التوبة: 75 تا 77]

''اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور ہی صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہوجائیں گے، پھر جب اس نے انھیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمایا تو انھوں نے اس میں بخل کیا اور منہ موڑ گئے اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے تھے تو اس کے نتیجے میں اس نے ان کے دلوں میں اس دن تک نفاق رکھ دیا جس میں وہ اس سے ملیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے اس کی خلاف ورزی کی جو اس سے وعدہ کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔''

چنانچہ یہ ابتداءً مکروہ ہے یعنی عقدِ نذر کی ابتدا مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے نذر ماننے سے منع کر رکھا ہے۔ اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نذر کسی خیر کا باعث نہیں بنتی یہ تو بس بخیل آدمی سے مال نکلوانے کا سبب اور ذریعہ بنتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے کہ نذر قضا و تقدیر کو نہیں ٹالتی، اس سے تو صرف نفس پر ایک ایسی چیز واجب کی جاتی ہے جو اس پر واجب نہیں ہوتی۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو نذریں ماننے کے بعد اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو نذریں مان کر پوری نہیں کرتے، اسی لیے بعض اہل علم نے نذر ماننے کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے نفس پر کسی ایسی چیز کو لازم قرار دے لے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے عافیت دی ہوئی ہے۔ بہر حال جس شخص نے اللہ کی اطاعت والا کوئی کام کرنے کی نذر مانی ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کرنے کی نذر مانی ہو اس پر اپنی نذر پوری کرنا حلال نہیں ہے، اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

«من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصي الله فلا يعصه»[1]

"جس شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو وہ اس کی اطاعت بجا لائے اور جس نے اللہ کی نافرمانی کرنے کی نذر مانی تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔"

اطاعت والی نذر کی مثال یہ ہے کہ کوئی نذر ماننے والا یہ کہہ کر نذر مانے: میں اللہ کے لیے یہ نذر مانتا ہوں کہ آئندہ سوموار کے دن کا روزہ رکھوں گا۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6696]

چونکہ یہ اطاعت والی نذر ہے اس لیے اسے کہا جائے گا: تم پر واجب ہے کہ تم اپنی نذر پوری کرو اور سوموار کا روزہ رکھو۔ اور معصیت و نافرمانی والی نذر کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا مال چوری کرنے کی نذر مانے تو ہم اس شخص کو کہیں گے: تمھارے لیے اپنی یہ نذر پوری کرنا حلال نہیں ہے بلکہ تم پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے اور وہ کفارہ یہ ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرے اور اگر وہ ان مذکورہ کاموں کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو لگاتار تین دن کے روزے رکھے۔

باقی رہی مباح نذر، تو مباح نذر میں انسان کو نذر پوری کرنے یا قسم کا کفارہ ادا کرنے کا اختیار ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے: میں اللہ کے لیے نذر مانتا ہوں کہ میں یہ لباس پہنوں گا تو ہم اس کو کہیں گے: یہ مباح نذر ہے۔ اگر تم چاہو تو اس نذر کو پورا کرلو اور وہ لباس پہنو اور اگر تم چاہو تو اپنی نذر کو پورا نہ کرو لیکن نذر نہ ماننے کی صورت میں تم پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں کو ہمہ قسم کی نذروں سے پرہیز کرنے کی نصیحت کروں گا کیونکہ نبی ﷺ نے نذر ماننے سے منع کر رکھا ہے، اور اس لیے بھی کہ بلاشبہ انسان عافیت اور آسانی دیا گیا ہے لہٰذا اسے یہ لائق اور مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے اوپر خوامخواہ سختی کرے، نیز اس لیے کہ نذر تقدیر کو نہیں ٹالتی ہے، بعض لوگوں پر جب کوئی چیز مشکل پڑتی ہے یا وہ کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو اللہ کے لیے نذریں ماننے لگتا ہے اور کہتا ہے: مجھ پر نذر ہے اگر فلاں فلاں کام ہوگیا تو میں ضرور یہ یہ کروں گا۔ ہم کہیں گے: اے میرے بھائی! جب اللہ نے ایک چیز کی تقدیر مقرر کر دی ہے تو تیری نذر کا اس کو وجود میں لانے یا اس کو معدوم کرنے میں کوئی اثر نہیں ہے، لیکن میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال

کرتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ تمھارا مطلوب و مقصود پورا کر دے، جیسے تمھارے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾

[المؤمن: 60]

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

431- معلق نذر

جس شخص نے معلق نذر مانی ہو اگر تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری والی نذر ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی نذر پوری کرے جب وہ چیز متحقق اور ثابت ہو جائے جس پر اس نے اپنی نذر کو معلق کیا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 12905)

432- مباح نذر کا حکم

مباح نذر کا حکم قسم کا سا حکم ہے، چنانچہ جب کوئی شخص کہے: اللہ کے لیے میرے ذمے یہ نذر واجب ہے کہ میں اپنی یہ کار فروخت کر دوں گا یا میں اللہ کے لیے نذر مانتا ہوں کہ میں فلاں گھر خریدوں گا، تو ہم اس کو کہیں گے: تمھیں اب اس میں اختیار ہے، اگر تم چاہو تو نذر پوری کر لو اور چاہو تو نذر پوری نہ کرو اور قسم کا کفارہ ادا کرو، کیونکہ تمھاری یہ نذر مباح نذر ہے۔ اور اطاعت والی

نذر یہ ہے کہ کوئی شخص کہے: میں نذر مانتا ہوں کہ کل روزہ رکھوں گے اور نافرمانی والی نذر یہ ہے کہ وہ کہے: میں اللہ کے لیے نذر مانتا ہوں کہ میں فلاں سے قطع تعلقی کرلوں گا حالانکہ وہ قطع تعلقی کے لائق نہیں ہے۔
(ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 16/16)

433- حرام نذر پوری کرنے کا حکم

جب کوئی شخص حرام کام کرنے کی نذر مانے تو اس پر ایسی نذر پوری کرنا حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«من نذر أن يعصي الله فلا يعصه»[1]

”جس شخص نے اللہ کی نافرمانی کرنے کی نذر مانی (اس پر لازم ہے کہ) وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔“

مثلاً اگر اس نے یہ نذر مانی کہ وہ اپنے چچا سے کلام نہیں کرے گا تو یہ نذر حرام ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے چچا سے کلام کرے اور (بطور کفارۂ قسم) دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس نے نذر مانی کہ وہ باجماعت نماز ادا نہیں کرے گا (یہ بھی حرام نذر ہے) اس پر ضروری ہے کہ وہ باجماعت نماز ادا کرے اور (قسم کا کفارہ دیتے ہوئے) دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، لہٰذا جس شخص نے کسی حرام کام کے کرنے کی نذر مانی تو وہ اس نذر کو پورا نہ کرے البتہ اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔ (ابن عثیمین: لقاء الباب المفتوح: 20/190)

434- نذر کو مشیت الٰہی (ان شاء اللہ) کے ساتھ مقید کرنا

جب کوئی شخص اپنی نذر کو مشیت الٰہی سے مقید کر دے تو اس کی نذر نہیں

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6696]

ٹوٹے گی، پس اس کو اختیار ہے چاہے تو نذر پوری کر لے چاہے تو نذر پوری نہ کرے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 12)

435- عورت نے حالتِ غضب میں نذر مانی کہ وہ اپنے بیٹے کو اتنا مارے گی کہ اسے خون نکلنے لگے گا مگر اس نے ایسا نہ کیا

تم پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے کیونکہ بچے کو یوں اس انداز میں مارنا اللہ کے قرب کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور محل غور ہے، لہٰذا اگر تم ایسا نہیں کرتی ہو تو تم پر کفارہ قسم واجب ہوگا کیونکہ بچے کو اتنا مارنا کہ اسے خون نکلنے لگے، جائز نہیں ہے۔

پس مذکورہ صورت حال میں مانی ہوئی نذر نافرمانی والی نذر ہے اور نافرمانی والی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے، اور وہ یہ ہے: دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک مومنہ گردن (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا اور جو شخص مذکورہ کام کرنے سے عاجز آ جائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اور دس مسکینوں کو کھانا یوں کھلائے کہ ہر مسکین کو اپنے ملک کے باشندوں میں رائج نصف صاع کھانا کھجور یا گندم یا چاول یا اس کے علاوہ کوئی جنس دے، اس کی مقدار تقریباً ڈیڑھ کلوگرام بنتی ہے۔ واللہ ولی التوفیق

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 174/23)

436- وہ عورت جس نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی نذر مانی

ہم اس کو کہیں گے: وہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھے اور اس کے ساتھ ہفتے

کے دن کا بھی اضافہ کر لے یا اس کے ساتھ جمعرات کے دن بھی روزہ رکھے، اس طرح اس کی نذر ایسے طریقے سے مکمل ہوجائے گی جو کراہت سے خالی ہے۔ رہا جمعہ کے دن کا اکیلا روزہ رکھنا اس کی خصوصیت کی وجہ سے نہ کہ کسی اور سبب سے تو نبی ﷺ نے اس سے منع کر رکھا ہے الا یہ کہ انسان اس سے ایک دن پہلے یا اس سے ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھے، اسی لیے ہم اس نذر ماننے والی سائلہ سے کہتے ہیں: جمعہ کے دن کا روزہ رکھو اور اس سے ایک دن پہلے اور اس سے ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 41)

437- نذر کے روزے کی نیت سے عرفے کے دن، عاشورے کے دن اور ان کے علاوہ نفلی روزوں کے ایام میں روزہ رکھنا

جب اس نے متعین کر کے اس دن کے روزے کی نذر مانی ہو تو اس دن اس روز کا نفلی روزہ رکھنا جائز نہ ہوگا، اس کی مثال یوں ہے: ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھے گا یا آئندہ اتوار کے روزہ کی نذر مانی پس اتفاق سے وہ اتوار کا دن عرفے کے دن آ گیا تو اب وہ عرفے کے دن کے روزے کی نیت کرنے کی بجائے نذر کے روزے کی نیت کرے گا، پس پہلے مسئلے کی صورت میں جب وہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے کی نذر مانے، اگر تو اس کا ارادہ یہ ہو کہ وہ عرفہ کے دن کا نفلی روزہ رکھے گا تو وہ اپنی نیت کے مطابق اس دن کا نفلی روزہ رکھے اور اگر اس نے عرفہ کے دن اس بنا پر روزہ رکھنے کی نذر مانی کہ وہ اس پر نذر کے سبب واجب ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس دن کا روزہ اس نذر کو پورا کرنے کی غرض سے رکھے گا جو نذر اس نے اپنے اوپر مان رکھی ہے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 61)

438- تلاوتِ قرآن کی نذر

سوال ایک عورت نے قرآن پڑھنے کی نذر مانی جبکہ وہ عامی عورت ہے، قرآن نہیں پڑھ سکتی، اب اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ کسی کو اجرت دے کر اپنے بدلے اس سے قرآن پڑھائے۔

جواب وہ عورت جس نے مصحف قرآنی پڑھنے کی نذر مانی لیکن وہ پڑھنے سے عاجز اور معذور ہے، اب اس کی عاجزی و معذوری کی وجہ سے اس سے یہ نذر ساقط ہوجائے گی البتہ اس پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا، وہ کفارہ یہ ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، ہر مسکین کو ایک کلو چاول دے اور اس کے ساتھ مرغی کا یا بکری کا یا بھیڑ کا یا اس کے علاوہ کوئی گوشت دے جس سے وہ سالن تیار کر لے، رہا اس کا کسی کو اجرت پر اپنی بجائے قرآن پڑھانا تو یہ صورت درست نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 64)

439- ایسی جگہ کچھ ذبح کرنے کی نذر ماننا جہاں غیر اللہ کے لیے (جانور وغیرہ) ذبح کیے جاتے ہیں

جب تک اس جگہ غیر اللہ کے لیے (جانور وغیرہ) ذبح کیے جاتے رہیں اس وقت تک اس جگہ کچھ ذبح کرنے کی نذر پوری کرنا جائز نہیں ہے۔ امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی ''سنن'' میں ایک روایت نقل کی ہے جو ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بوانہ مقام پر اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

«هل فيها وثن من أوثان الجاهلية يعبد؟»

''کیا اس جگہ زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تو نہیں ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو؟''

لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا:

«فهل كان فيها عيد من أعيادهم؟»

''تو کیا اس جگہ ان کی عیدوں میں سے کوئی عید تو نہیں منائی جاتی ؟''

لوگوں نے جواب دیا: نہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أوف بنذرك فإنه لا وفاء لنذر في معصية الله ولا فيما لا يملك ابن آدم»[1]

''اپنی نذر کو پورا کرو، پس بلاشبہ اللہ کی نافرمانی والی نذر اور اس چیز کی نذر پوری کرنا جائز نہیں ہے جس چیز کا ابن آدم مالک ہی نہ ہو۔''

(اللجنة الدائمة: 5667)

440- نذر کی سمت اور جگہ کو تبدیل کرنا

جب انسان اپنی نذر کے لیے کوئی خاص جگہ متعین کرے وہ اس طرح کہ وہ ایک معین جگہ میں صدقہ کرنے یا مسجد بنانے کی نذر مانے تو اس میں اصل یہ ہے کہ اس پر اسی جگہ معین سمت میں نذر کو پورا کرنا لازم ہے جب تک اس جگہ نذر پوری کرنے میں کوئی شرعی مانع نہ ہو اور اگر وہاں کوئی شرعی رکاوٹ ہے تو وہ نذر کو اس سے افضل و بہتر جگہ کی طرف منتقل کر لے۔ مثلاً اگر وہ نذر کے لیے متعین جگہ کی بجائے حرمین شریفین میں اپنی نذر پوری کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس پر دلیل نبی ﷺ کا وہ قول ہے جو آپ ﷺ نے اس شخص کے لیے ارشاد فرمایا تھا جس نے

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [3313]

بوانہ مقام پر اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے سوال کیا:

«هل كان فيها وثن من أوثان الجاهلية يعبد؟»

''کیا اس جگہ زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تو نہیں جس کی عبادت کی جاتی ہو؟''

اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا:

«هل فيها عيد من أعيادهم؟»

''کیا اس جگہ ان کی عیدوں میں سے کوئی عید تو نہیں منائی جاتی؟''

اس نے جواب دیا: نہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا:

«أوف بنذرك» ''تم اپنی نذر پوری کرلو۔''

جب آپ ﷺ نے اس جگہ کو شرعی موانع سے خالی پایا تو اس کو اس کی متعین کردہ خاص جگہ پر اپنی نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔ اور نذر کو مفضول جگہ سے افضل جگہ کی طرف منتقل کرنے کی دلیل آپ ﷺ کا وہ قول ہے جو آپ ﷺ نے اس شخص کو ارشاد فرمایا تھا جس نے بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی نذر مانی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے حکم دیا:

«صل هاهنا» ''تم یہیں (مسجد نبوی میں) نماز ادا کرلو۔''

اس شخص نے دوبارہ بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی نذر پوری کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«صل هاهنا» ''تم ادھر نماز ادا کرلو۔''

اس نے پھر وہیں نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«شأنك إذا»[1] ''پھر اپنی مرضی کرلو۔'' (اللجنة الدائمة: 16158)

---

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [3305]

لباس اور زیب و زینت

441- عورت کا آراستہ کپڑوں میں باہر نکلنا

عورت کے لیے ایسا آراستہ اور سج دھج والا لباس زیب تن کر کے باہر نکلنا جائز نہیں ہے جس کی طرف لوگوں کی نظریں متوجہ ہوتی ہوں کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کی وجہ سے مرد حضرات کا میلان اور رغبت ہوتی ہے اور وہ ان کو دین کے معاملے میں فتنہ و آزمائش میں مبتلا کرتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عورت اس قسم کا لباس پہن کر باہر نکلتی ہے اور اپنی عزت پامال کروا بیٹھتی ہے۔ (اللجنة الدائمة: 10432)

442- عورت کا کپڑوں کے نیچے جالی دار بنیان وغیرہ پہننا

عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کپڑے کے نیچے نیٹ اور جالی دار بنیان وغیرہ پہنے جس سے اس کی مکمل پنڈلیاں یا ان کا کچھ حصہ ننگا ہو، کیونکہ عورت مکمل طور پر پردہ اور ڈھانپنے کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ ﴾ [النور: 31]

''اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عورت کو سوائے اپنے محارم کے کسی کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 19771)

443- عورت کا باریک ملبوسات پہننا

عورت کے لیے ایسا باریک اور شفاف لباس پہننا جائز نہیں ہے جو اپنے پیچھے والے جسم کو نہ ڈھانپتا ہو، لہٰذا جونسی عورت اس قسم کا لباس زیب تن کرے گی تو وہ ان ''کاسیات'' اور ''عاریات'' (لباس پہننے کے باوجود ننگی عورتوں) میں شمار ہوگی جن کے متعلق نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی۔[1] (اللجنة الدائمة: 19771)

444- اَنگیا (Brassiers) پہننے کا حکم

اَنگیا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ بھی زینت کی ہی ایک قسم ہے، لہٰذا جب عورت شادی شدہ ہو اور اپنے شوہر کے لیے اَنگیا پہن کر زینت اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر ابھی وہ چھوٹی عمر کی غیر شادی شدہ ہو تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اسے پہنے کیونکہ میں غیر شادی شدہ نوجوان لڑکی کے حق میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اس طرح کی چیزوں میں شوق و شغف رکھے اور اس قسم کی جسمانی ہیئت و حالت بنائے جو خود اس کے لیے یا دوسروں کے لیے فتنہ کا باعث بنے۔

(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 12)

445- عورت کے لیے تنگ آستینوں والا لباس پہننے کا حکم

عورت کے لیے گھر میں اور دیگر عورتوں کی موجودگی میں ایسا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں عورتوں کو ان فیشنوں سے بچنے

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5704] صحيح مسلم [2128/52]

کی نصیحت کرتا ہوں جو ہمارے ملک میں در آئے ہیں، اس فیشن کے لانے والوں کا ارادہ ہرگز اس ملک کی خیر خواہی نہیں ہے، جبکہ الحمدللہ اس ملک میں رائج لباس حشمت وعزت والا ہے اور پورا ساتر اور پردہ پوشی کرنے والا ہے اور زیب و زینت کے اظہار سے محفوظ ہے، لیکن ہمارے اس ملک پر شریعت اور شرعی لباس کے اختیار کرنے کی وجہ سے حسد کیا جاتا ہے، پس میں عورتوں اور ان کے اولیاء کو یہ نصیحت کروں گا کہ وہ ایسے در آنے والے فیشنوں کے پیچھے نہ پڑیں جو عورت کو عزت و حشمت کے لباس سے دور کرتے ہیں اور ان رائج لباسوں سے دور کرتے ہیں جو فتنہ وفساد سے بچاؤ کا سبب بنتے ہیں۔
(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 20)

446- عورتوں کا ایسا لباس پہننا جو زمین کو لگ رہا ہو

عورتوں کے لیے ایسا لباس پہننا جائز ہے، بلکہ عورت کے لیے ایسا لباس پہننا مشروع ہے جو اس کے قدموں کو ڈھانپتا ہو، ان کے لیے جائز ہے کہ وہ (مردوں کے تہبند رکھنے کی جگہ سے) ایک ذراع زیادہ نیچے کی سمت کر لیں جیسا کہ نبی ﷺ سے مروی حدیث میں موجود ہے۔[1]

رہے ایسے اونچے اور بلند کپڑے جن سے قدم اور پنڈلیوں کے کنارے ننگے ہوتے ہوں تو یہ ان ملبوسات میں سے نہیں ہے جن کے پہننے کا مسلمان عورت کو حکم دیا گیا ہے بلکہ یہ ان ملبوسات میں شمار ہوتا ہے جن کے پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ (ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 21)

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [383]

447- زیب و زینت کے لیے عورت کا اونچی ٹوپی (Hat) پہننا

جب عورتوں اور محارم کے درمیان رہتے ہوئے زیب و زینت کی غرض سے اس کو پہنا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کے پہننے میں نہ مردوں کی مشابہت ہو اور نہ ہی کافرہ عورتوں کی مشابہت ہو، رہا اس کو پہن کر اجنبی مردوں کے سامنے جانا تو بلاشبہ وہ ''تبرج'' (زینت ظاہر کرنا) ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾ [الأحزاب: 33]

''اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو۔''

پس ہر وہ چیز جس سے عورت کی زینت کا اظہار ہوتا ہے اور وہ خوبصورت بن کر عورتوں کے درمیان نمایاں ہوتی ہو تو بلاشبہ یہ حرام ہے اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ والرسائل: 828/2)

448- عورت کے لیے ہائی ہیل (اونچی ایڑھی والا جوتا) پہننا

اونچی ایڑھی والا جوتا پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ عورت کو گرانے کا سبب بنتا ہے جبکہ انسان کو شریعت کی طرف سے خطرات سے اجتناب اور پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرة: 195]

''اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ﴾ [النساء: 29]

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔''

اونچی ایڑھی والا جوتا پہننے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس سے عورت کا قد اور اس کی سرین اپنی اصل حالت سے بڑے دکھائی دیتے ہیں اور اس میں ایک قسم کا دھوکا ہے اور ایسی زینت کا اظہار ہوتا ہے جس کو ظاہر کرنے سے ایک مومن عورت کو منع کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ﴾ [النور: 31]

''اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں (کے لیے)۔'' (اللجنة الدائمة: 1678)

449- عورت کا مرد کے جوتے کے مشابہ جوتا پہننا

جب اس جوتے کی ظاہری حالت اس طرح کی ہو کہ وہ مرد کے جوتے کے ساتھ اس طرح مشابہت رکھتا ہو کہ اگر کسی انسان کو وہ جوتا ملے تو وہ گمان کرے کہ یہ کسی آدمی کا جوتا ہے، تو عورت کے لیے ایسا جوتا پہننا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اگر کسی مرد کو کوئی جوتا ملے جس کی ظاہری حالت عورتوں کے جوتے سے مشابہ ہو اور اس کا نیچے والا اور اس کا پچھلا حصہ مردوں کے جوتے کی طرح ہو تو مرد کو وہ جوتا پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس معاملے میں ظاہر کا اعتبار کیا جائے گا، پس میں اپنی بہنوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کے جوتے نہ پہنا کریں

کیونکہ یہ معاملہ بڑا سنگین ہے۔ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابن عثیمین: مجلة الدعوة: 45/1757)

450- چہرے اور ہاتھوں پر وشمہ کرنا (گودنا گودوانا، یعنی کھال کو سوئی وغیرہ سے گود کر سرمہ اور نیل وغیرہ چھڑکنا)

وشمہ کرنا حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وشمہ لگانے اور لگوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔[1]

''واشمہ'' کا مطلب ہے وہ عورت جو گودنا گودتی ہے اور ''مستوشمہ'' کا مطلب ہے وہ عورت جو کسی سے گودنا گدواتی ہے، ہر گودنا گودنے اور گدوانے والی دونوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ گودنا گدوانا اسلام میں حرام ہے اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، ایسا کرنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس خلقت کو بدلنا ہے جس کے متعلق شیطان نے عزم کیا تھا کہ اولاد آدم میں سے جو اس کی پیروی کرے وہ اس کو خلقت بدلنے کا حکم دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ [النساء: 119]

''اور یقیناً میں ضرور انھیں حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے۔''

پس یہ ایک ایسا کام ہے جس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس سے منع کرنا، اس کی سنگینی سے لوگوں کو خبردار کرنا اور یہ بیان کرنا واجب ہے کہ یہ کبیرہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [5942]

گناہوں سے ہے۔ اور جس عورت کو گودنا گودا گیا اگر تو اس کے اختیار اور رغبت کے ساتھ ایسا ہوا تو وہ گناہگار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ کرے اور اگر اس کے بس میں ہے تو اس کے نشانات کا ازالہ کرے، لیکن اگر اس کے علم کے بغیر اور اس کی رضا و رغبت کے بغیر ایسا کیا گیا، مثلاً وہ ابھی نابالغہ بچی ہی تھی جب اس کو گودنا گودوایا گیا تو اس صورت ایسا کرنے والے پر گناہ ہوگا، لیکن اگر اس کا ازالہ ممکن ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کا ازالہ کرے، لیکن اگر اس کا ازالہ ممکن نہ ہو تو وہ اس حالت میں معذور سمجھی جائے گی۔

(الفوزان: المنتقیٰ: 435)

451- زیورات پہنانے کے لیے بچی کے کان چھیدنا

بچی کو زیور پہنانے کی غرض سے ان کے کان چھیدنے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ عمل ہمیشہ سے اکثر لوگوں میں موجود رہا ہے حتی کہ یہ نبی ﷺ کے دور میں بھی موجود تھا، چنانچہ اس وقت عورتیں بغیر کسی نکیر کے اپنے کانوں وغیرہ میں زیورات پہنا کرتی تھیں۔

رہا بچی کو کان چھیدنے سے درد اور تکلیف ہونا تو اس سے صرف نظر کی جائے گی کیونکہ اس سے اس کی مصلحت مقصود ہے کیونکہ اسے زیورات پہننے اور زیب و زینت اختیار کرنے کی ضرورت و حاجت ہے لہٰذا اس غرض سے کان چھیدنا مباح ہے اور بربنائے ضرورت اس کی رخصت ہے، جس طرح بوقت ضرورت اس (بچی اور عورت وغیرہ) کا آپریشن کرنا اور ضرورت کے تحت عضو کو داغ کر (اور شعائیں وغیرہ لگا کر) علاج کرنا جائز ہے ایسے ہی اس کے کانوں میں زیورات پہننے کی غرض سے ان کو چھیدنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ اس کی

ضرورت ہے اور اس سے کوئی بہت زیادہ درد بھی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا کوئی زیادہ اثر ہوتا ہے۔ (اور فی زمانہ تو بغیر درد کے ناک کان چھیدے جاتے ہیں) واللہ اعلم (الفوزان: المنتقیٰ: 437)

452- زینت کی غرض سے رنگین شیشوں والے چشمے پہننا

ضرورت کے تحت چشمے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر جب یہ بلاضرورت ہوتو اس کا ترک احسن اور افضل ہے، خاص طور پر جب یہ بہت مہنگے ہوں کیونکہ تب یہ حرام فضول خرچی میں شمار ہوگا، مزید یہ کہ اس میں تدلیس دھوکا ہے کیونکہ یہ بلاضرورت آنکھوں کو اس کی حقیقی شکل و ہیئت کے برخلاف ظاہر کرتا ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 438)

453- میک اپ (سامان تزیین و آرائش) استعمال کرنے کا حکم

عورت کا اپنے چہرے پر میک اپ (کاسمیٹکس) استعمال کر کے، سرمہ لگا کر اور اپنے سر کے بال سنوار کر زینت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے بشرطیکہ یہ سب کچھ کرنے میں وہ کافر عورتوں کی مشابہت اختیار نہ کرے، نیز اس کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ وہ میک اپ کرنے کے بعد ایسے مردوں سے اپنا چہرہ چھپا کر رکھے جو اس کے محرم نہیں ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 15903)

454- حسن نکھارنے والے آپریشنز (سرجری وغیرہ) کروانے کا حکم

طب میں مستعمل تجمیل (سرجری) کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم تو یہ ہے کہ انسان کو حادثے وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہونے والے

نقص اور عیب کا ازالہ کرتے ہوئے تجمیل اختیار کرنا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس میں چنداں حرج نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس شخص کو اجازت دی تھی، جس کی ناک کسی جنگ کے دوران کٹ گئی تھی کہ وہ سونے کی ناک لگا لے۔[1]

دوسری قسم: یہ ہے کہ انسان کی خلقت کامل و برابر ہو اس میں کوئی بدنمائی اور کسی قسم کا نقص وعیب نہ ہو تو اس میں عمل تجمیل کو اختیار کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ شیطان کے حکم سے اللہ کی خلقت کو بدلنے کے مترادف ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس حکم وعزم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ [النساء: 119]

''اور یقیناً میں ضرور انھیں حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے۔''

اور تجمیل کی یہ قسم فی الحقیقت تجمیل (خوبصورتی) نہیں تشویہ (بدنمائی و بدصورتی) ہے۔ (الفوزان: المنتقیٰ: 433)

455- مصنوعی پلکیں لگانے کا حکم

مصنوعی پلکیں لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ وصل یعنی سر پر اضافی بال جوڑنے کے مشابہ ہے اور نبی ﷺ نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

اور یہ پلکیں اگر ایسی ہوں جن کے متعلق اب میرا خیال اور تصور یہ ہے کہ بالوں کی طرح کے سیاہ دھاگے پلکوں پر لگائے جاتے ہیں تاکہ محسوس ہو کہ وہ بہت گھنی ہیں اور اس سے آنکھیں خوبصورت معلوم ہوں، پس اگر ایسا یہ تصور درست ہے تو (مصنوعی پلکیں لگانے کا) یہ عمل وصل (اضافی بال جوڑنا) میں شمار

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [4232]

ہوگا جس کے کرنے والی پر نبی ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، لیکن اگر ''رموش'' کا مطلب محض پلکوں کے بالوں کو رنگنا (کلر کرنا) ہے تو یہ حرام نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 1)

456- سونے کے کڑے اور چھلے پہننے کا حکم

سونا پہننا (کسی بھی شکل میں) مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے، وہ کڑوں اور چھلوں کی شکل میں ہو یا اس کے علاوہ کسی اور شکل میں ہو۔

(اللجنة الدائمة: 414)

457- سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرنے کا حکم

اس مسئلہ میں صحیح موقف یہ ہے کہ کھانے پینے کے علاوہ سونے چاندی کے برتن لینا اور استعمال کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک خاص چیز سے منع فرمایا ہے اور وہ ہے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا۔ نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ بلیغ، ان سب سے زیادہ فصیح اور ان سب سے زیادہ واضح کلام کرنے والے تھے، آپ ﷺ کسی سبب کی وجہ سے ہی ایک چیز کو دوسری کے علاوہ خاص کرتے تھے، اگر آپ ﷺ کا سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال سے عام ممانعت کا ارادہ ہوتا تو فرماتے: ﴿لا تستعملوها﴾ ''ان کو استعمال نہ کرو (نہ کھانے پینے کے لیے نہ کسی اور کام کے لیے)۔'' (جبکہ آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا ہے)

پس نبی ﷺ کا ممانعت کو کھانے پینے کے ساتھ خاص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کھانے پینے کے علاوہ ان برتنوں کا استعمال جائز ہے کیونکہ لوگ

کھانے پینے کے علاوہ بھی ان برتنوں کو استعمال کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اگر سونے چاندی کے برتن مطلق حرام ہوتے تو نبی ﷺ ان کو توڑتے (اور چھوڑنے) کا حکم دے دیتے جیسا کہ نبی ﷺ تصاویر والی چیز کو توڑ کر ہی چھوڑتے تھے، پس اگر ان برتنوں کا استعمال مطلقاً حرام ہوتا تو آپ ﷺ ان کو توڑ دیتے کیونکہ اگر تمام حالات میں ان کا استعمال حرام ہوتا تو ان کو باقی رکھنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں تھا، اس موقف کی درستگی پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس حدیث کی راویہ ہیں۔

ان (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کے پاس چاندی کی ایک جلجل تھی جس میں انھوں نے نبی ﷺ کے بال رکھے ہوئے تھے، پس لوگ ان کے ذریعہ (ان کو پانی وغیرہ میں بھگو کر اس پانی کو استعمال کر کے یا دیگر ذرائع سے) شفا طلب کرتے تھے تو ان کو اللہ کے حکم سے شفا مل جاتی تھی۔ یہ حدیث صحیح البخاری میں ثابت ہے، اس میں چاندی کے برتن کو کھانے پینے کے استعمال کے علاوہ کا ذکر ہے، لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں صرف کھانا پینا ہی حرام کیا ہے۔

پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان میں کھانا پینا اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ ان کا غالب اور اکثر استعمال اسی لیے ہوتا ہے اور جس چیز کے حکم کو ان کے اغلب اور اکثر استعمال کے ساتھ معلق کیا گیا ہو تو بلاشبہ وہ اس حکم کے اس اغلب و اکثر کے ساتھ خاص ہونے کا تقاضا نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ﴾ [النساء: 23]

”اور تمھاری پالی ہوئی لڑکیاں جو تمھاری گود میں تمھاری ان عورتوں سے ہیں۔“

ربیبہ کی حرمت کو اس کے اس شخص کی گود میں پرورش پانے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے مگر اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اگر وہ اس کی گود میں پرورش نہ بھی پا رہی ہو پھر بھی حرام ہی ہے۔

ہم اس کا جواب دیں گے کہ یہ درست ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کے ممنوع ہونے کے حکم کو صرف کھانے پینے کے ساتھ معلق کیا ہے کیونکہ امت کے لیے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے کسی دوسرے استعمال کی نسبت زیادہ فخر کا اظہار ہوتا ہے اور یہ علت ان برتنوں کے استعمال سے ممانعت کے حکم کو کھانے پینے کے ساتھ مخصوص کرتی ہے، کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص جو کھانے پینے کے لیے سونے چاندی کے برتن استعمال کرتا ہے اس شخص کی طرح نہیں ہے جو ان کو دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہو جو مقاصد اکثر لوگوں کی نگاہ سے مخفی اور پوشیدہ ہوں، اور امت کے فخر کا اظہار صرف ان برتنوں میں کھانے پینے سے ہی ہوگا۔ (ابن عثیمین: مجموع الفتاویٰ و الرسائل: 9)

عورت (ستر) اور پردہ

458- شرعی حجاب کا طریقہ

عورتوں پر واجب ہے کہ وہ ایسا حجاب پہنیں جو ان کو مکمل طور پر ڈھانپ دے اور وہ اتنا باریک اور چست نہ ہو کہ اس کے پیچھے سے بدن جھلکتا ہو اور اس سے ان کے اعضا نمایاں ہوتے ہوں۔ (اللجنة الدائمة: 8942)

459- نقاب کے بارے میں دین اسلام کا حکم

جہاں تک نقاب کا تعلق ہے تو ابو عبید نے عربوں کے ہاں نقاب کا طریقہ اور اس کا وصف کچھ یوں بیان کیا ہے: نقاب وہ ہے جس سے آنکھ کا گڑھا ظاہر ہوتا ہے اور عربوں کے ہاں اس کا نام ''وصوصہ'' اور ''برقع'' ہے، رہا نقاب کا حکم تو یہ پہننا جائز ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا تنتقب المرأة المحرمة و لا تلبس القفازين»[1]

''محرمہ عورت نقاب پہنے اور نہ ہی دستانے پہنے۔''

اس حدیث کو احمد، بخاری، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [1741]

اور ایک روایت میں ہے (ابن عمر رضی اللہ عنہما) کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ عورتوں کو حالت احرام میں دستانے اور نقاب پہننے سے منع فرما رہے تھے۔ ❶

مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ کا محرمہ عورت کو نقاب پہننے سے منع کرنا اس کے حالت احرام کے علاوہ پہننے کے جواز پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ محرمہ کے لیے اپنے چہرے کو کھولنا اور ننگا کرنا جائز ہے جبکہ اجنبی مرد اس کو دیکھ رہے ہوں، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے گزر جانے تک دوپٹہ یا نقاب اوڑھ لے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جس کو امام احمد، ابو داود اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں:

《 كان الركبان يمرون بنا، ونحن مع رسول الله ﷺ محرمات، فإذا حاذونا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها فإذا جاوزونا كشفناه 》 ❷

''قافلے ہمارے پاس سے گزرتے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (حج کا) احرام باندھے ہوئے تھیں، پس جب مرد حضرات ہمارے برابر آتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنے سر سے چادر سرکا کر اپنے چہرے پر ڈال لیتی تھی اور جب مرد آگے گزر جاتے تو ہم دوبارہ چہرہ ننگا کر لیتی تھیں۔'' (اللجنة الدائمة: 5438)

460- مفقود العقل اور پاگل آدمی سے پردہ کرنا

اجنبی عورت کے لیے اجنبی پاگل سے پردہ نہ کرنا اور اس سے خلوت کرنا

❶ صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [1827]

❷ صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [1833]

جائز نہیں ہے، لہٰذا پاگل آدمی سے دوسرے آدمیوں کی طرح پردہ کرنا واجب ہے۔
(اللجنة الدائمة: 19314)

461- عورت کا ایسے شخص سے پردہ کرنا جس پر وہ فی الوقت حرام ہے

وقتی حرمت والے محارم جیسے آدمی اپنی بیوی کی بہن (سالی) کے لیے، اجنبی مردوں کی طرح ہی ہیں، ان کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ (اللجنة الدائمة: 6497)

462- مسلمان عورت کا کافر عورت کے سامنے حجاب و پردہ

اس میں اہل علم کے دو قول ہیں اور ان میں سے راجح قول یہ ہے کہ مسلمان کا کافرہ سے پردہ واجب نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات اور دیگر صحابیات سے یہ منقول نہیں ہے کہ جب وہ مدینہ میں یہودیوں اور بت پرستوں کی عورتوں سے ملاقات کرتی تھیں تو ان سے پردہ کرتی تھیں، اگر ایسا ہوتا تو اس کے متعلق کچھ نہ کچھ تو ضرور بیان ہوتا۔ (اللجنة الدائمة: 3250)

چوتھی قسم

متفرق احکام

1. طب کے احکام۔
2. اختلاطِ مرد وزن۔
3. عورت اور حصول علم۔
4. عورت۔
5. تربیت اولاد۔
6. نیکی اور صلہ رحمی۔
7. خواب۔
8. حیوانات کے ساتھ حسن سلوک۔
9. تفریح نفس۔

طب کے احکام ومسائل

463- ان ادویات (کریموں وغیرہ) کا استعمال جو گندمی رنگ کی عورت کو گوری چٹی بنا دیں

اگر ان ادویات (کریموں) کا استعمال جلد کے رنگ کو دائمی طور پر تبدیل کر دے تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ گودنا گودنے (جلد کو سوئی وغیرہ سے گود کر اس پر نیل اور سرمہ وغیرہ چھڑکنا) کے مشابہ ہے جبکہ نبی ﷺ نے گودنا گودنے اور گدوانے والی دونوں پر لعنت کی ہے، اور اگر ان ادویات کو کسی عیب کے ازالے کے لیے استعمال کیا جائے، مثلاً جلد میں کوئی بدنما سیاہ رنگ کا تل ہو تو انسان اس کے ازالے کے لیے ادویات اور کریمیں استعمال کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان ادویات کو زینت اور حسن نکھارنے کے لیے استعمال کرنے اور عیب کے ازالے کے لیے استعمال کرنے میں فرق کو سمجھیں، نبی ﷺ نے اس صحابی کو، جس کی ناک کٹ گئی تھی، اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اس کی جگہ سونے کی ناک لگا لے تا کہ کٹنے سے جو عیب اور بدنمائی پیدا ہوئی ہے اس کا ازالہ کیا جا سکے، اور آپ ﷺ نے ''واشرہ'' اور ''مستوشرہ'' پر لعنت فرمائی ہے، اور ''واشرہ'' وہ عورت ہے جو کولر (Cooler) سے اپنے دانت ٹھنڈے کرے تا کہ ان کے درمیان فرق اور گیپ وغیرہ پیدا ہو جائے،

لیکن اگر بالفرض دانتوں کی صف اور قطار میں اس طرح ٹیڑھ ہو کہ کچھ باہر کو نکلے ہوں اور کچھ اندر کو مڑے ہوں اور اس کی وجہ سے دانت بدنما محسوس ہوں تو ایسی تدبیر اور علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر برابر کر دے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 1)

464- طبیب (ڈاکٹر) کا معائنہ گاہ میں مریضہ (اور نرس) کے ساتھ خلوت وتنہائی اختیار کرنے کا حکم

مریض (اور ڈسپنسر) یا طبیب (ڈاکٹر) کا مریضہ (اور نرس) کے ساتھ یا طبیبہ (لیڈی ڈاکٹر) کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا جائز نہیں ہے نہ طبی معائنہ گاہ میں اور نہ کہیں اور، کیونکہ اس خلوت سے فتنہ کھڑا ہونے کا خدشہ ہے مگر اس فتنہ سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں، لہٰذا واجب ہے کہ مردوں کا معائنہ مرد (ڈاکٹر اور ان کی اسسٹنٹز) کیا کریں اور عورتوں کا چیک اپ صرف عورتیں (لیڈی ڈاکٹرز اور نرسیں) ہی کیا کریں۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 431/9)

465- ڈاکٹر کے لیے عورتوں کا علاج کرنے کا حکم

جب عورت کو مسلمان لیڈی ڈاکٹر سے معائنہ چیک اپ اور علاج معالجہ کروانے کی سہولت میسر ہو تو مرد ڈاکٹر سے اس کا معائنہ اور علاج کروانا جائز نہیں ہے، خواہ وہ ڈاکٹر مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور اگر لیڈی ڈاکٹر کی سہولت میسر نہ ہو اور عورت کو علاج کی اشد ضرورت ہو تو جائز ہے کہ خاوند یا اس کے کسی اور محرم کی موجودگی میں مسلمان طبیب اس کا معائنہ کرے کیونکہ خاوند یا محرم

کی عدم موجوگی میں ڈاکٹر کے معائنہ کرنے میں فتنے کا ڈر ہے یا کسی ایسے وقوعے کا خدشہ ہے جس کا انجام قابل ستائش نہ ہوگا، اور اگر مسلمان مرد ڈاکٹر بھی میسر نہ ہوتو مذکورہ شرط کے ساتھ کافر ڈاکٹر وطبیب سے علاج کروانا جائز ہے۔
(اللجنة الدائمة: 3201)

466- عورت کا اپنے خاوند کے والد (سسر) کی تیمار داری و دیکھ بھال کرنے اور اس کی شرمگاہ کو دیکھنے کا حکم

جب مردوں میں سے کوئی اس کی دیکھ بھال اور خدمت کا کام بجا لانے والا میسر نہ ہوتو ضرورتاً اس کے بیٹے کی بیوی (بہو) کے لیے یہ کام سرانجام دینا جائز ہے، لیکن وہ اس کی صفائی کراتے وقت اس کی شرمگاہ پر کوئی ساتر کپڑا وغیرہ ڈال کر اس کے پیچھے سے دھو دیا کرے اور اپنے ہاتھ پر دستانہ یا لفافہ وغیرہ پہن لیا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن: 16]

''سو اللہ سے ڈرو جتنی تم طاقت رکھو۔''

اور (اس کی شرمگاہ دھونے کی بجائے) ٹیشو پیپرز کے ساتھ تین مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ صاف کرنا (پانی کے ساتھ) استنجے کے قائم مقام بن جائے گا بشرطیکہ ٹیشو پیپرز کے ساتھ محل نجاست سے پیشاب اور پاخانے کے اثرات زائل ہوجائیں۔ (اللجنة الدائمة: 20664)

467- غیر مسلم ڈاکٹر کے مسلمان عورتوں کا ڈلیوری کیس کرنے کا حکم

اس میں صرف حرج ہی نہیں بلکہ یہ حرام ہے کیونکہ اس میں وضع حمل کے

وقت اجنبی مردوں اور وہ بھی غیر مسلم مردوں کے مسلم عورتوں کی شرمگاہوں کو دیکھنے کی خرابی پائی جاتی ہے حالانکہ اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں کہ مرد ڈاکٹر حضرات عورتوں کا ڈلیوری کیس کیا کریں، جبکہ یہ ممکن ہے کہ اس زچگی کے عمل کے لیے عورتوں کی خدمات حاصل کی جائیں، اور مسلمان عورت کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کام کے لیے اپنے آپ کو غیر مسلم ڈاکٹروں کے سامنے پیش کرے، بلکہ وہ کوشش کرے کہ وہ علاج معالجے یا زچگی کے مسئلہ میں ایسے ہسپتال یا زچگی کے خاص سنٹرز کا استعمال کرے جہاں اس کا دین محفوظ ہو اور ایسی جگہوں اور ایسے حضرات کے پاس نہ جائے جہاں اس کی عزت و حرمت پامال ہونے کا خدشہ ہو۔ (اللجنة الدائمة: 2922)

468- ایک عورت کے جراثیم لے کر دوسری عورت میں داخل کرنا

ٹیسٹ ٹیوبز بی بی کے ذریعہ کسی عورت کے بیضے لے کر کسی دوسری عورت کے رحم میں داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بیضے جو ایک اجنبیہ عورت سے لیے جاتے ہیں یا اس سے خریدے جاتے ہیں ان کو اس کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں انجیکٹ کرنا اور داخل کرنا جائز نہیں ہے۔

(اللجنة الدائمة: 11939)

469- عورت کا اپنا رحم اپنی بیٹی کو عطیہ کرنا

ماں کے لیے اپنی بیٹی کو اپنا رحم عطیہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت سی شرعی قباحتیں اور قابل احتراز چیزیں ہیں (جن سے بچنا لازم ہے)۔

(اللجنة الدائمة: 21192)

اختلاط (مرد وزن)

470- نوجوان لڑکیوں کا لڑکوں کو بذریعہ انٹرنیٹ (اور موبائل وغیرہ) پیغام (SMS) بھیجنے کا حکم

اے سائلہ! تمھارے درمیان اور غیر محرم نوجوان کے درمیان خط و کتابت اور پیغامات کا تبادلہ (SMS) جس کو آپس کے تعارف اور (Understanding) کا حصہ سمجھا جاتا ہے، جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے فتنہ برپا ہوگا اور شر و فساد پھیلے گا۔
(اللجنة الدائمة: 8593)

471- عورت کا شادی یا ماتم یا عقیقہ وغیرہ کی ایسی محفلوں میں شرکت کرنا جہاں بدعات کا ارتکاب ہوتا ہو

اے سائلہ! تمھارے لیے ایسے اجتماع و محفل میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے، جہاں اس قسم کی منکرات اور خرابیوں کا ارتکاب کیا جا رہا ہو، لیکن اگر تم ان بدعات کا اچھے انداز میں وعظ و نصیحت کے ذریعہ ازالہ کرنے کی طاقت رکھتی ہو تو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی غرض سے تم وہاں جا سکتی ہو۔
(اللجنة الدائمة: 5666)

عورت اور طلب علم

472- عورتوں کا ریاضی اور علم کیمیا (وغیرہ) پڑھنا

عورت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسے مضامین میں تخصص (Specialization) کرے اور ان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ اس کے سامنے تعلیم کے کئی میدان ہیں جو اس کے شایان شان ہیں، جیسے دراسات اسلامیہ اور قواعد لغۃ عربیۃ۔ رہا کیمیا، ہندسہ، عمارات، فلکیات، جغرافیہ، سو ان مضامین میں تخصص کرنا اس کے لیے مناسب نہیں ہے، بہر حال عورت کو لائق اور مناسب یہ ہے کہ وہ ایسے مضامین کا چناؤ کرے جو اس کے لیے اور اس کے معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوں مثلاً وہ مضامین جن میں مرد حضرات پیش قدمی کر رہے ہیں حالانکہ وہ عورتوں کے ساتھ خاص ہیں جس طرح طب نسواں اور طب ولادت وغیرہ۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 40/24)

473- تعلیم دینے کی غرض سے طالبات کی پٹائی کرنا

اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا استاد، استانی اور والد میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ بچوں کی نگرانی کرے اور ان میں جو کوئی اس لائق ہے کہ اس کو ادب سکھایا جائے اور وہ اپنے فرائض میں کوتاہی کا مرتکب ہو تو وہ اس کو ادب

سکھانے کے لیے تادیبی کارروائی کرے تا کہ وہ اخلاق فاضلہ کو اختیار کر لے اور جو عمل صالح اس کو لائق ہے وہ اس کو بجا لانے لگے۔ اسی لیے نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مروا أولادكم بالصلاة لسبع، واضربوهم عليها لعشر، وفرقوا بينهم في المضاجع»[1]

''جب تمھارے بچے سات سال کے ہوجائیں تو ان کو ادائیگی نماز کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں (اور نماز ادا نہ کریں) تو ان کو اس (ترک نماز) پر سزا دو اور ان کے بستر الگ کر دو۔''

پس بچے مذکر ہوں یا مؤنث جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور نماز میں کوتاہی کے مرتکب ہوں تو ان کو ادب سکھانے کی غرض سے پٹائی کی جائے تا کہ وہ نماز کے پابند بن جائیں اور اسی طرح تعلیم، گھر کے کام کاج اور ان کے علاوہ دیگر کاموں میں وہ اپنے فرائض ادا کرنے لگیں، لہٰذا مذکر و مؤنث چھوٹے بچوں کے اولیاء اور نگران ان بچوں کے اخلاق سنوارنے کو اپنا فریضہ سمجھیں، لیکن اس سلسلہ میں بچوں کی پٹائی کرتے وقت ان کو ہلکی پھلکی پٹائی کریں جس میں زیادہ ضرر کا خطرہ نہ ہو اور اصل مقصود بھی حاصل ہو جائے۔

(ابن باز: مجموع الفتاویٰ والمقالات: 56/24)

---

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [495]

عورت کا دائرہ عمل

474- عورت کے عمل کے سلسلہ میں اسلام کا حکم

عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ بطور ٹیچر کے کام کرے یا کوئی دفتری کام کرے یا ان دونوں کاموں کے علاوہ کوئی بھی ملازمت اختیار کرے بشرطیکہ وہ احکام اسلام کی پابندی کرے اور اسلام کے آداب بجا لائے یعنی ایسا لباس زیب تن کرے جو اس کے ستر وغیرہ کو ڈھانپتے ہوئے پردے کا صحیح حق ادا کرے اور غیر محرم مردوں کے ساتھ خلوت نہ کرے یا ان کے ساتھ اختلاط نہ کرے۔ (اللجنة الدائمة: 3626)

475- عورت کا ہوائی جہازوں اور ہوٹلوں میں میزبان کی حیثیت سے کام کرنا

① امر واقع اس بات پر شاہد ہے کہ عورت کو ائیر لائنز میں بطور میزبان (ائیر ہوسٹس) کام کرنے کے لیے بغیر خاوند اور بغیر محرم کے سفر کرنا اس کے لیے ایک لازمی امر ہے جیسا کہ امر واقع اس پر شاہد ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہوتا رہتا ہے اور مرد حضرات کے جسم کے وہ حصے دیکھتے رہتے ہیں جن کو دیکھنا جائز نہیں ہے اور یہ چیزیں، جن کا وہ مذکورہ نوکری کے دوران مرتکب ہوتی ہے، حرام ہیں۔

(2) عورت کا ہوٹلوں میں کام کرنا فتنے کو ابھارنے والا عمل ہے، شکوک وشبہات کا سبب بننے والے اختلاط کو دعوت دینے والا ہے اور اجنبی مردوں کو اس کے ساتھ خلوت وتنہائی کا موقع فراہم کرنے والا ہے، بہر حال اس سے بگاڑ پھیلتا ہے اور معاشرے میں فساد برپا ہوتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 8259)

476- کوافرات (بیوٹی پارلرز وغیرہ) میں ملازمت کرنا اور اس کی کمائی کھانا

کوافرات (بیوٹی پارلرز وغیر) میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ان کی کمائی کھانا جائز ہے کیونکہ اس کام میں فتنہ ہے اور کافروں کے عادات و اطوار کو رواج ملتا ہے، اور اس لیے بھی کہ یہ عورت کو بے حیا بناتے ہیں اور ان کوافرات (بیوٹی پارلرز وغیرہ) میں کچھ مرد بھی کام کرتے ہیں اور عورتوں کے ستر دیکھتے رہتے ہیں اور ان پارلرز کو فساد برپا کرنے اور بے حیائی کے کاموں کو پھیلانے کے لیے آلہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کے حکمرانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے ملکوں میں ان پارلرز پر پابندی عائد کردیں۔
(الفوزان: المنتقیٰ: 456)

بچوں کی تربیت

477- بچوں کے ساتھ سلوک اور معاملہ کرنے میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ

نبی ﷺ نے چھوٹے بچوں کے ساتھ جو سلوک اور معاملہ کیا ہے وہ سراسر شفقت، رحمت، نرمی اور ان کے حالات کی حفاظت ونگرانی پر مشتمل تھا، ہم اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں اور وہ ہے حسن رضی اللہ عنہ کا وہ قصہ جس میں ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب آپ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے سجدے میں گئے ہوئے تھے تو حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پشت پر چڑھ بیٹھے، پس نبی ﷺ نے سجدہ لمبا کر دیا اور نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا:

«إن ابني ارتحلني وإني أحببت أن يقضي نهمته من ذلك»[1]

''بلاشبہ میرا بیٹا (یعنی نواسہ حسن رضی اللہ عنہ) مجھ پر سوار ہوگیا تھا اور میں نے چاہا کہ وہ اپنی خواہش پوری کر لے۔''

دوسری مثال: آپ ﷺ اپنی نواسی امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو اٹھائے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے اور جب سجدے میں جاتے تو اسے زمین پر بٹھا دیتے۔[2]

---

[1] **صحيح**. سنن النسائي، رقم الحديث [1141]

[2] **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [917]

تیسری مثال: نبی ﷺ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنے لمبے کپڑوں میں گرتے پڑتے آ رہے تھے تو نبی ﷺ منبر سے نیچے اترے اور ان دونوں کو اٹھا لیا اور فرمانے لگے:

"صدق الله: ﴿اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾."❶

مذکورہ آیت میں فتنے سے مراد امتحان ہے۔

نیز اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک بچے کو بوسہ دے رہے ہیں تو اقرع رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یقیناً میرے دس بچے ہیں میں نے تو کبھی ان کو بوسہ نہیں دیا یا انھوں نے اسی سے ملتی جلتی کوئی بات کہی۔

تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«من لا يرحم لا يرحم»❷

"جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

« الراحمون يرحمهم الرحمن ـقال:ـ ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء»❸

"(اللہ رب) رحمٰن رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے، نیز آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان (مخلوقات) پر رحم کرو جو زمین پر ہیں تم پر وہ (اللہ) رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔"

اور بعض لوگ جو چھوٹے بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ بڑا سخت برتاؤ

❶ صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [1109] سنن النسائي، رقم الحديث [1413] سنن ابن ماجه، رقم الحديث [3600]

❷ صحيح البخاري، رقم الحديث [5997] صحيح مسلم [2318/65]

❸ صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [4941] سنن الترمذي، برقم [1924]

کرتے ہیں اور ان سے سخت دلی کے ساتھ پیش آتے ہیں، جب بچے ان کے پاس کسی مجلس میں آتے ہیں تو یہ ان کو ڈانٹ کر کہتے ہیں یہاں سے چلا جاؤ اور بعض اوقات ان میں کوئی شخص یوں گھبرایا ہوا اٹھتا ہے، جیسے اس کو زہریلی چیز نے ڈس لیا ہو، اور ان بچوں کو اٹھا کر مجلس سے دور چھوڑ آتا ہے تو یہ رویہ بڑا سخت دلی والا رویہ ہے جو بالکل مناسب نہیں ہے۔ اور اگر وہ کہے میں بچوں کو اس لیے ڈانٹ کر دور بھیج دیتا ہے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ وہ شور وغل، ہنگامہ آرائی اور اس طرح کی دیگر شرارتیں کریں گے، تو ہم جواب دیں گے: ایسا ہونے تک انتظار کرو اور بسا اوقات بعض حاضرین مجلس بچوں کی یہ ننھی ننھی شرارتیں دیکھنا اور ان کی چیخ و پکار کو سننا پسند کرتے ہیں، بہرحال اہمیت کی حامل یہ چیز ہے کہ بچوں کے متعلق نبی ﷺ کا برتاؤ اور رویہ انتہائی شفقت، رحمدلی اور نرمی والا رویہ اور برتاؤ تھا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ. (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 14)

478- ماں کا اپنے یتیم بیٹے کی تربیت کی غرض سے پٹائی کرنا

جب تم اپنے یتیم بیٹے کی تربیت کی غرض سے پٹائی کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اس بیٹے کے ساتھ احسان و نیکی ہے اور یہ ان اعمال سے ہے جن پر تمھیں اجر وثواب دیا جائے گا۔ نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

«مروا أبناء كم بالصلاة لسبع واضربوهم عليها لعشر»[1]

''تمھارے بیٹے جب سات سال کے ہوجائیں تو ان کو نماز ادا کرنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہوجائیں (اور نماز ادا نہ کریں) تو ان کو (عدم ادائیگی نماز پر) سزا دو۔''

---

[1] مسند أحمد [187/2]

اور آپ ﷺ کا یہ حکم یتیم اور غیر یتیم سب بچوں کے لیے عام ہے۔
(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 15)

479- بچے کی پٹائی اور اس کی نفسیات پر اس کا اثر

جب بچہ پٹائی کے ذریعہ ہی ادب سیکھے تو اس کے بغیر چارہ نہ دیکھتے ہوئے اس کی پٹائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور لوگوں کی عام روش یہی ہے۔ اور جب بچہ مار پیٹ سے نہ مانتا ہو مثلاً گود میں پڑا بچہ چیخنے اور رونے لگتا ہے تو اس کی ماں اس کو مارتی ہے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تو بلا فائدہ بچے کو تکلیف دینے والا عمل ہے۔ اس سارے معاملے کا دارو مدار اس بات پر ہے کہ کیا تمھاری اس مار کٹائی سے بچہ سدھرتا ہے یا نہیں سدھرتا؟ جب وہ مار پٹائی سے ہی مانتا ہو تو پھر بھی اس کو شدت سے زدوکوب نہ کیا جائے۔ اور اسی طرح مثال کے طور پر اس کو چہرے پر نہ مارا جائے اور نہ ہی ایسی جگہوں پر مارا جائے جس سے اس کی موت واقع ہوجائے بلکہ اس کو صرف اس کی پشت پر یا کندھے پر یا اس طرح کے دیگر ایسے اعضاء پر مارا جائے جن پر مارنا اس کی موت اور ہلاکت کا سبب نہ بنے۔ اور چہرے پر مارنا خطرناک ہے کیونکہ انسان کا چہرہ اس کے لیے بڑی عزت کا مقام ہے اور جب انسان کے چہرے پر مارا جائے تو وہ اپنی پیٹھ پر مارے جانے سے زیادہ ذلت اور بے عزتی محسوس کرے گا اور اسی لیے (شریعت کی طرف سے) چہرے پر مارنے سے منع کیا گیا ہے۔
(ابن عثیمین: نورعلی الدرب: 15)

نیکی اور صلہ رحمی

480- مسلمان کی اپنے زندہ والدین کے ساتھ سب سے افضل نیکی اور سلوک

انسان اپنے والدین کے زندہ ہوتے ہوئے سب سے افضل جو سلوک کر سکتا ہے وہ وہ نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ جل وعلا کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾
[الإسراء: 23]

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

اور آیت میں مذکور احسان کی مختلف شکلیں ہیں، کبھی تو احسان قول کے ساتھ ہوتا ہے، کبھی عمل کے ساتھ اور کبھی مال کے ساتھ، بہر حال قابل توجہ امر یہ ہے کہ حالات کے تقاضے کے مطابق جو چیز بھی احسان کا درجہ رکھتی ہے اور احسان شمار ہوتی ہے تم اپنے والدین کے ساتھ وہ احسان کرو۔
(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 6)

481- میں اپنے والدین کی وفات کے بعد کن اعمال کے ذریعہ ان سے نیکی کروں؟

ان کی طرف سے صدقہ کرو، ان کے لیے استغفار کرو، ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور ان کے دوستوں کی عزت و احترام کرو۔ یہ وہ سب اعمال ہیں جن کے ذریعہ کسی کی موت کے بعد اس سے نیکی کی جاتی ہے، لیکن ان تمام چیزوں میں سے دعا اور استغفار سب سے افضل ہیں، لہٰذا اے میرے مسلمان بھائی (اور میری مسلمان بہن!) اپنے فوت شدگان کے حق میں دعا کرنے کو لازم پکڑو اور اپنے لیے نیک اعمال بجا لاؤ کیونکہ تم اعمال صالحہ کے محتاج ہو اور عنقریب وہ دن آرہا ہے جس میں تم خواہش کرو گے کہ کاش تمھارے نیکیوں کے کھاتے میں ایک ہی نیکی اور ہو۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 6)

482- اپنے والدین اور اپنی اولاد کے والدین پر لعن طعن کرنے والی عورت کا حکم

نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« إن من الكبائر أن يلعن الرجل والديه »

''بلاشبہ آدمی کا اپنے والدین کو لعن طعن کرنا کبیرہ گناہوں سے ہے۔''

پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! آدمی اپنے والدین پر لعنت کیسے کر لیتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

« يسب الرجل أبا الرجل فيسب أباه ويسب أمه »[1]

---

[1] صحيح. سنن أبي داود، رقم الحديث [5141]

''آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ شخص (جواب میں) اس (گالی دینے والے) کے باپ اور ماں کو گالی دیتا ہے۔''

پس جب وہ شخص جو لوگوں کے اپنے والدین کو لعن طعن کرنے کا سبب بنتا ہے اس شخص کا یہ حال ہے (کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب شمار ہوتا ہے) تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو بذات خود اپنے والدین پر لعن طعن کرتا ہے؟ یا وہ جو خود اپنے آپ پر لعنت کرتا ہے، جیسے یہ مذکورہ عورت جو اپنی اولاد کے والدین پر لعنت کرتی ہے اس کا کیا حال ہوگا؟ یقیناً وہ (اپنے والدین کو یا اپنے آپ کو گالیاں دینے والے شخص سے) زیادہ گناہگار اور اللہ کے غضب اور لعنت کا مستحق ہوگا۔ اور کس قدر لائق ہے کہ اس کی لعنت خود اسی پر لوٹ جائے۔ اس پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«لعن اللّٰه من ذبح لغير اللّٰه، ولعن اللّٰه من آوى محدثا، ولعن اللّٰه من لعن والديه، ولعن اللّٰه من غير منار الأرض» ❶

''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے اور اللہ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو بدعتی کو پناہ دے اور اللہ نے لعنت کی ہے اس شخص پر جو اپنے والدین پر لعنت کرے اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر بھی لعنت فرمائی ہے جو زمین کی حدیں تبدیل کرے۔''

اور جو روایت ام درداء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں وہ کہتی ہیں کہ میں نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ صحیح مسلم، رقم الحدیث [1978/43]

«إن العبد إذا لعن شيئا صعدت اللعنة إلى السماء فتغلق أبواب السماء دونها ثم تهبط إلى الأرض فتغلق أبوابها دونها ثم تأخذ يمينا وشمالا فإن لم تجد مساغا رجعت إلى الذي لعن فإن كان لذلك أهلا وإلا رجعت إلى قائلها»[1]

''بلاشبہ جب بندہ کسی چیز (یا شخص) پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے مگر اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے دروازے بھی اس پر بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ دائیں اور بائیں گھومتی ہے، پس اگر اسے کوئی راہ نہ ملے تو وہ اس (چیز یا شخص) کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہوتی ہے، پھر اگر تو وہ اس لعنت کا اہل اور مستحق ہو تو اس پر ہوتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے پر آ پڑتی ہے۔''

پس ثابت ہوا کہ لعن طعن کرنا حرام ہے اور کبیرہ گناہوں سے ہے، لہٰذا مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ گالیاں دے، لعن طعن کرے اور فحش گوئی کرے۔ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذيء»[2]

''مومن طعن کرنے والا، لعنت کرنے والا، فحش گوئی اور بدگوئی کرنے والا نہیں ہوتا۔''

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن غریب

[1] **حسن**. سنن أبي داود، رقم الحديث [4906]

[2] **صحيح**. سنن الترمذي، رقم الحديث [1977]

کہا ہے۔ گالی گلوچ، لعن طعن اور فحش گوئی مومن کا اخلاق نہیں، اس پر ایک روایت وہ بھی دلالت کرتی ہے جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گالی دینے والے، فحش گوئی کرنے والے اور لعنت کرنے والے نہیں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے کسی کو ڈانٹنا ہوتا تو اس کے متعلق کہتے:

« ماله ترب جبينه؟ »[1] ''اسے کیا ہے، اس کی پیشانی خاک آلود ہو؟''

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

(اللجنة الدائمة: 19350)

483- رشتہ داری کی حدود جن سے صلہ رحمی کرنا واجب ہے

رشتہ داریاں جن سے صلہ رحمی کرنا واجب ہے وہ وہ قریبی رشتہ داریاں ہیں جو ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے، پس چچے اور ماموں تمام کے تمام اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ انسان ان سے صلہ رحمی کرے۔ لیکن صلہ رحمی کرنے والی عورت اگر ان مردوں کی محرم نہیں ہے جن کے ساتھ اسے صلہ رحمی کرنا ہے تو اس کے لیے ان کے پاس جا کر مصافحہ کرتے ہوئے سلام کرنا اور ان کے سامنے چہرہ کھولنا حلال نہیں ہے کیونکہ اس پر حرام ہے کہ وہ غیر محرم رشتہ داروں کے سامنے چہرہ ننگا کرے اور ان سے مصافحہ کرے، لیکن وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کا یوں حق ادا کرے کہ ان مردوں کی خواتین خانہ سے ان کے حال احوال دریافت کر لے کہ تم کیسے ہو؟ تمھارے مرد کیسے ہیں؟ تمھاری عورتیں کیسی ہے؟ تمھارے بچوں کا کیا حال ہے؟ اور اس قسم کے کلمات کے ساتھ ان کا حال دریافت کر کے صلہ رحمی کا مظاہرہ کر لے۔ رہے وہ افراد جو اس حال میں فوت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6031]

ہو چکے ہیں کہ یہ عورت ان سے صلہ رحمی نہ کر سکی تو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے اپنی اس قطع رحمی پر توبہ کرے جس کی وہ مرتکب ہوئی ہے اور ان فوت شدہ افراد کے حق میں اللہ سے بخشش طلب کرے کیونکہ ان فوت شدگان کے ساتھ یہی صلہ رحمی ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 18)

484- رشتہ داروں کے ترک نماز پر ان سے قطع رحمی کرنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ یقیناً اہل وعیال اور رشتہ دار چاہے کافر ہی کیوں نہ ہوں ان کا انسان پر حق ہے کہ وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا ﴾ [لقمان: 15,14]

”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ۔“

لیکن سوال میں مذکورہ اہل وعیال اور رشتہ دار جو نماز ادا نہیں کرتے ان کو اسلام سے مرتد شمار کیا جائے گا کیونکہ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا وہ کافر ہے،

جیسا کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید، اس کے رسول ﷺ کی سنت و حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں، بلکہ بعض علماء نے تارک نماز کے کافر ہونے پر اجماع ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ پس جب مذکورہ رشتہ دار تارک نماز ہیں تو وہ اسلام سے مرتد شمار ہوں گے اور انسان کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ ان سے میل جول رکھے، ہاں صرف ان کی خیر خواہی کرنے کے لیے ان سے میل ملاپ رکھا جا سکتا ہے۔

وہ اس طرح کہ وہ ان کے پاس جائے، ان کو نصیحت کرے اور ان پر اس ارتداد کے نتیجہ میں دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی ان پر واضح کرے، ہو سکتا ہے کہ وہ ترک نماز سے باز آ جائیں اور اگر وہ ترک نماز پر مصر رہیں تو پھر ان سے صلہ رحمی کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑنا اور ان سے قطع رحمی کرنا واجب ہے۔ لیکن میں اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ترک نماز کے مرتکب ان لوگوں کو اور اس طرح کے دوسرے لوگ جو اس بڑی آزمائش میں مبتلا ہیں، ان کو اسلام کی طرف پلٹ آنے کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ وہ نماز وغیرہ جیسے اعمال، جو اللہ نے ان پر واجب کیے ہیں، کی ادائیگی کرنے لگیں۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 17)

485- کسی شخص کا اپنے سسرالیوں کے ازدواجی زندگی میں بگاڑ و فساد پیدا کرنے کی وجہ سے قطع تعلقی کرنا

تمھارے لیے جائز ہے کہ تم ان سے قطع تعلقی کر لو اور ان کی زیارت نہ کرو جبکہ تمھارے ان کی زیارت کرنے کی وجہ سے تم پر کوئی بگاڑ پیدا ہوتا ہو یا تمھاری بیوی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہو تو تمھیں اجازت ہے کہ تم ان سے میل ملاپ

سے رک جاؤ، نیز تم اپنی بیوی کو ان سے میل جول رکھنے سے منع کر سکتے ہو۔ میں ان لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں جو میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور میں ان سے کہتا ہوں کہ ان کا یہ عمل العیاذ باللہ جادوگروں کا سا عمل ہے، پس ان پر واجب ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان معاملات میں بگاڑ پیدا کرنے سے باز آ جائیں۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 15)

486- عورت اور ساس کا جھگڑا

سوال ایک عورت اپنی ساس کے ساتھ سختی سے پیش آتی ہے اور اس سے پیچیدگیاں پیدا کرتی ہے تا کہ اس کا خاوند تنگ آ کر اس کو اپنی ماں سے کہیں دور لے جائے۔

جواب یہ ایک حرام کام ہے اور العیاذ باللہ یہ تو لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کے لیے چغلی کھانا ہے جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« لا يدخل الجنة قتات »[1]

”(لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کے لیے) چغلی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

ایک دن نبی ﷺ دو ایسی قبروں کے پاس سے گزرے جن میں دفن مردوں کو عذاب ہو رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

« إنهما ليعذبان وما يعذبان في كبير أما أحدهما فكان لا يستبرئ من البول وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة »[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6056] صحيح مسلم [105/169]

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث [215]

''بلاشبہ ان دو قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ یقیناً چغلی کھانا عذاب قبر کے اسباب میں سے ہے، العیاذ باللہ۔ لہٰذا مذکورہ عورت پر لازم ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور اپنے خاوند اور اس کی والدہ یا شوہر اور اس کے باپ کے درمیان جدائی پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے اور ان کے درمیان جدائی پیدا کرنے کے لیے حرام گفتگو کے ذریعہ پیچیدگیاں پیدا نہ کرے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 8)

خوابوں کا بیان

487- ''حلم'' (خواب) اور ''رؤیا'' (سپنا) میں فرق

''حلم'' اور رؤیا میں فرق کچھ یوں ہے کہ ''حلم'' شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور یہ دو طرح کا ہوتا ہے:

پہلا اس چیز کے متعلق جس کو انسان ناپسند کرتا ہے، پس یقیناً شیطان سونے والے کے لیے ایسی چیز کا روپ دھارتا ہے جس کو وہ ناپسند کرتا ہوتا ہے تا کہ وہ اس کو غمگین اور پریشان کرے۔

اور دوسرا وہ جس کی کوئی اساس اور بنیاد نہیں ہوتی بلکہ اس کی کوئی صحت اور حیثیت نہیں ہوتی۔ اسی قسم کے خواب سے تعلق رکھنے والا وہ واقعہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کو بتایا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس کا سر کٹ گیا ہے اور وہ کٹ کر بھاگ نکلا ہے اور وہ اپنے سر کے پیچھے سرپٹ دوڑ رہا ہے تو نبی ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

«لا تحدث الناس بتلاعب الشيطان بك في منامك»[1]

''جب شیطان تمھارے خواب میں تم سے (پراگندہ خیالات کے ذریعہ) کھیلے تو یہ خواب لوگوں کو مت سناؤ۔''

پس یہ ہے ''حلم'' (یعنی پراگندہ خواب) اور ''حلم'' شیطان کی طرف

---

[1] صحیح مسلم [2268/15]

سے ہوتا ہے اور اس کا دارومدار دو چیزوں پر ہے یا تو یہ انسان کے لیے کوئی ناپسندیدہ چیز ہوتا ہے یا کوئی بے اصل، غیر معقول اور بے بنیاد چیز ہوتی ہے۔ رہا ''رؤیا'' تو وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتا ہے اور ''رؤیا'' راسخ اور سیدھا ہوتا ہے، وہ عام خوابوں کی پریشان و پراگندہ باتوں کی طرح نہیں ہوتا۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5)

488- کسی خواب کا بار بار آنا اس کے سچا ہونے کی دلیل نہیں ہے

جب انسان کو ایک خاص چیز کے متعلق بار بار بہت زیادہ خواب آئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سچا خواب ہے لیکن میں سائل کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خواب میں دکھائی دینے والی پریشان کن اور ناپسندیدہ چیز کی طرف توجہ نہ دے، بلکہ جب کوئی شخص اپنے خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو وہ وہی کچھ کرے جس کا اسے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے تو اس کے بعد اس کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندہ اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکے اور پھر پڑھے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَمِنْ شَرِّ مَا رَأَيْتَ»[1]

''اے اللہ! میں شیطان کے شر سے اور جو کچھ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

اور اس کے بعد دوسری جانب اپنی کروٹ بدل لے اور کسی کو یہ خواب نہ سنائے۔

جب وہ نبی ﷺ کی مذکورہ ہدایات پر عمل کرے گا تو یہ ناپسندیدہ خواب جس نے اس کو پریشان کیا ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا، رسول اللہ ﷺ سے ایسے ہی مروی ہے تو اس طرح انسان ان بہت سی دکھائی دینے والی چیزوں

---

[1] صحیح مسلم [2261/4]

سے پرسکون ہوجاتا ہے جو شیطان اس کو افسردہ اور غمزدہ کرنے کے لیے اس کے خواب میں پیش کرتا ہے کیونکہ شیطان تو انسان کا دشمن ہے وہ چاہتا ہے کہ انسان کو غمگین کرے اور اس کے سکھ چین کو دکھ درد سے بدل ڈالے، کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں پڑھتے:

﴿ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [المجادلة: 10]

''یہ سرگوشی تو شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر انھیں ہرگز کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں۔''

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 5)

489- میں بے چین اور خوفزدہ کر دینے والے خواب دیکھتی ہوں

(اے میری بہن!) تم سوتے وقت آیت الکرسی پڑھا کرو۔ آیت الکرسی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو کہتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ [البقرة: 255]

''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اسے کچھ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ کوئی نیند، اسی کا

ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے، جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سمائے ہوئے ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔''

یہ آیت، آیت الکرسی ہے جو تیسرے پارے کے آغاز میں ہے۔ (اس کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے:

« من قرأها في ليلة لم يزل عليه من الله حافظ، ولا يقربه شيطان حتى يصبح »[1]

''جس شخص نے رات کو اس (آیت الکرسی) کی تلاوت کی اس پر اللہ کی طرف سے ایک نگران اور محافظ مقرر ہو جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔''

(اے سائلہ) اسی طرح تم سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور سورۃ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور سورۃ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھا کرو۔ یہ بے چین اور خوفزدہ کرنے والے خواب جو تم دیکھا کرتی ہو ان کا علاج وہ ہے جس کی طرف نبی ﷺ نے راہنمائی کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ تم شیطان کے شر سے اور ہر اس چیز کے شر سے، جو تم خواب میں دیکھو، اللہ کی پناہ مانگو، اور یہ خواب کسی کو نہ بتاؤ یہ تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔ پھر ان خوابوں کے دوران اگر تم نیند سے بیدار ہو جاؤ تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکو اور شیطان کے شر سے اور اس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [2311]

کے شر سے، جو تم نے خواب میں دیکھا، اللہ کی پناہ طلب کرو، پھر اپنی کروٹ بدل لو، اگر تم دائیں کروٹ لیٹی ہوئی ہو تو بائیں کروٹ پر ہو جاؤ اور اگر بائیں کروٹ لیٹی ہوئی ہو تو دائیں کروٹ ہو جاؤ۔

اور اسی طرح ان ناپسندیدہ خوابوں سے بچنے کے اسباب میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں: (اس طرح کے خواب آنے کے بعد) تم اٹھ جاؤ اور اللہ کا ذکر کرو (یعنی بیداری کی مسنون دعائیں پڑھو) اور وضو کر کے جتنی اللہ کو منظور ہو نماز ادا کرو۔ یہ تمام وہ اسباب و ذرائع ہیں جو اس طرح کے خوابوں کی روک تھام کر دیں گے۔ پھر جو شخص ایسا خواب دیکھا کرتا ہے جو اس کو ناپسند ہوتا ہے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ شیطان کے شر سے اور اس کے شر سے، جو اس نے خواب میں دیکھا، اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی کو یہ خواب نہ سنائے اور دل اور سوچ کو اس خواب سے ہٹانے کی کوشش کرے اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے تو یہ خواب اس کو کچھ نقصان نہ دے گا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے اس سے آگاہ کیا ہے۔ (ابن عثیمین: نور علی الدرب: 16)

490- نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا

نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا برحق ہے، کیونکہ شیطان آپ ﷺ کا روپ نہیں دھار سکتا، لیکن تم پر واجب ہے کہ تم خواب میں دیکھے ہوئے اوصاف کو احادیث میں مذکورہ نبی ﷺ کے اوصاف اور حلیے پر پرکھو، پس اگر وہ اوصاف نبی ﷺ کے حلیے اور اوصاف کے مطابق ہوں تو یہ سچا خواب ہے (اس نے آپ ﷺ کو ہی دیکھا ہے) اور اگر خواب میں دیکھے ہوئے اوصاف آپ ﷺ کے حلیے اور اوصاف کے مخالف ہوں تو بلاشبہ اس نے جس کو خواب میں دیکھا

ہے وہ نبی ﷺ نہیں ہیں اور اس مسئلہ میں اکثر لوگ مبتلا ہیں ہوتا یہ ہے کہ وہ خواب میں ایک خیال سا دیکھتے ہیں اور وہ اس کے متعلق یہ اعتقاد بنا لیتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ ہیں، یا انھیں کہا جاتا ہے کہ وہ نبی ﷺ ہیں، پھر جب وہ اپنا دیکھا ہوا خواب بیان کرتے ہیں تو وہ اوصاف، جو انھوں نے دیکھے ہوتے ہیں، نبی ﷺ کے اوصاف کے خلاف نکلتے ہیں جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اس نے جو خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے، بہر حال ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کیا خواب دیکھنے والے کے دیکھے ہوئے اوصاف نبی ﷺ کے اوصاف اور حلیے کے مطابق ہیں۔ پس اگر وہ آپ ﷺ کے حلیے کے مطابق نہ ہوں تو بلاشبہ اس نے خواب میں جس کو دیکھا وہ نبی ﷺ نہیں ہے۔

(ابن عثیمین: نور علی الدرب: 21)

491- ایک عورت کا خواب

سوال ایک عورت اپنی نماز کی محافظت کرتی ہے لیکن وہ اپنی خواب میں دیکھتی ہے کہ یقیناً اس نے نماز عشاء نہیں پڑھی، پس وہ اس خواب سے گھبرائی ہوئی خوفزدہ ہوکر اٹھ جاتی ہے۔

جواب یہ اور اس جیسے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں (لہٰذا اے میری بہن!) تم اس طرح کی خوابوں کی پریشان باتوں کی طرف توجہ نہ دو اور سوتے وقت ایک مرتبہ آیۃ الکرسی کی تلاوت اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد) اور معوذتین (سورۃ فلق اور ناس) کی پابندی سے تلاوت کرو، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمھارا وہ وہم، کہ تم نماز پڑھ کر سوتی ہو اور خواب میں دیکھتی ہو کہ تم نے عشاء کی نماز ادا نہیں کی، دور کر دے گا، نیز جب تم اس قسم کا مکروہ و

ناپسندیدہ خواب دیکھو تو بیدار ہونے پر اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکو اور تین مرتبہ شیطان کے شر سے اور اس کے شر سے جو تم نے خواب میں دیکھا اللہ کی پناہ طلب کرو اور پھر اپنا پہلو بدل لو اور کسی کو اپنا خواب نہ سناؤ، یہ خواب تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔سو اس طرح کے خوابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ طریقہ کار اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔(اللجنة الدائمة: 18252)

حیوانات کے ساتھ نرمی کا برتاؤ

492- پرندے پالنے کا حکم

پرندے پالنا اور رکھنا جائز ہے بشرطیکہ ان کے لیے تمام ضروریات جیسے پانی، غذا اور ان کے مناسب حال رہائش وغیرہ فراہم کی جائے۔ اول دور سے ہی مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے اور ان کے اس عمل پر کوئی قدغن نہیں لگائی گئی، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسن اخلاق والے تھے، چنانچہ میرا ایک بھائی تھا جس کا نام ابوعمیر تھا، کہتے ہیں: میں اس کے متعلق گمان کرتا ہوں کہ اس کا دودھ چھڑا دیا گیا تھا اور جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھتے:

«یا أبا عمیر ما فعل النغیر»[1]

"اے ابوعمیر! تمھاری چڑیا کا کیا بنا؟"

نغیر کا مطلب ہے چڑیا، چنانچہ ابوعمیر کے پاس یہ چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے۔ (ثابت ہوا کہ پرندے پالنا اور رکھنا جائز ہے)

(اللجنة الدائمة: 4552)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث [6129] صحيح مسلم، برقم [1692]

493- ایک عورت جو ایک حیوان کے قتل کا سبب بنی

قتل حیوان کا سبب بننے والی عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے اس حیوان کو باندھنے اور اس کو قتل کرنے والے عمل سے توبہ و استغفار کرے، اور اگر وہ حیوان کسی شخص کی ملکیت میں تھا تو اس کی قیمت بھی ادا کرے۔

(اللجنة الدائمة: 13129)

494- کیڑے مکوڑوں کو الیکٹرانک کیڑے مار مشین (Electronic Insect Killer) کے ذریعہ ہلاک کرنا

جب یہ کیڑے مکوڑے بالفعل تکلیف دہ ہوں اور سوائے الیکٹرانک کیڑے مار مشین (Electronic Insect Killer) وغیرہ کے ان سے چھٹکارے کی کوئی راہ بھی نہ ہو تو ان کو اس کے ذریعہ قتل کرنا جائز ہے اور ان کے قتل کا حکم اس حکم سے مستثنیٰ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اگر کسی کو قتل کرنے کی ضرورت پڑے تو احسن انداز میں اسے قتل کیا جائے کیونکہ آپ ﷺ کا عمومی ارشاد ہے:

« خمس من الدواب كلهن فاسق يقتلن في الحل والحرم، الغراب والحدأة والعقرب والفأرة والكلب العقور»[1]

''پانچ قسم کے جانور موذی (اور شرارتی) ہیں جن کو حل اور حرم ہر کہیں مارا جائے: کوا، چیل، بچھو، چوہیا اور باؤلا کتا۔''

نیز آپ ﷺ نے مکھی پانی میں ڈبونے کا حکم دیا ہے اور اس میں اس کا قتل ہی تو ہوتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 5167)

[1] صحیح مسلم [1198/67]

495- موذی جانوروں کو قتل کرنے والے پر کوئی کفارہ نہیں ہے

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے واسطے سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خمس من الدواب ليس على المحرم في قتلهن جناح: الغراب والحدأة والعقرب والفأرة والكلب العقور» ❶

''پانچ جانور ایسے ہیں کہ محرم پر (بھی) ان کو قتل کرنے کا کوئی گناہ نہیں ہے، کوا، چیل، بچھو، چوہا، اور کاٹنے والا باؤلا کتا۔''

اور ایک روایت میں ہے:

«خمس لا جناح على من قتلهن في الحرم والإحرام» ❷

''پانچ (جانور) ایسے ہیں کہ ان کو حرم کے علاقہ اور احرام کے دوران قتل کرنے والے پر (بھی) کوئی گناہ نہیں ہے۔''

نیز سنن ابی داود اور سنن نسائی میں یہ حدیث ہے:

«خمس لا جناح في قتلهن على من قتلهن في الحل والحرم» ❸

''پانچ (جانور) ایسے ہیں کہ ان کے قتل کرنے والے پر حل اور حرم میں (بھی) ان کے قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔''

لہٰذا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مذکورہ موذی جانوروں کو قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، خواہ ان کو حل میں قتل کیا جائے یا حرم میں اور خواہ ان کو مارنے والا محرم ہو یا غیر محرم کیونکہ مذکورہ جانور طبعی طور پر موذی جانور ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 12483)

---

❶ صحيح مسلم [1199/77]

❷ صحيح مسلم [1199/72]

❸ **صحيح**. سنن أبي داود، رقم الحديث [1846]

تفریح نفس کے احکام

496- دینی نعتیں سننے کا حکم

تمھارے لیے دینی نعتیں سننا جائز ہے، بشرطیکہ ان میں کسی شخص کے متعلق غلو اور مبالغہ آمیزی نہ کی گئی ہو اور ان میں دروغ گوئی اور کذب بیانی سے بچا گیا ہو، نیز وہ شرک کی آمیزش سے محفوظ ہوں۔

(اللجنة الدائمة: 8593)

497- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ گانے سننا

یہ جو ہم ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ گانے سنا کرتے ہیں یہ حرام ہے کیونکہ یہ لغو اور بیہودگی کا حصہ ہے، اور ان میں سے اکثر گانے جنسی خواہش کو ابھارتے ہیں اور عشق و ہلاکت خیز محبت کے اسباب کو تحریک دیتے ہیں اور انجام کار اخلاق بگاڑتے ہیں، دل کو مردہ کر دیتے ہیں اور ترقی کی منازل طے کرنے کے لیے جن کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ان میں اس کو کوتاہی کا مرتکب بناتے ہیں، اور کس قدر جلدی سے ماحول اور اس کے علاوہ دیگر اسلامی مراکز میں فساد و بگاڑ پھیلانے کا سبب بنتے ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 3258)

498- آلات لہو ولعب (موسیقی) رکھنا

موسیقی کے آلات جیسے ڈھول وغیرہ رکھنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی ایسی

گانوں کی ریکارڈنگ والی کیسٹیں رکھنی جائز ہیں جو گانے سننے والے لوگوں کو مدہوش کر دیتی ہیں اور نہ ہی ان آلات لہو ولعب اور موسیقی کی خرید وفروخت جائز ہے کیونکہ اس سے گناہ اور زیادتی والے کاموں کی اعانت و مدد ہوتی ہے، اور نہ ہی ان آلات موسیقی کو بیچ کر ان کی کمائی کھانا جائز ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو حرام کرتے ہیں تو اس کی کمائی کو بھی حرام قرار دیتے ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کی خبر دی گئی ہے، لہٰذا لازم و واجب ہے کہ ایسے آلات کو ضائع کر دیا جائے اور ان سے چھٹکارا حاصل کیا جائے، نیز اس طرح کے آلات موسیقی کو شادی وغیرہ کی تقاریب میں بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے منکر کا اظہار ہوتا ہے۔ (اللجنة الدائمة: 21404)

499- عورت کا موسیقی پر رقص و ڈانس کرنا

موسیقی کی آواز پر (اور اس کے بغیر) ناچنا اور رقص کرنا حرام ہے۔
(اللجنة الدائمة: 7578)

500- سینما گھروں میں جانے کا حکم

سینما میں جانا حرام ہے کیونکہ اس میں غالباً ایسی غافل کر دینے والی حرام چیزیں ہوتی ہیں جو فتنہ برپا کرتی ہیں، نیز اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور بغیر کسی شرعی فائدے کے اپنی فراغت کو مشغول کیا جاتا ہے جبکہ مسلمان کو تو اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ ایسے کاموں میں مشغول و مصروف ہو جو اس کے حق میں، اس کے خاندان کے لیے اور پوری امت کے لیے مفید ثابت ہوں، سینما گھروں میں جانا اس لیے بھی حرام ہے کہ یہ انسان کو اللہ کے ذکر اور اپنے

ذمہ واجبات کی ادائیگی سے روکتا ہے، نیز اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس سے عورتوں اور مردوں کا ناجائز اختلاط ہوتا ہے۔علی ہذا القیاس اس میں بے شمار مفاسد اور خرابیاں ہیں۔ (اللجنة الدائمة: 4120)